

# خون کا دلچسپ

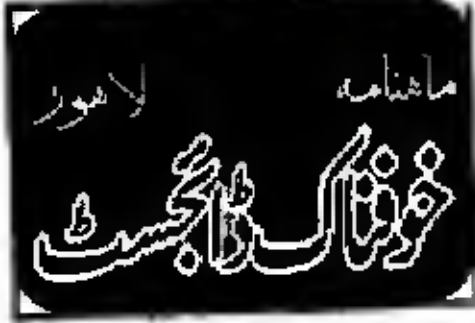
WWW.PAKSOCIETY.COM

جولائی 2014

قاتل وصال کے نمبر

RS:70

CPL No.219



ماہ جولائی 2014

قاتل دھاگہ نمبر

قیمت 70 روپے

جلد 18 شمارہ نمبر 2

ماہنامہ خود کا داغ لاہور

پوسٹ بکس نمبر 3202، غالب مارکیٹ، گلبرگ لاہور

ماہی، شہزادہ عائشہ  
نعمان اعظمی - شہلا عائشہ  
چیف ایگزیکٹو شہزادہ اعظمی  
جنرل منیر - شہزادہ فہم

سرکولیشن منیجر - جمال الدین  
فون - 0333.4302601  
ایکس منیجر - مدینا فاضل احمد  
فون - 0341.4178875

مارکیٹنگ اینچارج - کرن - ماہ  
نور - وارث - طلحہ - راجہ - سجاد



خوفناک ڈائجسٹ ماہ جولائی 2014 کے شمارے قاتل دھماگہ نمبر کی جھلکیاں

راز نو  
محمد ندیم میرواتی۔ پٹوکی

۶۲

پر چھائی  
قلیل احمد کراچی

۶

ہنسی مسوان  
کاشف عبید کاوش

۷۳

سیاہ ہیولہ  
تم تم نشا۔ آسمندہ ماہ

۹۰

پری کی ربائی  
سبیر۔ فیصل آباد

۸۰

بھید  
نہد خالد شاہان

۲۰

عجب کھیل  
فلک زائد لاہور

۵۲

بابیہ کال  
محمد وارث قمر

۴۲

نمایارہ  
شمینہ بٹ۔ لاہور

۱۱۰

قاتل عاشق  
صائمہ لیاقت۔ ظفر وال

۵۲

مجھے یہ شعر پسند ہے

قاتل دھاگہ  
رابعہ ارشد

۱۲۰

مقصوم بیٹی  
نہرا نہ سرور گوجرانوالہ

عاشق پچھو  
رینیا محمود قریشی

۱۲۱

آپ کے خطوط

پھول اور کلیاں

قاتل دھاگہ نمبر

غزلیں نظمیں

سرد عشق  
رواجیل

کوٹ جنال  
ایکاس سعادت اشرف

۱۲۲

۱۲۱



# اسلامی صفحہ

## درود پاک کی برکات

بلغ میں ایک امیر کبیر سواگر رہتا تھا اس کے دروازے کے تھے اس خوش نصیب کے پاس دنیاوی دولت کے علاوہ ایک نعمت عظمت یہ تھی کہ اس کے پاس سرکارِ دو عالم ﷺ کے تین ہال مبارک تھے جب وہ خوش بخت فوت ہوا تو اس کے دونوں بیٹوں نے باپ کی جائیداد آپس میں تقسیم کر لی اور جب مرنے مبارک کی باری آئی تو بڑے نے کہا کہ اسے آجھا آجھا کر لیں چھوٹے نے کہا اللہ کی قسم میں ایسا نہیں دے دوں گا کون ہے جو رسول ﷺ کے ہال مبارک کو توڑے بڑے نے جب اپنے چھوٹے بھائی کی عقیدت اور ایمانی تقاضا دیکھا تو بولا اگر تجھے اس ہال کے ساتھ اتنی ہی محبت ہے تو یوں کر یہ تینوں ہال تو رکھ لے اور باپ کی جائیداد کا اپنا حصہ بھی مجھے دے دے چھوٹے نے یہ سن کر کہا داد سے قسمت مجھے اور کیا چاہئے ایمان و ایمان اس نعمت عظمیٰ کی قدر جانتا ہے دنیا دار کہیں کیا جانے چنانچہ بڑے نے دنیا کی دولت لے لی اور چھوٹے نے تینوں مرنے مبارک لے لیے اور انہیں بڑے ادب و احترام سے رکھ لیا جب شوق غالب ہوتا تو زیارت کر لیتا اور درود پاک پڑھتا اور اس ذاتِ جل جلال کی بے نیازی دیکھ کر اس کے بڑے بھائی کا دل چند فٹوں میں ہی ختم ہو گیا اور وہ کنگال ہو گیا بقول شاعر

دنیا بچھو دین و بچھایا تے دلی نہ چلی ساتھ ۔۔۔ جی کو باڑا مار یا سور کھ اپنے ہاتھ

اللہ تعالیٰ نے چھوٹے کے مال میں برکت ڈالی اور وہ خوش حال ہو گیا پھر جب حبیب خدا ﷺ کا جائزہ وفات پا گیا تو کسی نے خواب میں دیکھا رحمتِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کی زیارت کی اور اسے بھی ساتھ دیکھا سیدنا دو عالم ﷺ نے فرمایا اے میرے اقی تو لوگوں میں اعلان کرو جس کسی کو کوئی حاجت کوئی مشکل پیش ہو تو وہ اس قبر پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اس نے بیدار ہو کر اعلان کر دیا تو اس عاشقِ رسول ﷺ کی قبر مبارک کو ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ لوگ دھڑا دھڑا اس قبر پر حاضر ہونے لگے اور پھر یہاں تک فوج آگئی کہ کوئی سوار ہو کر وہاں سے گزرے تو ہر اے ادب سواری سے نیچے اتر جاتا اور پیدل چلتا اور مزہہ الحاح میں سے کہ بڑے بھائی کا مال ختم ہو گیا اور وہ بالکل فقیر ہو گیا اس نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور اپنی حالت کی شکایت کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے بد نصیب تو ہال مبارک پر دنیا کو ترجیح دی اور تیرے بھائی نے وہ مرنے مبارک لے لیے اور جب وہ ہال مبارک کو دیکھتا تو مجھ پر درود پڑھتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو دونوں جہانوں میں نیک اور سعید کر دیا تب وہ بیدار ہوا تو چھوٹے بھائی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے خاڑوں میں شامل ہو گیا۔ (مزہہ الحاح)۔

مشورہ کرن چوکی

اسلامی صفحہ

# ماں کی یاد میں

----- غلی شان لاہور

ماں ماں ماں کیا مناس ہے ان الفاظوں میں قسم خدا کی دل کو بہت سکون ملا ہے ماں دونوں ہونٹ چومے جاتے ہیں پیاری ماں کا نام لینے سے اس سے بڑھ کر وہ چاہیں کوئی بھی رشتہ عزیز نہیں ہے ماں بھی ماں اگر باپ چھوڑ جائے تو ماں ہی باپ بن کر ولاد کو ہر وہ خوشی دیتی ہے جو ماں باپ دونوں سے ملتی تھی اور ماں ہی باپ ماں ہی دوست ماں ہی گھر کی رونق ماں ہی وہ خانہ کعبہ جس ایک بار پیار سے دیکھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری رنج اور ہو گئی اور ماں ہی دنیا کی وہ مہراز جو اپنی اولاد کے ہر عیب چھپا سکتی ہے ماں ہی اہمہر جو اپنے بچے کو بھی بچہ درو میں دیکھ کر سکون نہیں ملتی جب تک اس کا لال ٹھیک نہ ہو جائے ماں ہی ہر رشتہ ہے ماں کسی بچی رشتے کا احساس نہیں ہونے دیتی ماں آج میں لوگوں کو وہ باتیں بتاتے جا رہا ہوں جو آج تک میرے دل میں ہی رہیں تھیں راز کی باتیں ہیں ماں جب بھی میں گھر سے باہر نکلتا ہوں تو مجھے گرمی ستانی ہے سردی لگ جاتی ہے لیکن یہ بات میں نے آزمائی ہے کہ جب آپ کا دیدار پیار سے کر کے جا رہا ہوں تو مجھے کچھ بھی نہیں ہوتا ماں میں آپ کو خوش کر کے جاتا ہوں تو کیا آپ میرے جانے کے بعد میرے لئے دعا نہیں کرتیں ہیں اسی لیے تو مجھے گرمی سردی کا احساس نہیں ہوتا کیوں کہ آپ کی دعائیں میرے سر پر ہمیشہ سایہ بن کر رہتی ہیں اور دوسری بات ماں آپ کو تو پتہ ہے میں آپ کے پاؤں کی طرف بیٹھ کر کیا کیا کرتا ہوں جانتی ہیں کیوں میں نے آپ سے دور بیٹھ کر جب بھی کھایا ہے مجھے ذرا مزہ نہیں آتا ماں آپ سے باتیں کرتے کرتے کھانا رہتا ہوں روح کو جسم کو اک سکون سامنا جاتا ہے پاؤں گل میں اپنے دوست کے گھر گیا وہ کالی عرصے بعد آیا تھا جب وہ اپنے گھر کا دروازہ گزرتا تو اس کی چیخیں اٹھ گئیں کیوں کہ پہلے اس کی ماں اس کے آنے کی خبر ان کر گھر کو صاف کر کے اس کے لیے طرح طرح کے کھانے بنا کر دروازے میں کھڑی ہو کر اس کا انتظار کرتی تھیں مگر آج جب وہ گھر گیا تو دیواروں سے اپنا سر ٹکرا کر بہت رویا مان کو ہڑ گھڑت میں جا کر آوازیں دیں ہر کونے میں دھونڈا گھر اس کی ماں کی آواز نے اسے ایک بار بھی نہیں پیار سے کہا بسم اللہ ہے اللہ آگیا نہ کسی نے اس کا ہاتھ چومنا کسی نے اسے دونوں ہاتھوں سے اس کے سر پر پیار ہی دیا ماں جب میں نے یہ منظر دیکھا تو مجھ سے رہا نہیں گیا میں نے اسے چپ نہیں کروایا میں تو بھاگا کہ ہائے میری امی ماں مجھے ایسا لگا کہ دنیا اندھیری ہو گئی ہے دنیا بے رونق ہو گئی ہے زندگی بھری ہے سائیس ایک رہی ہیں میں مجھے نہیں پتہ میں گرتا سنبھلتا کیسے گھر تک آیا تھا آپ سو رہی تھیں مگر نہ جانے میں کوئی گستاخی کر لیتا آپ کو جگانے کی گھر آپ گہری نیند میں تھیں میری آوازوں سے نہ اٹھیں تو میں نے چپکے چپکے آپ کے پاؤں چومے میں نے اپنے لب بہت ہی آہستہ آپ کے پاؤں کو لگائے کہ میری امی جان کی خیر خراب نہ ہو جائے پھر جب تک آپ جاگیں نہیں میں وہی پر بیٹھا آپ کے چائے کا انتظار کرتا رہا جب آپ جاگ گئیں تو میں نے آپ کی گود میں سر رکھ کر آپ کے ہاتھ چومے ماں مجھے پتا نہیں کیوں کچھ ہی دیر میں آپ کی کی ماری دیتی ہے ماں بھی بھی مجھے اپنی آنکھوں سے دور نہ کرنا آپ کی جد امجد میری موت ہے ماں ان کی لویو گئی پیاری ہیں آپ۔ غلی شان۔

جولائی 2014



# پر چھائی

--- تحریر: شکیل احمد۔ قائد آباد کراچی ---

میں تمہیں سحر کیوں یا کرن میں خود بھی نہیں جانتا پر میرا تم سے جو رشتہ ہے وہ محبت فطری اور چاہت کا ہے جو میں بھی بھلا نہیں سکوں گا اور تمہاری تلاش میں در بدر بھٹکتا رہا ہوں میں تمہیں شروع سے بتاتا ہوں ہم دونوں اسی گاؤں میں رہتے تھے اور آپس میں کڑن تھے ہمیں یہ بھی نہیں چلا کہ ہم ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے تھے ہر جگہ صرف تم نظر آتی اور تم بھی مجھے بہت چاہتی تھی ہماری خوش فہمی تھی کہ ہم دونوں جلد ہی شادی کے بندھن میں بند ہو گئے اور اس گھر میں رہنے لگے ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو پا کر بہت ہی خوش تھے ہماری زندگی محبت سے گزرنے لگی پھر ایک دن میرا نے آ کر تم سے مری کی سیر پر جانے کو کہا پر تم نہ مانی میں نے بل میں فیصلہ کر لیا کہ تمہیں گاؤں سے باہر سیر و تفریح پر لے کر جاؤں گا ہمارا گاؤں چھوٹا سا ہے پر بہت ہی خوبصورت ہے ہم اکثر یہاں کچھ فاصلہ پر ایک پھیلے ہوئے دریا پر پہنچے رہتے تھے سارے گاؤں والے ہماری محبت پر رشک کرتے تھے آخر میری ضد کے آگے تم راضی ہو گئی اور ہم یہاں چلے آئے۔ وہ دن بہت مسین تھے ایک تم اور ایک میں ہر جگہ ہر منظر تمہارے ہونے سے مجھے مسین لگتا تھا تم بہت خوش تھی اور میں تمہیں دیکھ کر دیکھ کر جیتا تھا تمہاری محبت پر مجھے ہمیشہ مار رہا تھا اسی طرح ہم وہاں مختلف مقامات پر سیر کرنے لگے ایک دن ہم مری پر چیر لفت پر بیٹھ گئے وہاں بھی تم نے منع کیا پر میری ضد پر تم مان گئی پھر وہ خوبصورت منظر بھی آگئی ہم چیر لفت پر بیٹھے تھے اور چاروں طرف دیکھ رہے تھے اور محبت بھری باتیں کر رہے تھے کہ اچانک تمہارا احتیاطی ہیڈل نوٹ لگا اور تم نیچے گر گئی میں اس اچانک حادثہ کے لیے تیار نہ تھا مجھے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ آخر میں نے چلتی لفت سے چھلانگ لگا دی تم پانی میں آ رہی تھی اور پانی میں ہی غائب ہو گئی مجھے ہوش آیا تو میں نے کہیں بہت ڈھونڈا میں مری کا تھا پر میری روئے وقت تمہیں جہاں تم گری تھی میں نے ہر جگہ تمہیں تلاش کیا پر تم نہ ملی میں واپس نہ گیا بلکہ تمہیں ہی تلاش کرتا رہا۔ پھر میں ایک غافل کے ہاتھ لگ گیا جس نے مجھے قید کر لیا ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

بڑا تھا وہ بار بار اپنی ناک کو چھوتی اور شرما کر اپنی آنکھیں بند کر لیں جیسے اسے کوئی دیکھ رہا ہو پھر وہ اپنے ہاتھ پر چینی اٹھائی کو اپنے لبوں سے لگاتی تو اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ایک عجیب سا احساس تھا جو سر کو دیوانہ کر رہا تھا وہ بہت خوش تھی آج کیونکہ اس کی منگنی ملی سے ہوئی تھی اور جلد وہ علی کی دہن بن کر ہمیشہ کے لیے اس کی بوجھائے گی وہ علی سے بے پناہ پیار کرتی

کافی دیر سے اپنے آپ کو آئینے میں غور سے سحر دیکھ رہی تھی اسے اپنا آپ آج کچھ زیادہ ہی حسین لگ رہا تھا وہ اپنے چہرے کے خدو خال بہت دلچسپی سے دیکھ رہی تھی کبھی اس کی نظر اپنی آنکھوں پر ٹھہر جاتی تو کبھی ہونٹوں پر سب سے زیادہ اسے اپنے چہرے پر ناک اچھی لگ رہی تھی اور کبھی بھی کسی نہیں اس کی ناک چھوتی ہی تھی اور سائینڈ میں ایک ٹلی سا

جولائی 2014

خوفناک ڈائجسٹ 6

پر چھائی







سحر کی باتیں سن کر نلی نے کہا۔ سحر میں دل کی گہرائیوں سے تم سے پیار کرتا ہوں اور یہ دن مجھ پر سالوں کے برابر گزر رہا ہے ہیں مجھے اس دن کا بے چینی سے انتظار ہے جب تم ہمیشہ کے لیے میرے پاس میرے گھر پر آ جاؤ گی اسی طرح سحر اور نلی دنیا جہاں سے بے خبر اپنے آنے والے دنوں کے چٹے رہ گئے۔

اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا ہر طرف بڑے بڑے درخت تھے جن کی شاخیں خوفناک انداز میں ہانپیں پھیلائے ہوئے کھڑی تھیں درختوں پر پتے نام کے برابر بھی نہ تھے سارے پتے پورے جنگل میں خشک ہوئے پھیلے ہوئے تھے سحر میں وہاں جنگل میں بھاگ رہی تھی اس کے پاؤں پتوں پر پڑتے ہی ایک خوفناک آواز نکالتے تھے وہ مسلسل تیزی سے بھاگ رہی تھی سحر کے ہال بکھرے ہوئے تھے اور پھر پتے پر خوف تھا وہ بار بار پلٹ کر پیچھے دیکھتی اور اپنی رفتار اور بڑھا دیتی کافی دیر بھاگنے کے بعد اسے ساتنے کچھ میٹر حیاں نظر آئیں جو نیچے کی طرف جارتی تھیں۔ وہ ان میڑھیوں سے نیچے اتر گئی اب وہ جہاں کھڑی تھی وہاں زمین کچھ نیلی تھی پر خشک تھے وہاں بھی ڈھیر کی صورت پڑے تھے سحر نے میڑھیوں پر نظر دوڑائی تو اسے وہاں وہی بلا کھڑی نظر آئی جس سے وہ بھاگ رہی تھی اس یاد کا جسم بالوں سے بھرا ہوا تھا اور شکل کسی شے کی طرح بھی منہ سے چار دانت باہر نکلے ہوئے تھے اس کے ہاتھ بہت بڑے اور ناخن کسی چاقو کی مانند تھے سحر اسے دیکھ کر دو بارہ بھاگی پھر کچھ لمحوں میں ہی وہ نیچے گر پڑی اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی جو اس دیران جنگل میں گونجنے لگی سحر نیچے پڑی تھی اس کے سامنے ایک کھڑی میں انسانی سر بٹھا ہوا تھا جس کی آنکھوں میں سے روشنی نکل رہی تھی سحر نے ڈر کے مارے آنکھیں بند

آج وہ خود کو دنیا کی سب سے حسین لڑکی سمجھ رہی تھی وہ سوچ رہی تھی کہ کوئی لڑکی کتنی بھی خوبصورت ہو پر نلی تو دل و جان سے صرف اسے چاہتا ہے جب نلی کا پیار اس کا ہے تو اس سے زیادہ خوبصورت کوئی ہو ہی نہیں سکتا سحر ان خیالوں میں گھولی ہوئی تھی کہ لپٹا تک اس کا تیل بچنے لگا وہ بھاگ کر سیل کے پاس آئی تو اس کا دل زور سے دھڑکنے لگا اسے پورا یقین تھا کہ کال نلی کی ہی ہوگی آخر آنکھیں بند کر کے اس نے سیل اٹھایا تو نلی کی کال بھی سحر آہستہ سے بول۔ ہیلو۔ تو دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

بڑی گستاخ ہے تیری یاد اسے تمیز نہ کرو  
وہ تک بھی نہیں دیتی اور دل میں اتر جاتی ہے  
سحر یہ سن کر خاموش رہی تو پھر نلی بولا۔ جان  
کچھ کہو گی نہیں۔

میں کیا کہوں میرا دل بہت تیز دھڑک رہا ہے  
اور زبان میرا ساتھ ہی نہیں دے رہی اور آپ کو پائے  
کا احساس مجھے بے چین کر رہا ہے میرے پاس نہ ہی  
وہ الفاظ ہیں جو میں آپ کے لیے ادا کر سکوں۔  
گلتا ہے تمہاری حالت میری جیسی ہی ہے میں  
کافی دیر سے تمہیں یاد کر رہا تھا ہمارا موبائل نکالنا کہ تم  
سے بات کروں پر کچھ سوچ کر پھر وہ بارہ جیب میں  
رکھ لیتا کیا تم خوش ہو۔

میری خوشی کا تو آپ شاید اندازہ بھی نہ لگا سکیں  
ہں میں اتنا یقین آپ کو کہ میں خود کو دنیا کی سب  
سے خوبصورت اور خلش قسمت لڑکی سمجھتی ہوں کہ آپ  
صرف میرے ہواور مجھے دل و جان سے چاہتے ہو پھر  
مجھ سے زیادہ اچھا تو کوئی ہو نہیں سکتا۔ آپ کا پیار ملنے  
پر میں بے پناہ خوش ہوں میں آپ سے بہت پیار کرتی  
ہوں بہت زیادہ مجھے آپ کے علاوہ کسی چیز کی  
ضرورت نہیں ہے۔

تمہاری کئی اہمیت ہے شاید ہی تم جان پاؤ میری زندگی میری ساریس میری روح غرض میری ہر خوشی تم ہی سے ہے میں ہمیشہ تم سے اسی طرح پیار کرتا رہوں گا علی تحرکی آنکھوں میں دیکھتے یہ کہہ جا رہا تھا۔ پھر اس نے سحر کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور اسے چاہت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ تو سحر یوں۔

علی میں بھی تمہیں پا کر بہت خوش ہوں میری پہلی اور آخری محبت صرف تم دو اور میری روح تک یہ سوچ کر جھک جاتی ہے کہ تم صرف میرے ہو تمہیں پا کر میری زندگی اب مکمل ہوئی ہے مجھے تمہارے سوا اور کچھ نہیں چاہیے پھر علی نے سحر کا خاک پکڑتے ہوئے کہا تمہاری یہ چھوٹی سی خاک بہت خوبصورت ہے اور اس میں میری جان قید ہے پھر سحر نے شرما کر اپنا سر علی کے کندھے پر رکھ دیا۔

مسند کے پتوں پر ایک چراغ تھا جہاں کچھ روخت تھے اور چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ مسند کی لمبائی اس چراغ سے زور و شور سے نکلتی برے بڑے پتھر پڑے تھے ایک طرف ایک بوزھا عالم آنکھیں بند کئے ہوئے کچھ پڑتے میں مصروف تھا جس کے جسم پر صرف چند پتے دھکے ہوئے تھے وہ مسلسل کوئی منتر پڑھ رہا تھا پھر اس کے چہرے پر ایک اچانک خوشی کی لہر دوڑ گئی اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

اے میری غلام روح اب تجھ میں ہے پتاہ شکنجہاں آگئی ہیں اب کوئی تیرا مقابلہ نہیں کر سکتا میں جس سالوں سے تجھ پر یہ عمل کر رہا تھا پر اب میں کامیاب ہو گیا ہوں ان میں سالوں میں صرف جانوروں کا خون پی کر میں عاجز آ گیا ہوں پر اب میں میدان سے نکل جاؤں گا اور تمہاری مدد سے ہر شے پر اپنا قبضہ بھانوں گا تم تیار ہو جاؤ اب میرا ساتھ صرف تم دو گے اور میں پیش کردوں گا بابا بابا۔ وہ

کر دیں اس کے آنسو آنکھوں سے مسلسل بہہ رہے تھے اور منہ سے چیخیں نکلتی رہی تھیں پھر سحر کو کوئی زمین میں کھینچنے لگا وہ ڈر کے مارے اور ہاتھوں کو ادھر ادھر مارنے لگی پر اس کی ٹانگیں زمین میں دھنسی جا رہی تھیں آخر وہ کمر تک زمین میں دفن ہو گئی پھر ایک ہاتھ جو خون میں لت پت تھا زمین کو چیرتا ہوا باہر نکلا سحر اپنے منہ کے سامنے اچانک اس ہاتھ کو دیکھ کر اور زور سے چلانے لگی اس ہاتھ نے سحر کی گردن پکڑ لی اور اسے زور سے نیچے زمین پر کھینچنے لگا درد اور اذیت کے مارے سحر کے حلق سے نکل گئی۔

سحر نے چاروں طرف دیکھا تو وہ اپنے کمرے میں تھی اس نے پاس پڑے ہوئے جگ سے پانی نکالی کر پیا اور سوچنے لگی کہ شکر ہے یہ خواب تھا پھر وہ سری رات اس خواب کے خوف میں گزاردی وقت تیزی سے گزرنے لگا علی نے سحر کے لیے ایک ٹینٹ خرید لیا تھا جو چھوٹا تھا پر ان دونوں کے لیے کافی تھا علی کی والدہ فوت ہو چکی تھی اور والدہ گائوں میں رہتے تھے علی ایک کھائی میں اچھے عہدے پر فائز تھا اس لیے اس کی زندگی مطمئن گزر رہی تھی وہ سحر کے انتظار میں دن گزار رہا تھا۔ آخر کار اس کا صبر ختم ہوا اور سحر کے گھر میں دلہن بکرا آگئی ان کی شادی سادگی سے ہوئی تھی علی کو زیادہ شور شراب پسند نہ تھا چنانچہ شادی چند رشتے داروں کی موجودگی میں سادگی سے ہوئی اب سحر دلہن بن کر کمرے میں بیٹھی تھی وہ آج بہت خوش تھی وہ کمرے کی ہر چیز کو غور سے دیکھ رہی تھی سچ کے پھولوں کا ہاتھ لگائی تو اسے ایک عجیب سا احساس مد ہوش کر جاتا علی کا انتظار بھی اسے بہت اچھا لگ رہا تھا پھر دروازے پر دستک من کر وہ سمٹ کر بیٹھ گئی علی اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ اور اس کا گھر ٹکٹ اٹھایا اور بولا ماشاء اللہ کہیں تمہیں میری نظر نہ لگ جائے تم بہت سی خوبصورت لگ رہی ہو۔ میں آج بہت خوش ہوں میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں میرے اس زندگی میں



زور سے جھٹکا۔

زور ہوئی اس نے سارے گھر کو چیک کیا پر کوئی نہ تھا سب سے پہلے کی طرح ٹھیک تھا پر بار بار کسی کا احساس حر کو خوفزدہ کر گیا۔ پھر اس نے ڈرتے ڈرتے وہ دن گزارا وہ بے مہربانی سے علی کا انتظار کرنے لگی دروازے کی بیل جھینے پر سحر خوشی سے دروازے کی طرف بڑھی اور دروازہ کھول دیا علی نے اندر آتے ہی کہا۔

اسلام علیکم تو کتنے مسکراتے ہوئے ہوئی۔

وعلیکم السلام۔ علی صحن میں رکھے صوفے پر بیٹھ گیا سحر کچن سے پانی کا گلاس لے کر آئی علی نے پانی پیا اور فریش ہوئے چلا گیا۔ جب تک وہ واپس آتا سحر چائے تیار کر چکی تھی۔

علی آج میں سارا دن بہت پریشان تھی مجھے ایسا ایک ربا تھا کہ کوئی پر چھائی میرے ساتھ تھی پر میرے ہاتھ پر کچھ بھی نظر نہ آتا تھا پورا دن اسی ڈر اور خوف میں گزر رہا تھا وہ دوس دیا اور بولا۔

جناب یہ تمہارا دم ہے پس یہاں بھاؤ کون آ سکتا ہے اسکیلے رہنے کی وجہ سے تمہیں دم ہورہا ہے اور کچھ نہیں تم اپنے آپ کو مصروف رکھا کرو پھر سحر نے سوچا کہ علی ٹھیک کہتا ہے یہاں کون آ سکتا ہے یہ اس کا دم ہی ہوگا۔ اس لیے سحر نے اس بارے میں مزید کوئی بات نہیں کی اور خاموشی اختیار کر لی۔

علی نے صبح کام پر جاتے ہوئے سحر سے کہا کہ شام کو کھانا نہ بنانا ہم باہر جائیں گے اس لیے پھر سحر گھر کے کام کرنے لگی۔ دوپہر کو وہ آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی کہ کمرے میں ایک طرف ہکا بکا دھواں ایک طرف اٹھتا ہوا اور پھر سحر کو ایک آواز سنائی دی۔

کرن میں تپائش میں در بدر جھٹک رہا ہوں پر تم کہاں غائب ہو گئی تھی کچھ پتہ نہیں چلا۔ سحر یہ آواز سن کر پریشان ہو گئی اور بولی۔

کون ہو تم۔ مجھے نظر کیوں نہیں آ رہا ہے۔

اس کے سامنے روح کھڑی تھی جو بول میں ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہوں اور آپ کی ہر بات میرے لیے حکم ہے جو میں مانوں گا۔ تو بوز حامل جھٹتے ہوئے بولا۔

ٹھیک ہے میں نے بڑی مشکل سے تمہیں پایا تھا جیسے تمہاری جیسی روح کی برسوں سے تلاش تھی پر اب تمہارے ذریعے میں سب کچھ حاصل کر لوں گا پھر اس بوزھے حامل نے ایک چاقو اٹھایا اور پاس پڑنے ایک گیند کی گردن کاٹ دی خون فوارے کی صورت میں بنے ہکا بوز حامل کے منہ سے خراش کی آوازیں نکلنے لگیں چاقو قریب ہی پڑا تھا اس روح نے چاقو اٹھایا اور بڑھے حامل کی گردن پر مارا اور حامل کی گردن تن سے جدا ہوئی اس کا دھڑ زمین پر پھرنے لگا اور پھر ہمیش کے لیے اٹھنا ہو گیا۔ روح نے بوزھے حامل کو مہرے دیکھا تو مسکراتے ہوئے وہاں سے غائب ہوئی۔

سحر اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑی بالوں میں کٹنگی کر رہی تھی وہ بہت خوش تھی علی کے ساتھ رہتے ہوئے پورا ایک مہینہ ہو گیا تھا علی اس کا بہت خیال رکھتا تھا اور اس کی ہر فرمائش پوری کرتا تھا وہ علی کے ساتھ بہت ہی خوش تھی وہ آئینے میں اپنے بالوں کو دیکھ کر کٹنگی کر رہی تھی کہ اسے آئینے میں کچھ دھندلی پر چھائی نظر آئی سحر فوراً علی پر وہاں کچھ نہ تھا پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے ذہن کو جھٹکا اور بال باندھ کر کچن کی طرف جانے لگی۔ آج علی کسی ضروری کام کی وجہ سے جلدی چلا گیا تھا سحر علی کو ناشیہ کروا کر دوبارہ سوئی اور اب وہ فریش ہونے کے بعد کچن میں آئی اور اور چائے بنانے لگی ابھی سحر نے پانی رکھا ہی تھا کہ اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا وہ گھبرا کر دوبارہ پیچھے دیکھنے لگی پر کوئی نہ تھا وہاں آخر سحر خوف

دھوئیں سے پھر سے آواز سنائی دی۔ کرن میں تمہارے سامنے آ جاؤں گا پر تم ڈرنا مت اور یہ بات میرا آنا کسی کو مت بتانا تو سحر جیتے ہوئے بولی۔  
تم میرے سامنے آؤ۔

پھر وہ دھواں غائب ہونے لگا کچھ ہی دیر بعد وہاں ایک جیتا جاگتا انسان کھڑا تھا سحر غور سے یہ منظر دیکھ رہی تھی پھر اپنے کمرے میں اچانک یوں کسی کی موجودگی پر وہ ڈر کر سمٹ کر بیٹھ گئی۔

مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں میں تمہاری تلاش میں تھا۔

سحر کے منہ سے کوئی بھی لفظ نہیں نکل رہا تھا۔ وہ بہت ہی مشکل سے بولی۔

کون دو تم میں تم کو نہیں جانتی ہوں۔

میں نے کہا کہ مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں پلیز مجھ سے مت ڈرو میں تمہیں کوئی بھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میرا اعتبار کرنا۔ میں ایک روح ہوں۔

ک۔ ٹک۔ کیا۔ راج۔ سحر ایک دم کھڑی ہوئی تو وہ بولا۔

ہاں روح لیکن تم مجھ سے ڈرو مت۔ میں کئی سالوں سے تمہاری تلاش میں تھا۔ کل اچانک میرا گھر یہاں سے ہوا تو تم مجھے دکھائی دی تم یقین نہیں کرو گی۔ کہ میں کل سے کتنا خوش ہوں تم مجھے مل گئی کرن میں نے تمہاری تلاش میں کئی تکلیفیں اٹھائی ہیں تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے۔

میں کرن نہیں ہوں سحر ہوں۔ سحر نے ہنسنے کہا نہیں تم سحر نہیں ہو کرن ہو میری کرن۔ تمہیں یاد نہیں کہ میں تمہارا اندر ہوں اور ہماری شادی ہوئی تھی ہم کتنے خوش تھے تم مجھ سے بہت پیار کرتی تھی اور میں تمہیں دیکھ دیکھ کر ہی جیتا تھا تم میری زندگی بھی کرن تمہاری بدولت ہی میری زندگی میں روشنی خوشیاں آئی تھیں اور تم خود بھی تو سمجھتی تھی کہ تم صرف مجھے چاہتی ہو

پھر۔ سحر بولی۔  
نہیں مجھے کچھ بھی یاد نہیں ہے میں صرف علی کو چاہتی ہوں وہ میری سانس ہے میری زندگی ہے میرا حرام ہے کون ہے سب صرف علی ہے میں اس کے بغیر کسی اور کو نہیں چاہتی ہوں اور نہ ہی کسی سے پیار کرتی ہوں میری پہلی اور آخری محبت صرف علی ہے وہ ہے تو میری ہے میری ساری خوشیاں صرف علی کے دم سے ہے اور میں کرن نہیں سحر ہوں سحر علی بس۔

نہیں کرن ایسا نہ کہو مجھ سے زیادہ تمہیں کوئی نہیں چاہ سکتا میری محبت کا تم وندنا نہیں کر سکتی میری زندگی صرف تمہاری محبت میں گزرنی ہے اور تم شاید یہ بھی بھول گئی کہ میں کیسے تم سے جدا ہوا تھا۔

مجھے نہیں پتہ اور نہ ہی میں یہ جانتی ہوں اور نہ تم کو جانتی ہو میں مجھے اتنا معلوم ہے کہ میں صرف علی سے پیار کرتی ہوں اور وہ صرف مجھ سے۔ سحر اب بنا خوف کے بولنے جا رہی تھی۔

اچھا تم مجھے نہیں جانتی ہو اور نہ ہی مجھ سے پیار کرتی ہو پہلوئیں دیکھتا ہوں اگر تمہیں مجھ سے زیادہ جانتے والا ملا ہے اور تم اس کے ساتھ خوش ہو تو میں خوشی اپنی دنیا میں لوٹ جاؤں گا لیکن مجھے جب تک یقین نہیں ہو جائے گا کہ تم خوش ہو یا نہیں تو میں کہیں نہیں جاؤں گا تم علی سے فی الحال اس بارے میں کوئی بات نہ کرنا میں خود ہی چلا جاؤں گا۔ اگر تمہیں کوئی مجھ سے زیادہ چاہے تو پھر کمرے میں سے اندر کی روح غائب ہوگی سحر نہ پرکود کچھ رہی تھی جو دھواں بن کر غائب ہو گیا تھا۔

وہ کالی دیر تک پریشان بیٹھی یہ سوچ رہی تھی کہ وہ علی کو بتائے کہ نہ بتائے۔ آخر کائی سوچ پیار کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ فی الحال علی کو نہ بتایا جائے۔ اگر وہ اسے نقصان پہنچانا چاہتا تو آج بھی چپچپا کر سکتا تھا اس لیے سحر اب خاموشی سے علی کا انتظار کرنے لگی۔ شام ہوتے ہی علی گھر لوٹ آیا اور دونوں تیار ہو کر باہر

پر چھائی

خون کا ڈائجسٹ 11

جولائی 2014



میں نے تمہارے ساتھ گزارا ہے وہ بہت حسین اور پر لطف تھا اب میں تمہیں پانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں تو دھڑکی جس کا نام لٹا تھا کہنے لگی۔  
تم صرف ایک ہی صورت میں مجھے حاصل کر سکتے ہو۔

پلیز مجھے بتاؤ وہ کیا طریقہ ہے یا صورت ہے جس سے تم میری زندگی میں آ جاؤ میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔

یہ بات میں بعد میں بتاؤں گی اب تم گھر جاؤ میں چلتی ہوں یہ کہہ کر وہ لڑکی چلی گئی اور علی اور میری طرف آنے لگا۔ سحر جو کہ سب کچھ سن چکی تھی علی کو آتے دیکھ کر اپنے گھر لوٹ گئی۔ علی اوپر کمرے میں چلا گیا۔ سحر نے کھانا لگا یا جو وہ کھانے لگا وہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔

تم نہیں لٹاؤ گی کیا۔  
نہیں آج مجھے جھوک نہیں ہے۔ میری طبیعت تھوڑی ٹھیک نہیں ہے۔ وہ تو دل ہی دل میں رو رہی تھی کہ علی اس کے ساتھ ایسا بھی کر سکتا ہے وہ کھانا کھانے کے بعد کمرے میں سوئے کے لیے چلا گیا۔ یکدم وہاں جواں پھیلنے لگا۔ نذیر کچھ کا صلہ پر کھڑا تھا۔ سحر بس روئے جا رہی تھی۔

میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ مجھ سے زیادہ تمہیں کوئی بھی جانے والا نہیں ہے۔ اب بتاؤ۔  
مجھے کچھ بھی نہیں کہنا تم چلے جاؤ یہاں سے میرا دل گہرائی میں گرتا جا رہا ہے۔ میں اندر سے بہت ٹوٹ چکی ہوں میرا تو سب کچھ علی ہی تھا۔ اس کے اس طرح بدل جانے سے میرا وجود کرجی کر چمی ہو کر بکھر گیا ہے۔ میں اس کے بغیر جیتے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

کرن روڈ مت میں تم کو روٹا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ اگر تم کہو تو میں اس لڑکی کو بارہوں با علی کو سبق سکھاؤں نہیں نہیں تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گے

چلے گئے آج علی کا موڈ بہت اچھا تھا جبکہ سحر کچھ خاموش خاموش تھی تو علی بولا۔

سحر کیا بات ہے کیا تم کو باہر آنے کی خوشی نہیں ہوئی ہے یہ تو سحر مسکرا دی۔

مجھے تمہاری باتیں سننا اچھا لگ رہا تھا اس لیے بس سنتی جا رہی تھی نہیں دیکھ کر تو میں سب کچھ بھول جاتی ہوں اس لیے تم کہتے جاؤ میں سنتی جا رہی ہوں۔

میری جان میری سحر۔ تم میری زندگی ہو اور تم جیسے حسین اور با اخلاق ہمسفر کو پا کر میری زندگی سنور گئی ہے جب تم میرے ساتھ ہوتی ہو تو مجھے بھی ہر شے اچھی لگتی ہے اگر تم نہ ہوتی تو میں بھی اتنا خوش نہ ہوتا۔ مجھے غور پرنا رہا ہے۔

جی میری بھی محبت صرف تم ہو تمہارے ساتھ ہونے سے مجھے ایک عجیب سا پر لطف احساس میرے رہتا ہے۔ دل کرتا ہے ہر پل میں تمہیں سامنے بیٹھ کر دیکھتی رہوں اور یہ زندگی یہ لمحے اور وقت میں ٹھہر جائیں اور میں تمہارے پاس بیٹھی رہوں۔

وقت اپنی رفتار سے گزرتا چلا گیا۔ علی اور سحر ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش تھے ان کی زندگی پر سکون گزرتا ہی تھا نہ پریشانی اور نہ ہی اکثر سحر کے پاس آتی تھی جس سے اب سحر بالکل خوف زدہ نہ ہوتی تھی اس طرح وہ مہینے گزر گئے۔ ایک دن سحر علی کا انتظار کر رہی تھی اسے آج آلے میں کچھ زیادہ ہی دیر ہوئی تھی وہ پریشانی کے عالم میں گھر میں ٹھہر رہی تھی علی کا سین بھی بند تھا آخر سحر باہر نکلی وہ فلیٹ میں تیسری منزل پر رہتی تھی جبکہ یہ پانچ منزلہ عمارت تھی وہ میز جیوں سے نیچے جانے لگی کچھ میز چیاں اترتے ہی اسے نیچے سے علی کی آواز سنائی دی جو کسی سے بات کر رہا تھا وہ وہی کھڑی ہوئی۔ اور اس کی باتیں سننے لگی جو کسی لڑکی سے بات کر رہا تھا۔

لٹا مجھے آج کا دن ہمیشہ یاد رہے گا جو وقت

پر اب میں ان دونوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جن کی وجہ سے تمہاری خوبصورت آنکھوں میں آنسو بہہ رہا ہے۔

میں نے ان دونوں کو زندہ نہیں چھوڑا تھا۔ لیکن میں تم کو اتنا غم میں نہیں ڈال سکتا۔ دیکھو، میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں، غلی نے تمہیک کو فیصلہ کیا ہے مجھے مارنے کا میرے مرنے کے بعد وہ کسی اور کا ہو بھی جائے تو مجھے کچھ احساس نہیں ہوگا۔ مجھے اس کی خوشی چاہیے بس۔

تمہیک ہے کہ ان میں ایک بار پھر چپ ہو جاتا ہوں اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

غلی پارک میں بیٹھا فضا کا انتظار کر رہا تھا اس نے فضا کے انتظار میں کئی سٹریٹ پھونک ڈالے تھے تب وہ آئی اور آتے ہی بولی۔ اوجی ہم آگئے۔

وہ مسکرا دیا اور بولا۔ تم نے اتنی دیر کر دی ہے آج میں ایک ایک پل مجھے صدیوں کے برابر لگ رہا تھا۔ مجھ سے اتنا انتظار نہیں ہوتا میں ہر کام جلدی جلدی کرتا ہوں اور تمہارا انتظار مجھ پر قیامت ڈھار ہاتھ فضا علی کو بولیں مسلسل بولتے ہوئے دیکھ کر مسکراتے آئی اور بولی۔

انتظار اور صبر کا اپنا ہی مزا ہوتا ہے خیر اب ہم اپنے پلیں کی بات کریں تم نے کیا سوچا ہے پھر۔

میں نے سب سوچ لیا ہے کل ہی سحر کو لے کر بڑی جہاز پر سیر و طرح کے بیٹھے جاؤں گا پھر میں سحر کو سمندر میں دھکا دے دوں گا یا کسی اور مقام پر اسے مار دوں گا اسے ہم دونوں کے درمیان سے ہمیشہ کے لیے دور کر دوں گا پھر تم ہمیشہ کے لیے میری زندگی میری رانی بن کر رہو گی۔

غلی ایک بات کہوں اگر تم ہر آنہ مانو تو۔  
فرما میں جناب ہم ہر وقت یہی توں کوں ہیں۔  
میں کل ان کو تمہارے لہرائی تھی سحر کو دیکھنے کے

تمہیک ہے میں چپ رہتا ہوں لیکن یہ مست سمجھتا کہ میں تم سے دور ہوں میں ہر لمحہ ایک پر چھائی کی طرح تمہارے ساتھ ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔ اور سحر بھی جا کر لیٹ گئی غلی سوچ کا تھا۔ رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ غلی کا فون بج اٹھا غلی ایک نظر سحر کی طرف دیکھا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی سحر بھی اٹھ کر دروازے کے ساتھ جا گئی۔ اور غلی کی باتیں سننے لگی۔

میری جان کیسی ہو۔۔۔  
میں تمہیک ہوں۔ کیا تم میری شرط مانو گے۔  
ہاں مانوں گا کیونکہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ہر شرط مانے کو تیار ہوں بس تم میری ہو جاؤ۔

تمہیک ہے اگر یہ بات ہے تو پھر سنو مجھے پانے کے لیے تم کو اپنی بیوی کا قتل کرنا ہوگا۔  
کیا کیا۔ وہ چونکا۔

ہاں غلی اگر تم مجھے اپنا چاہتے ہو تو تم کو یہ کام کرنا ہوگا۔ اگر تم یہ کام نہیں کر سکتے تو پھر مجھے ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ۔

میں فضا میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں مجھے تم سے عشق ہے اور تمہیں حاصل کرنے کے لیے میں سحر کو مارنے کے لیے بھی تیار ہوں۔

تمہیک ہے پھر ہم صبح اسی جگہ ملیں گے جہاں اکثر ملتے ہیں اب تم آرام کرو۔ فضا نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔ سحر جلدی سے اپنی جگہ پر سو گئی۔

صبح سحر بہت ہی پریشان تھی اس کے آنسوؤں کے کنارے نام نہیں لے رہے تھے اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس کا غلی کسی لڑکی کی وجہ سے اسے مارنے کا سوچ بھی سکتا ہے یکدم وہاں نہ رہا گیا۔

کرن مجھ سے اب تمہاری یہ حالت نہیں دیکھنی چاہتی۔ اب میری برداشت تم ہوئی ہے میں تم سے بے نیاز ہو رہا ہوں اور کرتا ہوں پھر میں غلی کے ساتھ خوش دیکھ کر میں خاموش ہو گیا تھا کہ چلو تم اتنی خوش ہو



جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ علی اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا تب وہ بولا۔

سحر کیا بات سے بہت خاموش ہو۔  
نہیں علی میں تو یہ دیکھ رہی ہوں کہ تم کتنا پیار کرتے ہو مجھ سے کہ مجھے گھمانے کے لیے یہاں سبائے سفر پر لے آئے ہو۔ میں تمہیں بہت چاہتی ہوں اور تم میرے ہوؤں۔ تم میری زندگی اور تم سے جدا ہوتے ہی میں خودی مر جاؤں گی۔ وہ بہت ہی غور سے اس کی باتیں سنتا جا رہا تھا۔ لیکن سحر یہ نہیں جانتی کہ اس کے دل میں کیا کیا لادوا اٹل رہا ہے وہ اس کو کیوں یہاں لایا ہے۔

بڑی جہاز اپنی پوری رفتار سے سمندر میں دوڑ رہا تھا۔ سب لوگ سفر سے لطف اٹھا رہے تھے ایک دوسرے سے باتیں کرنے میں مگھتے کہ اچانک جہاز کو ہلکے لگے لگے لوگوں میں ایک خوف ہراس پھیل گیا افراتفری پھیل گئی اور پھر ایک چٹان سے جہاز ٹکرا گیا چٹان سے ٹکراتے ہی جہاز ڈوبنے لگا کہ کچھ لوگوں نے چھلانگیں لگا دیں اور چٹان پر اترنے لگے ان اترنے والوں میں سحر اور علی بھی علی نے سحر کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ اس کے دل میں کئی بار یہ بات آتی تھی کہ وہ سحر کا ہاتھ چھوڑ دے لیکن نہ جانے وہ ایسا کیوں نہیں کر رہا تھا جہاز مسلسل طور پر ڈوب گیا تھا جو لوگ وہاں جا نہیں پہنچا تھے ان کے لیے اترے تھے ان کی تعداد اتنی زیادہ نہ تھی اسی چٹان کے پیچھے بہت سی خوفناک جنگل تھی جو وہ تھا جس میں لوگ جانے گئے یہاں درخت چٹان سے بے نیاز تھے اور ان کی ٹہنیاں بہت بہیمانہ انداز میں گھمری ہوئی تھیں درختوں کے ٹٹک پتے پورے جنگل میں پھیلے ہوئے تھے جن پر قدم پڑتے ہی جنگل میں خوفناک آوازیں آتی تھیں۔ سب لوگ دن میں ہی اس جنگل سے خوف کھاتے تھے اور یہاں سے وہ نکل جانا چاہتے تھے مہوگ سے سب مذہمال ہو گئے تھے چلتے چلتے وہ لوگ

لیے وہ زیادہ خوبصورت تو نہیں لیکن بہت اچھی ہے خاص طور پر اس کا اخلاق بہت ہی اچھا لگتا تھا اس کی آنکھوں میں اس کے دل میں اس کی باتوں میں مجھے تمہاری محبت ہی دکھائی دی تھی۔ وہ تم سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے۔ کیا تم میری وجہ سے اس کو مار ڈالو گے اگر کل کو کوئی تم کو مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت لڑکی مل گئی تو کیا تم مجھ کو بھی مار ڈالو گے۔

فنا تم نے ایسا سوچا بھی کیوں تم نہیں جانتی جب سے میں نے تم کو دیکھا ہے مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے۔ تمہاری آنکھوں کے جادو نے مجھے جکڑ سا لیا ہے۔ تم جیہاں میں اس دنیا میں کوئی ہو نہیں سکتا۔ پلیز ایسی باتیں کر کے مجھے مایوس مت کرو میں تمہیں کبھی ہٹاؤ کہ نہیں دوں گا۔ میں تمہارے بغیر جی نہیں پاؤں گا فنا اس کی باتیں سن کر خوش ہو رہی تھی۔ پھر کچھ ایرلیج دو دو لوں گھروں کو چلے گئے۔

سحر میں نے ایک پروگرام بنایا ہے میرا کایو۔ کلمت میں کل ہی تمہارے ساتھ بحرانی جہاز کے سفر پر جاؤں گے۔ اور خوب انجوائے کریں گے۔ واقعی علی۔ وہ خوشی سے بولی۔

ہاں واقعی۔ بس تم جاننے کی تیاری کرو۔ ٹھیک ہے مناسب ہیں ابھی سے تیاری کر لیتی ہوں اتنا کہ کروہ تیاری کرنے لگی جبکہ علی جا کر اپنے کمرے میں سو گیا۔ دوسرے دن ہی وہ وہاں جہاز پر سوار ہو گئے۔ اور جہاز سمندری لہروں میں چلنے لگا یہ بہت ہی بڑا بحری جہاز تھا۔ جس پر کئی لوگ سوار تھے اور سب ہی جوتیوں کی صورت میں تھے یہ جہاز سمندر اور سمندر کے ساتھ جنگل اور جزیروں کی سیر کر رہا تھا سب کچھ سمندر کی لہروں سے لفظ لے رہے تھے جہاز کے چاروں طرف گرل تھی دوئی تھیں جن سے ٹانگیں نیچے لگا کر کئی جوتے تھیں وہ تھے سمندری جہاز لہروں کو چیرتا ہوا وہاں وہاں تھے۔ سحر کبھی کبھو ہی تھی

ایک لمبی مسافت کے بعد ان لوگوں کو سبز درخت دکھائی دیے جو پھلوں سے لدے ہوئے تھے وہ لوگ وہ پھل توڑ کر کھانے لگے سحر کو کچھ فاصلہ پر نظر آیا۔ جس کے ہاتھوں میں ناریل تھے وہ سحر کو اشارہ کر رہا تھا وہ ناریل ایک جگہ رکھ کر غائب ہو گیا سحر اور علی دونوں نے جا کر وہ ناریل اٹھالیے اور ان کو توڑ کر کھانے لگے ان کا پانی پینے لگے۔ سچانے ان پھلوں میں کیا تھا کہ جن لوگوں نے پھل کھائے تھے ان کے جسم پھٹنے لگے ان کی چیخوں کی آوازیں جنگل میں گونجنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پانی بن گئے۔ لوگ ان سب کو مرنے لگا پھلنا ہوا دیکھ کر زور گئے اور علی اور سحر بھی زور گئے تھے اور آگے چلے گئے کچھ دور جانے کے بعد ان لوگوں کو ایک جگہ آبائی دکھائی دی سب ہی اس طرف چل دیے علی اور سحر کو ایک مکان مل گیا یہ چھوٹا سا مکان تھا لیکن بہت ہی خوبصورت تھا وہ کمروں پر مشتمل اس مکان میں چار پانی چھٹی ہوئی تھیں جن پر چار دیو بھی موجود تھیں اور اس کی حالت ایسی تھی کہ پچیس فی سالوں سے اس مکان میں کوئی آیا نہ ہو علی درہم کی وجہ سے جلد ہی سو گیا جبکہ سحر کو نیند نہ آئی۔ اس نے مکان کی شمالی شہرہ کر دی وہ برجہ کو غور سے دیکھ رہی تھی ایک طرف اس کو لال نہیں دکھائی دی جس کو اس نے جلا دیا۔ وہ لال نہیں ہاتھوں میں دوسرے کمرے میں گئی وہ برجہ کو دیکھ رہی تھی کہ وہاں نذر آیا گیا۔

کرن تم جانتی ہو یہ کمر کس کا ہے۔  
نہیں تو۔

یہ مارا گھر ہے یہاں تم اور میں رہتے تھے میری زندگی کے خوش گوار دن یہاں گزرے تھے اور وہ بھی تمہاری محبت کے سائے میں پھر وہ سب ہو گیا جس کا بھی ہم نے سوچا بھی نہ تھا نذر یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ تو سحر جو نذر کی باتیں غور سے سن رہی تھی بولی نذر میں نے آج تک تم سے یہ پوچھا کہ تم مجھے کرن

تھک گئے تھے کہ دور سے انہیں کوئی شے آتی ہوئی دیکھائی دی جو ان کے قریب آتی جا رہی تھی جب وہ شے ان کے قریب آئی تو خوف سے سب کی چیخیں نکل گئیں وہ تعداد میں چار تھے ان کے جسم تو انسان کے تھے پر شکل کسی شیر کی طرح تھی ان کے ہاتھ بہت بڑے اور ناخن کسی گھبراہٹ کی مانند تھے ان کے جسم پر بڑے بڑے بال تھے اور منہ سے چار دانت باہر نکل رہے تھے ان بلاؤں نے چھٹاٹک لگا کر چار بندوں کو دبوچ لیا اور اپنے خوفناک دانت ان بندوں کی گردن میں پیوست کر دیئے اور ان کا خون پینے لگے پھر ان بلاؤں نے اپنے ناخنوں کی مدد سے ان بندوں کی ایشوں کو چیر پھاڑ دیا باقی لوگ اس بھیانک منظر سے بہت بے ہوئے کمرے تھے پورا جنگل ان بندوں کی چیخوں سے گونج رہا تھا ایک بلا نے سحر کو بھی دبوچ لیا علی اچانک اس وار کے لیے تیار نہ تھا پر سحر پر حملے سے وہ سحر کی طرف بھاگا اور بلا کے چنگل سے سحر کو آزاد کرانے لگا بلا نے ایک ہاتھ علی کو مارا تو علی دور جا کر اس کی تہ درخت کے تنے سے ٹکر لئی سحر زور سے چیخ رہی تھی اسے اپنی موت یقینی نظر آ رہی تھی بلا سحر پر چلی ہوئی تھی اچانک وہاں نذر کی روح آگئی اس نے چاروں بلاؤں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو اس کی انگلی سے سرخ شعلہیں نکلیں جو بلاؤں پر پڑی اور انہیں آگ لگ گئی سارا جنگل بلاؤں کی چیخوں سے گونجنے لگا سحر بلاؤں کو جلتا ہوا دیکھ کر علی کی طرف دوڑی جو درخت کے پاس پڑا تھا سحر علی کے قریب پہنچ گئی اور بولی۔

علی تم ٹھیک تو ہونا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں لیکن ان بلاؤں کو کس نے مارا ہے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔  
یہ میں بھی نہیں جانتی چلو ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے اس نے علی کو اٹھایا اور اس کے ساتھ دو لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔



کیوں کہتے ہو اور تمہاری موت کیسے ہوئی اور کرن کہاں لگی جس سے تم اتنی محبت کرتے ہو کہ تم مرے کے بعد بھی اسے تلاش کر رہے ہو آج مجھے اپنے اور کرن کے بارے میں بتاؤ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانا چاہتی ہوں۔

میں تمہیں سحر کوں یا کرن میں خود بھی نہیں جانتا پر میرا تم سے جو رشتہ ہے وہ محبت مخلص اور چاہت کا ہے جو میں ابھی بھلا نہیں سکوں گا اور تمہاری تلاش میں در بدر بھٹکتا رہا ہوں میں تمہیں شروع سے بتاتا ہوں ہم دونوں اسی گاؤں میں رہتے تھے اور آپس میں کزن تھے ہمیں پتہ بھی نہیں چلا کہ ہم ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے مجھے ہر جگہ صریح تم نظر آتی اور تم بھی مجھے بہت چاہتی تھی ہماری خوش قسمت تھی کہ ہم دونوں جلد ہی شادی کے بندھن میں بندھ گئے اور اس گھر میں رہنے لگے ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو پا کر بہت ہی خوش تھے ہماری زندگی محبت سے گزرنے لگی پھر ایک دن میں نے آکر تم سے مری کی سیر پہنا سنے کو کہا پر تم نے مانی میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ تمہیں گھاؤں سے باہر سیر و فطرت پر لے کر گاؤں کا ہمارا گاؤں چھوٹا سا ہے پر بہت ہی خوبصورت ہے ہم اکثر یہاں کچھ فاصلہ پر ایک چھلنا ہے وہاں دیر تک بیٹھے رہتے تھے سارے گاؤں اسلئے ہماری محبت پر رشک کرتے تھے آخر میری طبیعت نے آ کے تم پر غصی ہوئی اور ہم یہاں چلے آئے۔ وہ دن بہت حسین تھا ایک تم اور ایک میں ہر جگہ ہر منظر تمہارے ہونے سے مجھے حسین لگتا تھا تم بہت خوش تھی اور میں تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتا تھا تمہاری محبت پر مجھے ہمیشہ ناز رہتا تھا اسی طرح ہم وہاں مختلف مقامات پر سیر کرنے لگے ایک دن ہم مری پر چنیر لٹ پر پہنچ گئے وہاں بھی تم نے منع کیا پر میری ضد پر تم مان گئی پھر وہ ننھوں گھڑی بھی آگئی ہم چنیر لٹ پر بیٹھے تھے اور ہماروں طرف دیکھ رہے تھے اور محبت بھری باتیں کر رہے تھے کہ اچانک تمہارا

تھقلی ہیلڈ ٹوٹ گیا اور تم نے پتھر لگی میں اس اچانک حادثہ کے لیے تیار نہ تھا مجھے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ آخر میں نے جتنی لٹ سے پہلا لگ لگاؤی تم پانی میں آ رہی تھی اور پانی میں ہی غائب ہو گئی مجھے ہوش آیا تو میں نے تمہیں بہت ڈھونڈا میں مرچکا تھا پر میری روح وہی تھی جہاں تم گری تھی میں نے ہر جگہ تمہیں تلاش کیا پر تم نہ ملی میں واپس نہ گیا بلکہ تمہیں ہی تلاش کرتا رہا۔ پھر میں ایک عامل کے ہاتھ لگ گیا جس نے مجھے قید کر لیا اور مجھ پر کئی مسٹر پڑھ کر پھونکنے لگا میں ہر وقت وہاں ہی تمہاری یاد میں کم رہتا میرا پس نہیں چل رہا تھا وہاں سے اکل کر تمہیں اٹھواؤں آخر کئی سالوں بعد مجھ میں بہت سی طاقتیں آگئی وہ عامل بہت خوش تھا میں نے اسے مکمل تسلی دی کہ میں اس کے ساتھ ہوں روزانہ اس کے لیے جھنگل سے گینڈر اور دوسرے جانوروں کو لاتا اور وہ ان جانوروں کو مار کر ان کا خون پیتا تھا ایک دن وہ خون پی رہا تھا کہ میں نے اسے ختم کر دیا اور تمہاری تلاش میں دوبارہ سے شروع کر دی۔ آخر کار ایک دن تم مجھے اپنے گھر پر شیشے کے سامنے نظر آئی میں اس دن بہت خوش تھا میں اس وقت تمہارے سامنے آنا چاہتا تھا پر مجھے ہوا تو یا کہ میں تو روح ہوں اور اچانک سامنے آکچھ کر تم ڈر جاؤ گی میں نے پورا دن تمہارا ساتھ گزارا تمہیں زندہ دیکھ کر میں بہت خوش تھا اور تم ملی کو چاہتی تھی اور وہ تمہیں یہ جان کر مجھے بہت تکلیف ہوئی کہ میں خاوش رہا کیونکہ میں تو ایک روح تھا اور روحوں کے ساتھ زندگی بسر نہیں کی جاتی اس لیے میں تمہیں خوش دیکھ کر خوش ہو گیا پر خود کو روک نہ پایا اور تمہارے سامنے آ گیا پھر میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک ہر طرح سے مطمئن نہ ہو جاؤں میری پہچانی تمہارے ساتھ رہنے لگی اور پھر اب تک میں تمہارے ساتھ ہوں نہ یہ کی کہانی من کر تھرر بنچھڑا ہوتی اور بولی۔

پر کرن کہاں لگی۔ اور یہ مکان اور گاؤں کھائی

باتیں کرتے رہے۔ غور شام کو دوبارہ اپنے مکان میں آگئے علی کچھ دیر بعد سو گیا جبکہ سحر پھر وہاں سے دوسرے کمرے میں جانے لگی نذیر کی روح پہلے سے وہاں موجود تھی۔

سحر آج میں تمہیں کسی سے ملانے لایا ہوں۔

کس سے۔ سحر نے پوچھا۔

نذیر کے پیچھے سے ایک لڑکی نکلی سحر اس لڑکی کو دیکھتی ہی رو گئی وہ ہو بہو اس جیسی تھی۔ یہ میری کرن ہے تم نے پوچھا تھا کہ یہ گاؤں خالی کیوں ہے اور یہاں کے لوگ کہاں گئے تو کرن نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ تم اس کی زبان سے سن لو۔

سحر جب میں چیئر لٹ سے گری تو میں پانی میں گر گئی تھی اور وہاں نہانے والے لوگوں نے مجھے کال دیا پر ان کے مطابق علی جہاں گرا تھا اس کا سر پتھر سے ٹکرایا تھا اور پانی اسے بہا کر لے گیا تھا میں نے کافی دیر نذیر کا انتظار کیا پر وہ نہ ملا نہ آیا آخر میں کہاں جاتی اس لیے میں گاؤں لوٹ آئی یہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ ہمارے گاؤں میں قیامت برپا ہو گئی تھی یہ گاؤں بہت امن پسند تھا پر ایک دن یہاں گاؤں کے بڑے زمیندار کے گھر چوری ہو گئی جسے ایک یوسف نامی شخص نے عارف پر الزام لگادیا لوگوں نے عارف کو پتھر سے باندھ دیا اور پتھروں سے اسے مارنے لگے وہ لہو لہان ہو گیا۔ اور ان کے پتھروں سے وہ مر گیا لوگ اسے جنگل میں پھینک کر چلے گئے عارف ایک روح بن گیا۔ اس نے سارے گاؤں والوں کو مار دیا۔ میں جب یہاں آئی تو پورا گاؤں خالی دیکھ کر رونے لگی ہر ایک بابا جو عارف کی بدروح سے بچ گیا تھا اس نے مجھے سہارا دیا اور میں اس کے ساتھ رہنے لگی میں ہر وقت نذیر کا انتظار کرتی اپنے گھر یہاں بھی نہ آئی یہاں آ کر مجھے نذیر کی یاد اور سہیلی اور اس لیے بابا کے گھر رہنے لگی ایک دن میں گھر پر آئی تھی بابا باہر گئے ہوئے تھے اچانک دروازہ زور زور سے چٹا گیا میں نے جلدی

کیوں ہے۔ نذیر بولا۔

میں خود ابھی یہاں لوٹا ہوں اس بارے میں نہیں جانتا کہ ہمارا گاؤں کیسے ویران ہو گیا۔ سحر نذیر کو غور سے دیکھ رہی تھی آج اس نے پہلی بار نذیر کو نظر آٹھا کر دیکھا تھا نذیر بہت ہی خوبصورت تھا اس کا قد درمیانہ تھا پر رنگ بہت ہی سفید تھا اور اس کے چہرے پر سب سے خاص چیز اس کا ڈھیل تھا جو اسے اور زیادہ حسین بنادیتا تھا سحر اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

نذیر کرن بہت خوش قسمت تھی جسے تم جیسا حسین اور اتنی محبت کرنے والا انسان ملا تھا تمہاری محبت بہت عظیم ہے اور تم خود بھی بہت عظیم ہو جو مرنے کے بعد بھی اپنی محبت کا بھرم نبھا رہے ہو کاش میرا علی بھی تمہاری طرح ہوتا وہ بھی تمہاری طرح مجھے پیار کھاتا پر اس نے تو ایک لڑکی کی وجہ سے مجھے مارنے کا فیصلہ کر لیا تھا تمہاری جیسی محبت دنیا میں کوئی کسی سے نہیں کر سکتا پر افسوس کہ تم اب زندہ نہیں ہو سحر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو نذیر بولا۔

نہیں تم روؤ مت سب ٹھیک ہو جائیگا۔ تم صبر کرو میں ہر لمحہ تمہارے ساتھ ہوں اور میری پوچھائی تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا کر علی دم لے لی اتنا کہہ کر نذیر کی روح غائب ہو گئی۔

دوسرے دن سب نے وہاں سے جانے کا مشورہ کیا پر وہاں پر ہر طرف جنگل تھا جن سے وہ سب خوف زدہ تھے ایک طرف ایک کچا روڑ تھا وہ اس پر چلتے ہوئے ایک چھیل کنارے جا پہنچے۔

کیا سوچ رہے ہو۔ سحر نے علی سے پوچھا۔ کچھ نہیں اپنی غلطیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ خیر تم بتاؤ کہ یہ جگہ کیسی ہے۔

یہ گاؤں بہت ہی خوبصورت ہے پر میں اس بات پر حیران ہوں کہ یہاں کے لوگ کہاں گئے ہیں یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ کہ کہاں گئے اتنے خوبصورت گاؤں کو چھوڑ کر۔ پھر وہ دونوں کافی دیر تک



سے دروازہ کھولا باہر ایک طرف بابا گرا پڑا تھا اور عارف کی روح جس کا جسم خون سے بھرا ہوا تھا اور جگہ جگہ سے پٹا ہوا تھا اس نے بابا کو اپنے ماتنوں سے توج ڈال۔ پھر وہ میری طرف بڑھا میں نے بھاگ نکلی میں اس جنگل میں پھپ رہی تھی کبھی کبھی نہیں میرے پیچھے عارف کی روح لگی ہوئی تھی مجھے ایک طرف میڑھیاں نظر آئیں میں ان میڑھیوں سے بچنے اترنے لگی وہاں زمین کچھ نیلی تھی اور ایک طرف چوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا عارف کا ڈھانچہ بھی میرے پیچھے تھا پھر میں زمین پر گر گئی میرے سامنے ایک انسانی سر بڑا تھا جو گوشت سے بے نیا تھا اور اس کی خوناک آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں پھر میری ٹانگیں کسی نے زمین میں پھنسی اور میں کمر تک زمین میں دفن ہوئی۔ میرے منہ سے چھین نکلی رہی تھیں پھر ایک ہاتھ جو خون سے بھرا ہوا تھا میرے منہ کے پاس سے زمین کو چیرتا ہوا باہر نکلا اور میری گردن دیوچ لی میرے جسم میں بہت درد ہو رہا تھا اس ہاتھ کی گرفت میری گردن پر پڑتی ہی مجھے زمین کی گہرائیوں میں لے میں مر چکی تھی پر میری روح یہاں ہر وقت نذیر کا انتظار کرتی رہ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ میرا نذر ایک دن ضرور آئے گا سو آج وہ میرے پاس آ گیا۔ اتنا کہہ کر کرن چپ ہو گئی تو سحر بولی۔

مجھے تمہاری کہانی سن کر بہت ہی دکھ ہوا ہے لیکن خدا نے تم دونوں کو ملا دیا۔

ہاں لیکن اب ہم تم دونوں کو بھی ملائیں گے علی کے دل میں تمہارے لیے دن چار ڈالیں گے جو بھی ہوتا تھا یہ سن کر سحر بہت ہی خوش ہوئی اسنے میں باہر سے چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں علی بھی اٹھ گیا تھا پھر سب باہر آئے باہر لائیں پڑی تھیں علی اور سحر کے ساتھ جو لوگ آئے تھے وہ سب خون میں بھیکے ہوئے مردہ پڑے تھے علی نے سحر کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور کہا۔

سحر یہ جگہ خطرے سے خالی نہیں ہے ہمیں یہاں سے نکلنا ہوگا۔ پوری رات اور دن وہ سوچوں میں ڈوب رہے۔ علی بولا۔ ہم یہاں سے نکلیں تو کیسے نکلیں۔

سحر بولی میں ابھی آتی ہوں۔ نہیں تم مجھے چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جاؤ گی نہیں علی مجھے کچھ نہیں ہوگا میں بس دھنٹ میں آئی یہ کہہ کر سحر کمرے سے باہر نکلی ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ علی کو سحر کی چیخ سنائی دی وہ دوڑ کر باہر آیا وہاں ایک بدروح سحر کے جسم کو لوچ رہی تھی اور سحر بری طرح چیخ رہی تھی علی کچھ فاصلہ پر کھڑا تھا اس کے دیکھنے تک سحر مر چکی تھی بدروح غائب ہو گئی تھی علی سحر کی لاش سے لپٹ گیا۔ اور رونے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا سحر میں تمہارا قاتل ہوں یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے میں نہ کہیں یہاں لانا تم مجھ سے جدا ہوتی سحر میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پلیز سحر اٹھ جاؤ علی نے خود کو مارنے کا فیصلہ کر لیا اور وہاں پڑا ہوا لیک پھیرا اٹھا لیا۔ ابھی وہ مارنے ہی والا تھا کہ سحر دور سے دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی اور بولی علی یہاں مت کرنا میں زندہ ہوں علی جو اپنے خواص کھو چکا تھا سحر کو دیکھنے لگا وہ لاش غائب ہو چکی تھی سحر ایک مکان سے نکل کر آئی تھی علی بھاگ کر سحر کے پاس گیا اور اسے زندہ سلامت دیکھ کر خوش ہو گیا اور کہنے لگا سحر مجھے معاف کر دو میں بھٹک گیا تھا پر میں جان گیا ہوں کہ تم میری زندگی ہو۔

آؤ علی میں تم کو کسی سے ملاتی ہوں۔ پھر سب کچھ بتاؤں گی۔ اتنا کہہ کر وہ اس کو ایک کمرے میں لے گئی جہاں نذیر اور کرن موجود تھے علی سحر کو دیکھتے ہی بولا۔

یہ کون ہیں۔ علی یہ نذیر ہے جو ایک روح ہے اور اس کے ساتھ اس کی کرن ہے یہ دونوں مر چکے ہیں جو منظر

دونوں ان کو جاتا ہوا دیکھتے رہ گئے۔ پھر ایک گاڑی میں جا بیٹھے اور اس گاڑی نے ان کو ان کے گھر کے سامنے جاتا ہوا۔ سحر کن میں بیٹھ گئی اور علی بھی اس کے پاس بیٹھ گیا اور بولا۔

سحر کن نے مجھے معاف کر دیا ہاں دیکھو اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا کبھی بھی نہیں سوچوں گا میں بہت شرمندہ ہوں ایک بات جان چکا ہوں کہ تم میری زندگی ہو اور تمہارے جیسے مجھے اور کوئی نہیں مل سکتا۔ اور نہ ہی مجھے اب کسی اور کی ضرورت ہے اس کی بات سن کر سحر بولی۔

علی میں نے دل سے تمہیں معاف کر دیا ہے تمہیں دیکھی پریشان میں دیکھ بھی نہیں سکتی ہوں تم سے اتنا پیار کرتی ہوں کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے ہو اب دوبارہ ایسا سوچنا بھی مت مجھے خود سے دور کرنے کے بارے میں درد میں مبراؤں گی۔

علی نے کالوں کو ہاتھ لگا لیے اور سحر مکرانے لگی پھر علی نے اپنا سر سحر کی گود میں رکھ دیا اور سحر اس کے بالوں میں پیار سے ہاتھ بھرنے لگی اور سحر بھی یہ غزل سن گئیں۔

صدیوں سے ترستے ہیں تیری آغوش میں سونے کیلئے اب اگر آؤ تو نیندوں سے نہ جگانا ہم کو جی بھر کے سوئیں گے تیرے پیلو میں ہم تم اپنے ہاتھوں کی لمس سے پہلانا ہم کو ہم نے برسوں سے کئے ہیں چراغ ہو سو تم ان چراغوں کی طرح اب نہ جلانا ہم کو تیری قربت کے لیے ترپتی ہے روح تک میری تم اپنے پیار کے سائے میں چھپانا ہم کو میسر نہ ہو تیرا قرب ہمیں اسے ہم بھر جاتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے مٹی میں ملانا ہم کو قارئین کرام کسی گلی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے نواز بنے گا۔

ابھی تم نے دیکھا ہے یہ حقیقت ہونے والا تھا ہر نذر نے ایک بار پھر مجھے بچا لیا ہے اور اس بدروح کو سحر کن کر دیا ہے۔ علی میں تمہارے اور فضا کے بارے میں سب جانتی ہوں کہ تم مجھے مارنا چاہتے تھے میں نے ایک بار تمہیں گھر پر بتایا تھا کہ مجھے ایک پر چھائی دکھائی دیتی ہے تم نے یقین نہیں کیا تھا یہ وہی پر چھائی ہے جس نے ہر دم میری مدد کی تم جنگل میں ان بلاؤں کے اچانک چلنے پر حیران تھے وہ بھی نذر نے کیا تھا سب تو یہ ہے کہ تمہاری بے وفائی کے بعد نذر نے مجھے ہر لمحہ سہارا دیا۔ لیکن میں تم سے پوچھتی ہوں کہ تم نے ایک لڑکی کے پیچھے لگ کر مجھے مارنے کا انتخاب کیا فیصلہ کیوں کیا۔ سحر اپنا صبر کھو چکی تھی وہ بری طرح سے رو رہی تھی علی جو قریب ہی شرمندہ کھڑا تھا سحر کے قریب آیا اور بولا۔

سحر میں بھٹک گیا تھا ہر میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کبھی تمہیں خود سے دور نہ کروں گا میں نے جب تمہیں خود سے جدا ہوتے ہوئے دیکھا میری سانس بند ہونے لگی میں جان گیا ہوں تم میری زندگی ہو میری سانس ہو اور سانس کے بغیر بھی کوئی زندہ رہ سکتا ہے پلیز مجھے معاف کر دو۔ سحر اس کی باتیں سن کر اس کا دکھ دیکھ کر اس نے فوراً اس کو معاف کر دیا کیونکہ وہ اس کو مزید دیکھ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ پھر سحر نے علی کو نذر پر اور کرن کی تمام داستان سنائی وہ حیران ہو رہا تھا کہ کرن ہو یہ سحر کی طرح تھی۔

آؤ میں تم لوگوں کو یہاں سے نکالوں تم کو تمہاری دنیا میں پہنچا دوں نذر نے کہا۔ تم لوگ اپنی آنکھوں کو بند کر لو۔ ان دونوں نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا۔ جب آنکھیں کھولیں تو وہ اپنے شہر میں تھے۔ ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی نذر اور کرن ان کے سامنے کھڑے تھے اب ہمیں چلنا ہے مجھے میری کرن مل گئی ہے اور اب میرا دنیا میں کوئی کام نہیں ہے اتنا کہہ کر ان دونوں کی رو میں آسمان کی طرف جانے لگی اور یہ

پر چھائی

خونناک ڈائجسٹ 19

جولائی 2014



## بھید

۔۔ خالد شاہان لوہار۔ صادق آباد۔۔ قسط نمبر ۵

دوسرے دن مٹی کی تازہ دم فوج نے جنوں اور بھوتوں کی طرح ممفس شہر پر حملہ کر دیا۔ وہ قد آدم ڈھالوں کی آڑ میں میٹر میاں لے کر آگے بڑھے اور شیر کی دیوار کے نیچے پہنچ گئے۔ فرعون کی فوج نے ان پر تیر تیرے اور کھولتا ہوا تیل اندینا شروع کر دیا۔ بے شمار فوجی جل کر بھسم ہو گئے۔ مگر ان کی جگہ تازہ دم سپاہی آگئے آخر مٹی کی فوج کے کچھ سپاہی دیوار کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے تفصیل کے کئی سوہ چوں پر قبضہ کر لیا۔ فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس فتح نے مٹی کی فوج میں نئی زندگی کی ایک لہر پھونک دی۔ وہ پہاڑ بن کر شہر کے بڑے دروازے سے ٹکرائے۔ ہاتھیوں نے اس زور سے ٹھکریں ماریں کہ شہر پناہ کے دروازے اکھڑ گئے۔ اور گر پڑے مٹی کی فوج فتح کے غرے لگائی ہوئی شہر میں داخل ہوئی۔ انہوں نے مصر کا دار الحکومت فتح کر لیا۔ فرعون کی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا۔ مٹی کی فوج نے شہر میں لوٹ مار اور قتل عام شروع کر دیا۔ انہوں نے مکانوں کو آگ لگا دی۔ حویلیوں کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا۔ مٹی اپنے خاص گھوڑے پر سوار دستے کے ساتھ فرعون کے محل کی طرف بڑھتے لگا۔ فرعون نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ محل کے بڑے دروازے پر آخری مقابلہ کیا مگر اب وہ جنگ بار چکا تھا سپاہی اس کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو رہے تھے مٹی نے لڑتے لڑتے آگے بڑھ کر فرعون پر تلوار کا ایک بھر چورہ مار کیا اور اس کی گردن قلم کر کے سر نیزے پر چڑھا کر بلند کر دیا فرعون کی ملکہ کو حراست میں لے لیا اور شہزادیوں کو محل کی چار دیواری میں قید کر دیا اس کے بعد اس نے فرعون کا سونے کا تاج سر پر رکھا اور ہیرے موتیوں والے انبیائی قیمتی تخت پر بیٹھ کر اعلان کیا آج سے فرعونوں کا غرور خاک میں مل گیا ہے ممفس کے لوگ آزاد ہیں محل عام بند کر دیا جائے کسی مکان کو لوٹ کر آگ نہ لگائی جائے لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادت کریں کہیں کھیتوں کا کام کریں انہیں ہر طرح کا آرام دیا جائے گا ان پر ٹاچا کر نہیں ہٹا دیئے جائیں گے فرعون یہاں کا خدا بن بیٹھا تھا۔ مگر میں خدا نہیں ہوں میں آپ کا بادشاہ مٹی ہوں۔ ایک خوفناک کہانی

چلتے چلتے وہ جنگل سے باہر نکل آیا اب اس کے سامنے کسی گاؤں کی ہستی کا ایک چھوٹا سا بازار تھا جہاں تنگ چلتے دھڑنگ جھنڈی بچے مٹی سے کھیل رہے تھے دکانوں میں سیاہ دام جھنڈی بیٹھے تھے کالی کالی جھنڈی عورتیں چیزیں خرید رہی تھیں شاہان بازار میں سے گزر رہا تھا اس نے محسوس کیا کہ لوگ اس کے مصری لباس کو عجیب و غریب لگا ہوں سے دیکھ رہے تھے دو چار بچے اس کے نیلے رنگ کے کرتے کو دیکھ کر اس کے پیچھے تالیاں بجانے لگے شاہان کچھ گھبرا سا گیا۔ اور ایک دکان کے سامنے کھڑا ہو گیا اس دکان پر تیر کمان بک رہے تھے شاہان نے دیکھا کہ یہ تیر کمان کسی شہری دہات کے تھے جبکہ مصر میں جہاں سے وہ آ رہا تھا سیاہ دھات کے تیر کمان استعمال ہوتے تھے وہ اسی ادھیر بن میں تھا کہ جھنڈی دکاندار نے اپنی زبان میں کچھ پوچھا۔ شاہان وہ زبان نہیں جان سکا تھا۔ اس نے شاروں سے تیر کی قیمت پوچھی دکاندار نے ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔

جولائی 2014

خونفاک ڈائجسٹ 20

بھید۔ قسط نمبر ۵







شاہان نے جیب سے سونے کے چند سکے نکال کر اس کے آگے رکھ دیے تاکہ اسے جتنے سکوں کی ضرورت ہو وہ لے لے۔ دکاندار سکوں کو دیکھ کر حیران ہو گیا اس نے فوراً آواز دے کر ساتھ کے دکاندار کو اکٹھا کر لیا۔ سبھی سونے کے سکوں کو دیکھ کر حیران ہونے لگے۔ آخر ایک بوڑھا حبشی آگے بڑھا اور اس نے ٹوٹی پھوٹی پرانی قبیلی زبان میں شاہان سے پوچھا یہ سکے تم نے مصر کے کون سے اہرام سے کھودے ہیں شاہان نے کہا کہ وہ تو ابھی دور دراز پہلے مصر سے سکے جیب میں ڈال کر چلا ہے اس نے کسی اہرام سے کھودے نہیں ہیں بلکہ اپنے گھر سے لایا ہے بوڑھا آدمی سکے میں آگیا اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے سونے کے سکے تو آج سے ایک ہزار برس پہلے مصر کے فرعون آلون کے زمانے میں چلا کرتے تھے شاہان پر گویا بجلی سی گری تو کیا وہ ایک ہزار سال آگے نکل آیا ہے کیا اس کے چاچا فرعون آلون اور والدہ ملکہ نفران کو مرے ایک ہزار سال بیت گیا ہے۔ وہ اسی حیرانی میں تھا کہ جب جی بولا۔

اے نوجوان مصری۔ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ مصر کے شہر ممفس سے وہاں میرا گھر ہے مگر مصر کا شہر ممفس کو تباہ ہوئے تو ایک ہزار سال بیت گیا ہے۔ اس کے تو محض کھنڈراب باقی ہیں اب تو مصر کا دار السلطنت ممفس شہر ہے شاہان کو چکر آگیا۔ وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا دکاندار سے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔  
بوڑھے حبشی نے کہا تم مصر کے شہر سے کب روانہ ہوئے تھے۔  
میں پرسوں بارہ بانی جہاز پر بیٹھ کر وہاں سے چلا تھا۔  
تمہارا جہاز کہاں ہے۔

سمندر کے کنارے کھڑا ہے۔  
بوڑھے حبشی نے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لیا اور سمندر کے کنارے جا پہنچا لیکن وہاں دور دور کوئی بھی جہاز کھڑا دیکھا نہ دیا۔

میں تو ابھی ابھی جہاز کو سمندر کے کنارے چھوڑ کر آیا ہوں بوڑھے حبشی نے محسوس کیا کہ نوجوان مصری کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا۔ اس نے شاہان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

بے تم یہاں بیٹھ کر تر بوڑکا ٹھنڈا پانی پیو شاید تمہارے دماغ میں گری پڑ گئی ہے۔  
لیکن لیکن میں آپ سے بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں میں پرسوں مصر کے شہر سے بارہ بانی جہاز میں بیٹھ کر چلا تھا وہاں میرے چاچا آلون کو سہ سالہ لڑکے لے کر دیا تھا اور سارے دکاندار قہقہہ لگا کر فیس پڑے بوڑھے حبشی نے کہا اے نوجوان تمہارے پاگل ہونے میں اب کوئی شبہ نہیں رہا کیونکہ آلون اور اس کی ملکہ نفران کو قتل ہوئے ایک ہزار سال بیت چکے ہیں۔ ان کی قبریں بھی اہرام کے اندر پرانی ہو گئی ہیں جس پہ سالہارا مان نے انہیں قتل کر کے تخت پر قبضہ کیا تھا اس کی ہڈیاں بھی قبر میں گل مرئی ہیں۔ شاہان نے حیرت سے ان کو دیکھا اور کہا۔  
تو اب مصر پر کس کی حکومت ہے۔

سمبل کے پڑپوتے کی جو ایک کمزور حکمران ہے اور آشوری حملہ آوروں کی زد میں رہتا ہے۔ مصر کی حکومت کمزور ہو کر زوال کی طرف جا رہی ہے شاہان کو یقین ہو گیا تھا کہ آواز کی بات سچ ہو گئی ہے اور بارہ بانی جہاز میں سفر کرتے کرتے وہ ایک ہزار سال آگے نکل آیا ہے۔ سب لوگ مرکب مگئے ہیں مگر وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا یہ بات وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتا تھا اتنے میں بازار میں شور مچا اور لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔ ایک گھوڑا سوار وہاں آکر رک گیا۔

یہاں کیا ہو رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔

اے معزز سردار یہ نوجوان کہتا ہے کہ یہ فرعون آلون کے مصر سے آرہا ہے۔ حالانکہ فرعون آلون کو مصر سے ہونے ایک ہزار سال بیت چکے ہیں اس کے پاس فرعون آلون کے دور کے سونے کے سکے بھی ہیں جو آج کل کہیں بھی نہیں ملتے ہیں جیسی سوار ٹھوڑے سے اتر پڑا اس نے پہلے شاہان کو سر سے لے کر پاؤں تک ٹھوڑا اور پھر کہا اس کا لباس بھی ایک ہزار سال پرانے مصر کا ہے تمہارا ہم کیا ہے نوجوان۔

شاہان۔

تم کون ہو۔

میں مصر کا شہزادہ ہوں آلون میرا چاچا ہے۔ اور ملک نگران میری والدہ ہے سب لوگ قہقہہ دگ کر ہنس پڑے۔ سردار نے ہاتھ اٹھا کر کہا خاموش چادریں طرب خاموشی چھا گئی۔ سردار نے کہا۔ سونے ک سکے مجھے دکھاؤ۔ شاہان نے سونے کے سکے سردار کو دیئے سردار سکوں کو ہتھیلی پر لے کر غور سے دیکھنے لگا سکے بالکل نئے چمکے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ ابھی ابھی شاہی خزانے سے نکالے گئے ہوں۔ کھدائی میں نکلے ہوئے سکے سیاہ پڑھ چکے تھے سردار بھی چکر میں آ گیا۔ اس نے پوچھا۔

تم مصر سے کس طرح یہاں پہنچے۔

اپنے باوبالی جہاز پر۔

تمہارا جہاز کہاں کھڑا ہے۔

میں جہاز کو ساحل سمندر پر چھوڑ کر آیا تھا لیکن لوگ کہتے ہیں کہ وہاں سمندر کنارے کوئی بھی جہاز نہیں ہے۔ میں خود حیران ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

بوڑھے جیسی نے کہا معزز سردار سمندر خالی ہے وہاں کوئی جہاز نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نوجوان کے دماغ میں گری چڑھ گئی ہے۔

سردار نے شاہان کی بیٹی دیکھی اور کہا۔ تمہیں بخار معلوم ہوتا ہے

شاہان نے کہا۔ میں خود جکیم ہوں۔ اور مجھے ابھی طبع معلوم ہے کہ میں تندرست ہوں۔

پھر تم پاگلوں جیسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم ایک ہزار سال پیچھے سے زندہ سلامت چلے آ رہے ہو۔

یہ حقیقت ہے معزز سردار میں نے جہاز میں ایک ہی دن میں ایک ہزار سال عبور کر لیے ہیں۔ لوگوں نے پھر قہقہے لگائے اور شاہان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ سردار نے لوگوں کو چپ کراتے ہوئے کہا۔

میرے ساتھ آؤ نوجوان تمہیں آرام کی ضرورت ہے اس بستی میں تمہیں میری حویلی کے سوا اور کہیں آرام نہیں ملے گا جیسی سردار شاہان کو ساتھ لے کر اپنی حویلی میں آ گیا سردار کی حویلی اس بستی کے کنارے پر تھی اس کے ارد گرد زیتون اور مجوروں کے درختوں کا بڑا گھنا اور بڑا خوبصورت باغ تھا جہاں سیاہ پتھر کے تخت بچھے ہوئے تھے سردار شاہان و دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں دیواروں پر نگاروں اور نیزے سجے تھے فرش پر حسین اور قیمتی ایرانی قالین اور عربی ریشم کی چادریں تھیں سردار نے پوچھا کیا کھاؤ پیو گے۔

مجھے بھوک نہیں ہے اور پیاس بھی نہیں ہے۔ سردار اس پر اس نے تالی بجاتی۔ ایک جیسی خادمہ چائے کے طشت میں تازہ کٹا ہوا رس دار تر بوڑا اور مجوروں لے کر اندر آئی اور ان کے درمیان رکھ دیا اور واپس چلی گئی سردار



نے کہا۔ اب مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو اور یہ ایک ہزار سال پرانے سونے کے سکے تم نے کہاں سے حاصل کئے ہیں شاہان نے شروع سے لے کر آخر تک کہانی سچ سچ سنا دی سوائے اس کے کہ وہ نئے دور کی دنیا سے آیا ہے کیونکہ یہ بات یہاں آتے ہی وہ بھول چکا تھا یہاں اس کے ذہن سے بھلا دی گئی تھی بحر حال سردار اس کی بات سن کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اسے شاہان کی باتوں سے صاف ملوم ہو رہا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا ہے مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ہزار سال سے زندہ ہے اور اسے موت نہیں آئی اس کے باوجود شاہان کی باتوں پر یقین نہیں کر سکتا تھا کیونکہ کوئی بھی انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے ایک ہزار سال زندہ نہیں رہ سکتا سردار نے کہا شاہان تم آرام کرو شاید فیئد پوری کر لینے کے بعد تمہارے دماغ پر اچھا اثر پڑے۔ اب شاہان نے پوچھا۔

اس ملک کا نام کیا ہے۔ جہاں اس وقت موجود ہوں۔

تم اس وقت ملک افریقہ میں ہو اور یہاں بتنی ہال کی حکومت ہے میں صوبے کے گورنر کا بھانجا ہوں اور اس بستی کا سردار ہوں مصر میں فرعونوں کی حکومت قائم ہو چکی ہے اور اس وقت وہاں خاندانی جنگیں ہوتی ہیں اس کے پڑپوتے فرعون کو لوگ قتل کرنے کی فکر میں ہیں ہمارا بادشاہ بتنی مصر پر حملہ کرنے والا ہے پھر مصر پر ہماری حکومت ہوگی شاہان نے کہا۔

مجھے یقین نہیں آ رہا۔

سردار نہیں پڑا تم ہمارے لباس اور اپنے لباس کو دیکھو اور اپنی زبان ہماری زبان کو دیکھو اپنے سونے کے سکوں اور ہمارے چمڑے کے سکوں کو دیکھو اپنی پرانی بھیدی تلوار اور ہماری تلوار دیکھو بتنی کی بات کے تیر کمان دیکھو کیا تمہیں ان سب میں ایک ہزار سال کا فرق دکھائی نہیں دیتا۔

شاید تم ٹھیک کہتے ہو سردار۔

اچھا اب تم آرام کرو صبح باتیں ہوں گی۔ سردار چلا گیا۔ شاہان اکیلا بستر پر لیٹ کر غور کرنے لگا۔ کہ خدا جانے اب حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں وہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا گیا ہے اب یہ معلوم نہیں کہ اسے تاریک کے کس کس دور سے کون کون سی مہمیں برداشت کرتے ہوئے گزرنا ہوگا۔ جس بات کا اسے یقین تھا کوئی اس پر اعتبار نہیں کرے گا اس لیے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اسی ملک کے لوگوں کا بھیس بدل کر رہنے گا اور اب کسی سے نہیں لگا کہ وہ ایک ہزار سال سے زندہ آ رہا ہے۔ جیسی سردار ساری رات غور کرتا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ افریقہ کا بادشاہ بتنی مصر پر حملہ کر کے اسے فتح کرنا چاہتا ہے اگر سردار اس سلسلے میں بتنی کی مدد کرے تو وہ دونوں میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر سکتا ہے اسکے لیے ضروری تھا کہ شاہان کو استعمال کیا جائے اور اسے مصر کے تازہ ترین حالات معلوم کرنے کے لیے اس سے جاسوسی کرائی جائے سردار نے فیصلہ کر لیا کہ وہ شاہان کو ساتھ لے کر بادشاہ بتنی کے دربار میں جائے صبح اٹھ کر اس نے شاہان کے ساتھ ناشتہ کرا اور کہا۔

شاہان میں چاہتا ہوں کہ تم ہمارے ملک میں آئے ہو تو تمہاری ملاقات بادشاہ بتنی سے کر لی جائے وہ تم سے مل کر یقیناً بہت خوش ہوگا کیا تم ہمارے بادشاہ بتنی سے ملنا چاہو گے۔ شاہان نے سوچا کہ اب اسے اپنے آپ کو تاریخ کے حوالے کر دینا چاہیے جو ہوگا دیکھا جائے گا اسے بھی اس کی خواہش تھی کہ ایک معمولی مسافر کی طرح ایک سردار کی جگہ میں پڑا رہنے سے بہتر ہے کہ دربار میں کوئی اعلیٰ مقام حاصل کیا آخر وہ مصر کا شہزادہ ہے وہ اس ماحول میں ہرگز نہیں رہ سکتا سردار نے اس کے دل کی بات کہی تھی وہ تو چاہتا تھا کہ بادشاہ تک رسائی حاصل

کرے سردار نے خوش ہو کر کہا۔ بس تھیک ہے ہم کل ہی دارالحکومت ایلام کی طرف روانہ ہو جائیں گے دوسرے دن سردار اپنے محافظوں اور شاہان کو ساتھ لے کر ایلام کی طرف روانہ ہو گیا ایلام افریقہ کی اس بہتی سے نین دن کی مسافت پر تھا اعلیٰ نسل کے تازہ دم عربی گھوڑوں پر سوار سردار اور شاہان نے یہ سفر دونوں اور دوپہر میں طے کر لیا۔ تیسرے دن انہیں دوسرے ایلام شہر کی فیصل نظر آنے لگی ایلام کا شہر بہت بڑا تھا اس کے ارد گرد ایک بڑی مضبوط چوڑی فصیل تھی جس کے چار دروازے تھے فیصل کے ارد گرد پانی سے بھری ہوئی ایک گہری کھائی چلی گئی تھی فیصل کے برجوں پر بروقت پہرے دار موجود رہتے تھے ایلام کے اندر بادشاہی کا شاندار محل تھا شہر کے بڑے دروازے سے داخل ہوتے ہی پہریداروں نے انہیں روک لیا۔ سردار نے اپنی شاہی آنکھی دیکھائی پہریداروں نے ادب سے سر جھکا دیا اور بگل بجا کر سردار کا خیر مقدم کیا شاہان بڑی شان سے سردار کے ہمراہ شہر میں داخل ہو گیا شہر میں ہر طرف چہل پہل تھی لوگ ذرق برق لباس میں ملیں تھے اور خوش حالی دکھائی دے رہی تھی دکانوں کے اندر منگ اور قیمتی جواہرات چاندی کے برتنوں اور قیمتی قسم کا سامان بھرا ہوا تھا کارواں سرداروں کے باہر سپاہی اور مزدور کٹڑی کے تختوں پر بیٹھے بھلوں کا دس لہا رہے تھے ایک بازیگر چوک کے بیچ میں رہی تانے اس میں رقص کر رہا تھا اور لوگ تالیاں بجا رہے تھے مندر میں ڈھول پیٹے جا رہے تھے۔ سردار ایک شاندار حویلی کی ڈیوڑھی میں آگیا یہاں دیواروں پر بیش قیمت قالین ہرن اور شیر کی کھالیں لگے تھیں زمین پر کم خواب کا فرش بچھا ہوا تھا چاندی کی تپائیوں پر دھنیں صراحیوں میں انگوروں کا رس بھر رہا تھا جگہ جگہ دیوار گیلوں میں چاندی کے تمعدان لگے تھے جس میں زیئوں کا تیل پڑا ہوا تھا اس رات سردار نے شاہان کے اعزاز میں دعوت دی اور شہر کے معززین کو بھی بلایا۔ سردار نے ان سب سے شاہان کا تعارف کرتے ہوئے کہا یہ میرا دوست اور ایک بہادر شاہی سردار ہے وہ شاہان کو مبصر کا باشندہ ظاہر نہیں کرتا چاہتا تھا کہ لوگ ایلام میں لوگ مصریوں کو ہٹا دشمن خیال کرتے تھے اور ان سب کو معلوم تھا کہ بادشاہ ہنئی مصر پر بڑے عالی کی غاریاں کر رہا ہے۔ دوت میں کئی مہینے ہرن موخر گوش اور نبل گائے ذبح کئے گئے دسترخوان پر ہر قسم کا بھونا ہوا گوشت طرح طرح کے پھل خشک پاداموں کے آنے کی روٹی اور انگوروں کا رس موجود تھا دعوت چاندی تھی ہر طرف ایک شور و غل مچا ہوا تھا کہ سردار شاہان کو ساتھ لے کر حویلی کے باغ میں آگیا سنگ مرمر کے حوض میں سرخ مچھلیاں تیر رہی تھیں اور غوارے چل رہے تھے سردار نے کہا۔

شاہان بادشاہ سے کل ملاقات ہوگی میں نے ہنئی ہال بادشاہ کو پیغام بھجو دیا ہے اور سنو میں تمہیں بادشاہ سے شام کے ایک سردار کا بہادر بیٹا کہہ کر ملاؤں گا یاد رکھو بادشاہ کو یہ کسی صورت میں معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم مصری ہو ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ تم مصر کے شاہی دربار میں کچھ عرصہ گزار چکے ہو۔

شاہان بولا۔ سردار جیسا تم کہتے ہو ایسا ہی ہوگا اگر تمہاری یہی مرضی ہے کہ میں بادشاہ پر یہ ظاہر نہ ہو کہ میں مصر کا شہزادہ ہوں تو ایسا نہیں ہوگا۔

اس میں تمہاری بھلائی ہے شاہان۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ہنئی کے دربار میں اعلیٰ مقام دلواؤں کیا تمہاری یہ خواہش نہیں کہ تم شاہی لباس میں بادشاہ کے دربار میں بیٹھو۔

ضرور میں تو یہی چاہتا ہوں بلکہ میری شروعاتی سے یہی خواہش رہی ہے کہ دربار میں رہوں۔

تو پھر میں جس طرح کہتا ہوں اسی طرح عمل کرنا پھر تم بہت جلد دربار میں وہ مقام حاصل کرو گے کہ بڑے بڑے درباری تم پر رشک کریں گے۔



نکرنہ کرو سردار۔ میں تمہاری ہر ہدایت کے مطابق آگے چلوں گا تم جو کچھ کہو گے اسی پر عمل کروں گا شاہنشاہ  
شاہان مجھے تم سے یہی امید تھی اور پھر تمہاری بھلائی بھی اسی میں ہے کل ہم دربار میں بیٹھیں گے بے شک۔

دوسرے دن سردار نے شاہان کو بڑا قیمتی اور شاندار لباس پہنایا۔ خود بھی شاہی خلعت زیب تن کیا اور سچے  
سجائے گھوڑوں پر سوار ہو کر شاہی محل کی جانب چل پڑا شاہی محل شہر کے درمیان میں ایک اونچے نیلے پرداخ تھا  
سنگ مرمر کی سترھیوں والا راستہ محل کے بڑے دروازے تک جاتا تھا دروازے پر دربان نے انہیں روکا۔ سردار  
نے اپنی شاہی انگلی دکھائی تو دروازہ کھل گیا۔ اب وہ محل کی چار دیواری میں داخل ہو چکے تھے یہ محل مصر کے  
بادشاہوں کے محل سے بالکل مختلف تھا محل کے ستون ٹھکانے تھے اور محرابیں بھی ٹھکانوں کی شکل میں تھیں سارے کا  
سار محل سرخ پتھر کا بنا ہوا تھا اور اس پر کسی تلے کا گمان ہوتا تھا سردار شاہان کو ساتھ لے کر دربار کے بڑے ہال  
میں آ گیا یہاں درباریوں نے سردار سے ملاقات کی سردار نے تمام درباریوں کا شاہان کا یہ کہہ کر تعارف کروایا  
کہ وہ شام کے ایک سردار کا بیٹا ہے اور بادشاہ سلامت کی قدم پوی کا شرف حاصل کرنے آیا ہے یقیناً یہ شاہی  
نوجوان ہمارے عقیم ترین شہنشاہ سے مل کر بہت خوش ہو گا شاہان نے کہا۔  
کیوں نہیں مجھے شہنشاہ کی محبت ہی یہاں تک پہنچائی ہے۔

سردار بہت خوش ہوا کہ شاہان نے ٹھیک اس کی ہدایت پر عمل کیا ہے اس نے اپنے ہال میں سارا محل طبل اور تاشوں کی تیز  
آوازوں سے گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی سارے درباری اپنی اپنی جگہوں پر ادب سے سر جھکائے کھڑے  
ہو گئے سارے دربار میں گہرا سناٹا چھا گیا جہاں ایک پل پہلے اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز سنا نہیں دیتی تھی  
وہاں اب ایسی خاموشی چھا گئی تھی کہ اگر ایک ٹکا بھی گرے تو اس کی آواز آ جائے۔ معلوم ہوا کہ بادشاہ سلامت  
مٹی تشریف لارہے ہیں لمبے تڑنگے فوجی سپاہیوں کا دستہ ہتھیاروں سے لیس دربار میں داخل ہو کر تخت کے پیچھے  
کھڑا ہو گیا اس کے ساتھ ہی اخریقہ کا جابر اور سنگ دلی بادشاہ مٹی دربار میں داخل ہوا وہ فوجی لباس میں تھا تلوار  
اس کے پہلوں میں ٹھک رہی تھی اس کے سر پر سونے کا تاج تھا بازوؤں میں سونے کی زنجیریں جڑھی ہوئی تھیں  
اس کی شکل بڑی ڈروائی تھی مٹی سیاہ داڑھی مونچھوں میں چہرہ دانے کی طرح چمک رہا تھا۔ آنکھیں سرخ چپتے کی  
مانند تھیں وہ آگے بڑھ کر سنگ سرخ کی سیرھیاں چڑھتا ہوا تخت پر بیٹھ گیا۔ اس تخت پر دنیا جہان کے قیمتی ہیرے  
جو اہرات چڑے ہوئے تھے اس کا ہاتھ کا اشارہ کیا اور ایک بوڑھے درباری نے آگے بڑھ کر کہا۔

حضور کا سایہ عایا پر سلامت رہے تمام درباریوں نے سر جھکا کر کہا پھر دربار دربار نے آگے بڑھ کر سر جھکایا  
اور بادشاہ کے قدموں پر مقدس تیل کا نشان بنادیا۔ پھر وہ اسی طرح اگلے قدموں پر واپس آ کر ایک طرف چپ  
چاپ سر جھکائے کھڑا ہو گیا۔ وزیر دربار چوڑے کی دستاویز کھول کر پڑھنے لگا تھا کہ مٹی نے بلند آواز میں کہا  
ہمارے بھانجے سردار ایمات کو پیش کیا جائے سردار درباریوں کی قطار میں سے باہر نکل آیا اس نے تخت کے پاس  
جا کر دو بار جھک کر مٹی کو سلام کیا۔ اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ مٹی نے پوچھا  
ایمات وہ شاہی نوجوان کہاں ہے جس کو تم ہم سے ملانے کے لیے لائے ہو۔

خدمت القدس میں حاضر ہے عالی جاہ۔

اسے پیش کرو۔

جو حکم عالی جاہ اس کے ساتھ ہی سردار نے اشارہ کیا شاہان شاندار شاہی لباس میں ملبوس آگے بڑھا  
اور بادشاہ کو تین بار سلام کیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ دربار میں ایک سکتہ طاری تھا شاہان ان کے مطابق

بادشاہ کو سلام نہیں کیا تھا۔ وزیر جنگ نے آگے بڑھ کر شاہان کی گردن کو جھکانا چاہا مگر ہٹنی نے ہاتھ اٹھا کر کہا اسے مجبور نہ کیا جائے۔ دربار میں سناٹا طاری ہو گیا ہٹنی نے پوچھا۔  
اسے فوجیوں تم کہاں سے آئے ہو۔

شاہان نے سردار کے رٹے رٹائے فخر سے دہرائے۔ ہٹنی تخت سے اتر کر شاہان کے قریب آیا شاہان نے دیکھا کہ ہٹنی ایک ہٹا کٹا حنومند آدمی ہے۔ ہٹنی نے شاہان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ شاہان کی رگوں میں بھی شامی خون گردش کر رہا تھا اگر وہ بھی شامی خاندان سے نہ ہوتا تو شاید ہٹنی کی خوفناک نظروں کو برداشت نہ کر سکتا تھا مگر شہزادہ ہونے کی وجہ سے وہ دربار میں ایک سنگ دل اور جاہل بادشاہ کے سامنے بڑے وقار اور جرات کے ساتھ کھڑا تھا ہٹنی فوجیوں شاہان کی جرات اور پروقتار شخصیت سے بہت متاثر ہوا کہنے لگا تمہاری نیلی آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم شام کے مصری سرحد کے قریب رہنے والے ہو۔ یہ سوال بڑا خطرناک تھا سردار نے اس پر غور ہی نہیں کیا تھا وہ پریشان ہو گیا۔ کہ لہجے نے شاہان اس کا کیا جواب دے مگر شاہان بادشاہوں کے مزاج اور دربار کی سیاست کو اچھی طرح جانتا تھا اس نے فرعون کا عظیم الشان شازشوں والا دربار دیکھا تھا ہٹنی کا دربار اسے ڈرا نہیں سکتا تھا اس نے جھٹ سے کہا۔ جہاں پناہ آپ کا اندام بالکل درست ہے میرے دادا شام کے مصری سرحد کے رہنے والے ہیں ہٹنی نے اچانک فصر میں آکر کہا۔  
مگر تم مصری نہیں ہو ٹھیک ہے ناں۔

شاہان جھٹ سے بولا میں مصری نہیں ہوں عالی جاہ مصریوں سے میرے آباؤ اجداد کو قتل کر کے ان کی جاگیر پر قبضہ کر لیا تھا میں تو مصریوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔

ہٹنی نے خوش ہو کر کہا۔ شاہا ش شاہا ش۔ ہمیں ایسے فوجیوں کی ضرورت تھی میرے بھائی نے تمہاری بہت تعریف کی تھی تم دربار کے بعد مجھ سے ملنا شاہان نے سر جھکا کر کہا جو حکم عالی جاہ۔

دربار برخاست ہو گیا ہٹنی چلا گیا درباریوں نے شاہان اور سردار کو گھیر لیا اور شاہان کی جرات کی داد دینے لگے شام کو سردار ہٹنی کے خاص محل میں آ گیا ہٹنی کمرے کے وسط میں کھڑا زمین پر بیٹا ہوا جنگ کا نقشہ دیکھ رہا تھا اس نے اپنے بھائی کو اندر آتے دیکھا اور پھر بڑے غور سے نقشے کو دیکھنے کے بعد سردار کی طرف پلٹ کر بولا۔  
کیا یہ شامی سردار کا بیٹا مصر کے درباریوں سے واقف ہے۔

جہاں پناہ یہ فوجیوں اپنے باپ کے ساتھ کئی برس فرعون کے دربار میں رہا ہے۔  
ہٹنی نے زمین پر زور پر پاؤں مارتے ہوئے کہا۔ پھر تم کیوں نہیں مصر روانہ کرتے اسے کیا تمہیں اس پر بھروسہ نہیں ہے۔

سردار نے کہا۔ پورا پورا بھروسہ ہے جہاں پناہ۔  
ہٹنی بولا ہوں اگر اس نے غدار کی ٹی تو میں مصر پہنچ کر اس کا سر قلم کر دوں گا۔  
وہ ایسا نہیں کرے گا۔ عالم پناہ اسے آپ سے عقیدت ہے سردار نے یقین دلایا۔  
ٹھیک ہے اسے کل زبرد جواہرات دے کر مصر روانہ کر دو اور کہو کہ مصری فوج کی پوری پوری تعداد کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر کے جلد میرے پاس آئے

جو حکم عالم پناہ۔ سردار نے جھک کر کہا اور وہیں اپنی حویلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں وہ یہی سوچتا آ رہا تھا کہ اگر شاہان نے پوری کی پوری جاسوسی کی تو ہٹنی کی طرح ہٹنی ہوگی اور اسے ضرور کوئی بڑا عہدہ انعام میں



مل جائے گا۔ سردار اسی عہدے کے لالچ میں شاہان کو مصر میں جاسوسی کرنے کے لیے بھیج رہا ہے شاہان اس لیے مصر جانے پر جانے پر راضی ہو گیا تھا کہ وہ اپنی ماں کی قبر پر واپس جانے کے علاوہ یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا واقعی ایک ہزار برس گزر چکے ہیں اور جیسس کا شہر تباہ ہو کر کھنڈر بن چکا ہے۔

رات کو سردار اپنے ساتھ شاہان کو ایک قبوہ خانے میں لے گیا۔ یہ قبوہ خانہ شہر ایلام کے مشرقی دروازے کے پلو میں تھا یہاں لوگ گھڑی کی چوکیوں کے ارد گرد بیٹھے قبوہ دیکھتے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہیں کوئی سیاہی جنگ میں اپنی بہادری کی کہانی سنارہا تھا کہیں کوئی چوہا پاری دوسرے تاجر سے کاروبار کی بات کر رہا تھا کہیں کوئی طالع سمندر کے عجیب و غریب واقعات سنارہا تھا۔ قبوہ خانے کے اندر ہلکا سا شور مچ رہا تھا سردار کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر قبوہ خانے کا مالک لپک کر آگے بڑھا اور اس نے جھک کر سلام کیا۔

اگر حضور پسند فرمائیں تو میں سیاہ انگوروں کی تیل کے نیچے تخت بچھا دوں۔

سردار نے کہا۔ ہاں وہاں مناسب رہے گا یہاں شور ہے ہم کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔  
جو حکم حضور۔

قبوہ خانے کے مالک نے اسی وقت قبوہ خانے کے عقب میں سیاہ انگوروں کے باغ میں مشعل جلا کر سنگ سرکا تخت بچھا دیا اور اوپر فرطوم کا سفید کھس ڈال دیا شاہان اور سردار وہیں بیٹھ گئے قبوہ آگیا۔ اور وہ قبوہ دیکھتے ہوئے باتیں کرنے لگے شاہان نے قبوہ کی تعریف کی اور کہا۔  
ایلام میں قبوہ بہت ہی لذت بخش ہوتا ہے۔

سردار بولا۔ جنوبی افریقہ اپنے لذت بخش اور خالص قبوہ کے لیے مشہور ہے اس کے بعد وہ بتنی کے دربار کی باتیں کرنے لگے شاہان بتنی کی مردانہ جاہت اور سپاہیانہ شخصیت سے بہت متاثر ہوا تھا سردار نے مناسب موقع دیکھ کر بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

شاہان تم مصر جا کر وہاں بعض ضروری معلومات حاصل کر کے لاؤ بتنی مصر پر آفری اور فیصلہ کن حملہ کرنا چاہتا ہے لیکن اس سے پہلے وہ مصری فوج کی تعداد کے بارے میں مکمل تفصیل چاہتا ہے۔ شاہان کو معلوم تھا کہ سردار اس سے یہی بات کہنے چاہتا تھا اور وہ مصر جا کر یہ معلومات فراہم کرنے کے لیے وہی طور پر راضی بھی تھا کہ مصر کے فرعون نے اس کی والدہ اور چچا کو قتل کر کے اس خاندان کی بنیاد ڈالی تھی جو آج وہاں حکمران تھا شاہان چاہتا تھا کہ اس کا خاندان کی انتہا سے انتہا بجا دی جائے تاکہ وہ اپنی والدہ کے قتل کا انتقام لے سکے پھر بھی وہ سردار پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ جاسوسی کرنے پر صرف اس کی خاطر راضی ہو رہا تھا اس نے کہا۔

معزز سردار۔ جاسوسی اچھا کام نہیں لیکن میں تمہاری خاطر کام بھی کر لوں گا لیکن میری ایک شرط ہے۔  
میں تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔

شرط یہ ہے کہ اگر میری معلومات اگر درست ہوئی تو میں بتنی کے دربار میں ایک عہدہ طلب کرنے میں حق بجانب ہوں۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں دربار میں عہدہ دلواؤں گا۔

تو پھر میرے مصر جانے کا بندوبست کیا جائے۔

سردار بہت خوش ہوا کہ شاہان نے بہت جلد اس کی بات مان لی تھی مگر نہ اسے خیال تھا شاہان تو مصر کے شاہی خاندان سے اپنی والدہ کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ سردار نے اسی روز شاہان کے مصر کی طرف کوچ کرنے کا

بندوبست کر دیا شاہان کے ساتھ اس نے چھ سو اوروں کا ایک دستہ جن کا فرض یہ تھا کہ وہ شاہان کو اپنی حفاظت میں مصر کے سرحد پر چھوڑ کر واپس آ جائیں مگر اندھیرے میں چھوٹا سا قافلہ مصر کی جانب روانہ ہو گیا۔ ایلام شہر سے مصر کی سرحد سات دن رات کی مسافت پر تھی۔ دن کے وقت یہ لوگ سفر کرتے ہوئے رات کو کوئی مناسب جگہ دیکھ کر بڑاؤ کر لیتے۔ چھٹے روز شام کے وقت یہ لوگ صحرا میں سفر کر رہے تھے کہ اچانک آسمان پر دھندلی چھا گئی ہو اندھیرا ہو گیا۔ سپاہیوں نے فوراً ایک جگہ ریت میں خیمے لگا دیے شاہان نے سفر جاری رکھنے کے لیے کہا تو سپاہی نے کہا۔

سردار بڑا زبردست آدمی کا طوفان آ رہا ہے۔ اگر ہم نے خیموں میں پناہ نہ لی تو ہم ریت کے تودوں میں دب کر رہ جائیں گے اور ایسا ہی ہوا ابھی وہ مشکل خیمے کے اندر کھس کر لیٹے بھی نہ تھے کہ خیمے کے باہر آدمی چلنا شروع ہو گئی۔ یہ آدمی اس قدر تیز تھی کہ خیمے کے باہر ہزاروں غیر وحازتے محسوس ہو رہے تھے ساری رات آدمی چلتی رہی سپاہی خیموں کو ہاتھوں اور پاؤں سے تھامے رہے ہر لمحہ یہی فکر تھا کہ ابھی خیمہ اڑ جائے تھوڑی دیر کے بعد سپاہی تیز آدمی میں باہر نکل کر خیمے کے اوپر پڑی ہوئی ریت صاف کرتے اگر وہ ایسا نہ کرتے تو یقیناً ریت کے نیلے تلے دب کر رہ جاتے رات کے پچھلے پہر طوفان ختم گیا آسمان ایک تم صاف ہو گیا انہوں نے خیموں سے باہر نکل کر دیکھا صحرا کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا جہاں پہلے نیلے تھے وہاں صحرا تھا اور جہاں پہلے صحرا تھا وہاں اب ریت کے بڑے بڑے نیلے کھڑے ہو گئے تھے انہوں نے خیمے اکھاڑ کر گھوڑوں پر رکھے اور ستاروں کی رہنمائی میں سفر شروع کر دیا۔ صبح کو سورج نکل آیا اور بدلتی کی شہنشاہ میں بھیگتی بھنڈی ریت ایک پہر دن گزرنے کے بعد انگاروں کی طرح گرم ہونا شروع ہو گئی مگر انہوں نے پاؤں کے گرد چھوڑا لپیٹ رکھا تھا اور سروں پر دھوپ سے بچنے کے لیے ٹھامے باندھے رکھے تھے۔ دو پہر کے وقت انہوں نے ایک ٹھکانہ میں بڑاؤ کیا یہ ٹھکانہ صحرا کے بیچ میں تھا جنت کا ٹکڑا معلوم ہو رہا تھا سمجھدوں کے جذب کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں چشمہ بہہ رہا تھا اس چشمے کا پانی بڑا شہنشاہ اور بیٹھا تھا انہوں نے خود بھی مٹی بھر کر پیا اور گھوڑوں کو بھی نہلا کر پانی پلایا۔ تیسرے دن جب دھوپ ڈھلنے لگی تو وہ ایک بار پھر تازہ دم ہو گئے اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ساری رات وہ صحرا میں ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں سفر کرتے رہے ستارے آسمان پر پڑے پڑے پہرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے سپاہی ستاروں کی رہنمائی میں چلنے کے عادی تھے چنانچہ جب رات ڈھل گئی اور آسمان پر صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے لگی تو انہیں دور ملک مصر کے اہرام دکھائی دیے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مصر کی سرحد میں داخل ہونے والے تھے سرحد کے پاس آ کر سپاہیوں نے شاہان کو خدا حافظ کہا اور واپسی ایلام کی سمت مڑ گئے۔

شاہان ملک مصر کی سرحد پر اکیلا ہی کھڑا تھا یہ وہ ملک تھا جہاں کی آب و ہوا میں وہ مل کر جوان ہوا تھا۔ اور جس کے ایک فرعون نے اس کی والدہ کو زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا اس کا دل انتقام کی آگ میں جھلنے لگا اسے یوں محسوس ہوا کہ اگر اس نے ارمان فرعون کے خاندان سے انتقام لیا تو اس کی ماں اور نیک دل چاچا کی روح تڑپتی رہے گی مصر کی سرحد میں وہ ایک ہزار سال کے بعد داخل ہوا تھا اس اثنا میں جانے کتنے ہی فرعون مصر کے تخت پر بیٹھ کر مر چکے تھے اس وقت مصر کے تخت پر سہل کا پڑپوتا تھا وہ ایک کمزور اور پیش پسند فرعون تھا اپنے آرام کی خاطر وہ لوگوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح نکل کر وادیا تھا۔ ہر طرف خانہ جنگی کا سماں تھا مصر کی سلطنت دم توڑ رہی تھی سرحدوں پر چاروں طرف سے چھوٹے چھوٹے ملک حملہ کرتے ہوئے لوٹ مار کر کے واپس بھاگ جاتے ملک میں ہر طرف ایک افراتفری مچی ہوئی تھی جس وقت شاہان مصر کی سرحد میں داخل ہوا تو اسے چند ایک



مصری فوجیوں نے روک لیا۔

کون ہو تم اور کہاں سے آرہے ہو۔ شاہان اس وقت ایک شہر شہر بھر کر بیماروں کا علاج کرنے والے حکیم کے بھیس میں تھا اس نے کہا میرا نام شاہان حکیم ہے۔ میں فلسطین کے صوبے سے آرہا ہوں میں دہلی اور بیمار انسانوں کا علاج کرتا ہوں سپاہی نے کہا۔

تم ٹھیک وقت پر تکی آئے ہو۔ ہمارا ایک سپاہی کل سے سخت بیمار ہے اس کا علاج کرو اگر تم نے اسے تندرست کر دیا تو تمہیں سرحد عبور کرنے کی اجازت مل جائے گی۔ مگر نہ تمہیں اسی جگہ قتل کر دیا جائے گا شاہان دل میں گھبرا گیا۔ کہ وہ یہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسے اپنی دوائیوں اور خدائے واحد پر بھروسہ تھا اس نے کہا۔

مجھے مریض کے پاس لے چلو۔

آؤ میرے ساتھ۔ پہرے دار نے کہا اور شاہان کو لے کر ایک چوکی کی طرف کوچہ کوچی میں داخل ہو گیا۔ کوچہ کوچی کے اندر ایک مصری سپاہی کھجور کی چٹائی پر بڑا ہوا تھا۔ وہ نیم بے ہوش تھا۔ بخار سے اس کا جسم جھک رہا تھا شاہان نے اس کی بغض دیکھی پھر اس کی آنکھوں کو کھول کر دیکھا اپنی صندوقچی میں سے جڑی بوٹیوں کا عرق نکال کر مٹی کے پناے میں ڈالا اور بے ہوش سپاہی کے حلق میں انڈیل دیا اس کے بعد اس نے ٹھنڈی ریت کا لیپ اس کے ماتھے پر کرنا شروع کر دیا۔ ریت گرم ہو جاتی وہ اسے اتار کر اس کی جگہ تازہ ریت کا لیپ کر دیتا۔ چند گھنٹوں میں مریض کا بخار ٹوٹ گیا۔ اور اس نے آنکھیں کھول دیں سپاہی پہرے دار بہت خوش ہوئے اور انہوں نے شاہان کو سرحد عبور کرنے کی اجازت دے دی شاہان نے رب عظیم کا شکر ادا کیا کہ اس کی جان عذاب سے چھوٹ گئی۔ مصر کی سرحد سے ایک کچا راستہ جو کہ پتھروں سے ڈھلا ہوا تھا اہرام کی طرف جاتا تھا شاہان گھوڑے پر سوار ہو کر اس راستے پر سے گزرتا ہوا اہرام کے کھنڈروں کے پاس پہنچ گیا۔ اسے یاد آرہا تھا کہ آج سے ایک ہزار برس پہلے جب وہ ان اہرام میں آیا کرتا تھا تو ابھی اس کی بنیادیں کھودی جا رہی تھیں مگر ایک ہزار برس گزر جانے کے بعد آج اس اہرام کے پتھروں کے ٹکڑے ٹکڑے تھے اور جگہ جگہ خشک جھاڑیاں اگ رہی تھیں وہ زمانے کی بے رحم تبدیلیوں پر غور کرتا ہوا آگے گزر گیا۔

سرحد عبور کرتے ہی اسے معلوم ہو گیا تھا کہ فرعون کو قتل کر کے فرج کے سپہ سالار مہانے تخت پر قبضہ کر لیا ہے اس وقت مصر فرج کی حکومت تھی راستے میں شاہان کو کئی ایک فوجی دستے ملے جو گشت کر رہے تھے شاہان اسے سلام کرتا ہوا آگے گزر گیا۔ سب سے پہلے جو بہتی اسے ملی وہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اس قصبے کے کچے مکانوں پر ویرانی چھائی ہوئی تھی شاہان کو بیاس محسوس ہو رہی تھی اس نے ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے کسی نے جواب نہ دیا کئی بار دروازے پر ہاتھ مارنے کے بعد ایک بوڑھے آدمی نے دروازہ کھولا۔ وہ ڈرا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے وحشت جھپک رہی تھی اس نے سہم کر پوچھا۔

کون ہو تم اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے جو کچھ تھا مہانے کے سپاہی لوٹ کر لے گئے ہیں شاہان نے بوڑھے کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ وہ صرف تھوڑا سا پانی پینا چاہتا ہے کیونکہ اسے پیاس لگی ہے بوڑھے نے ادھر ادھر دیکھا اور کہا۔

اندر آ جاؤ شاہان ڈیوڑھی میں ایک چٹائی پر بیٹھ گیا۔ بوڑھے آدمی نے اسے اور اس کے گھوڑے کو پانی پلایا اس نے بتایا کہ مہانے فرعون کو قتل کر دیا ہے اور لوگوں پر بڑا ظلم کر رہا ہے سپاہی ہر طرف لوٹ رہے ہیں

لوگوں کو بے دروغی قتل کر رہے ہیں شاہان نے پوچھا۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ فوجی چھاؤنی کہاں ہے۔

میں پرسوں شہر گیا تھا میں نے دیکھا تھا کہ فوجیوں کی کونٹریاں شہر کے باہر دریائے تیل کے کنارے سمیٹے اہرام کے پاس بنی ہوئی تھیں۔

شاہان نے پوچھا۔ بابا کیا مہا کے پاس بہت زیادہ فوج ہے۔

اگر زیادہ فوج نہ ہوتی تو وہ تخت پر کیسے قبضہ کرتا اس نے بے پاد فوج بھرتی کر رکھی ہے۔

کیا اس کی فوج میں سنگ ہاری کرنے والی جھیلیں بھی ہیں۔

اس کا مجھے علم نہیں۔ مگر تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو

شاہان نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔ میں صرف اپنی معلومات میں اضافہ کے لیے پوچھا رہا ہوں اس کے

بعد شاہان نے بوڑھے مصری کا شکر یہ ادا کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر آگے روانہ ہو گیا بوڑھے مصری سے اسے یہ بھی

معلوم ہوا تھا کہ مصر کے دارالسلطنت کا نام اب مجلس ہے پرانا دارالحکومت تھیں کھنڈر بن چکا ہے۔ نیا دارالحکوم

وہاں سے ایک دن اور ایک رات کے سفر پر واپسی ہے شاہان ساری رات سفر کرتا رہا دن چڑھا تو وہ ایک ملکستان کے

قریب اسے گزر رہا تھا یہاں اس نے جتنے کا ٹھنڈا پانی پیا۔ اور انگوٹوں کو رکھائے گھوڑے کو بھی گھاس پر چرنے

کے لیے جھوڑ دیا کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ مجلس کی طرف چل پڑا۔ درج غروب ہو رہا تھا کہ اسے مصر کے

سب سے بڑے شہر اور دارالحکومت مجلس کی تفصیل کے آثار نظر آئے شہر کے دروازے پر اس نے پہرہ داروں

نے روک لیا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو کہاں جانا ہے یہاں بھی شاہان نے یہی کہا کہ وہ فلسطین کے ایک

صوبے سے آ رہا ہے وہ حکیم ہے چل پھر کر بیادوں کا علاج کرتا ہے اور مجلس میں اپنے ایک دوست حکیم سے ملنے

آ رہا ہے۔ اس نے پہرہ داروں میں معک اور نافہ تقسیم کیا اور یوں اسے شہر میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی وہ مصر

کے نئے دارالحکومت مجلس میں داخل ہو گیا اس شہر کو آباد ہونے ایک ہزار سال گزر گئے تھے ایک ہزار برس پہلے

شاہان کے زمانے میں اس شہر کا کہیں نام و نشان نہ تھا یہ شہر بھی دریائے تیل کے کنارے ہی آباد تھا مگر یہ اوپر کی

طرف تھا یہاں سیلاب کا خطرہ نہیں تھا شاہان رات ہونے سے پہلے ایک کارواں سرائے میں پہنچ گیا یہاں پہلے

ہی سے ایک قافلہ اتر آیا اور ہر طرف بڑی چٹیل پھیلی تھی مگر شاہان نے محسوس کیا کہ لوگوں کے چہرے پر ایک

پریشانی اور وحشت سی ہے کوئی بھی شخص اسے مطمئن نظر نہ آیا تو کچھ سکوت کر اس نے گھوڑے کے چارے

پانی کا بندوبست کرنے کا کہا اور خود تھوڑا بہت کھا پی کر سرائے کے صحن میں گھڑی کی ایک چوکی پر بیٹھ گیا۔ اور قہودہ

چینے لگا سرائے کا مالک بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔

بھری بیوی کئی سال سے بیمار ہے اگر تم اس کا علاج کرو تو میں ساری عمر تمہارا غلام ہو گا۔ میں اس کا علاج

کردن کا تمہاری بیوی ضرور اچھی ہو جائے گی۔ شاہان نے سرائے کے مالک کی بیوی کا علاج شروع کر دیا۔ ایک

ہفتے کے اندر اندر بیمار عورت تندرست ہو گئی سرائے کے مالک نے خوش ہو کر کہا۔

تم اس کے خوش مجھ سے جو مانگوں گے تمہیں دوں گا۔

شاہان نے کہا مجھے اور کچھ نہیں چاہیے صرف اپنے سرائے کے ایک کمرے میں کچھ عرصہ رہنے کی اجازت

دے دو میں اس کے خوش تمہیں پوری اجرت دوں گا۔

نہیں۔ میں تمہارا حق تمہیں ضرور دوں گا۔ شاہان بہت خوش ہوا کہ اس کی رہائش کا مسئلہ بغیر کسی شور شرابے



کے بڑی آسانی سے حل ہو گیا۔ اس نے بازار سے کچھ ضروری سامان خریدا اور سرائے کے ایک کمرے میں ڈرہ لگا لیا۔ اب اس نے سب سے پہلا یہ کام کیا کہ پرانے دہرائی حکومت گھیس کا پتہ دریافت کیا اور ایک روز اس کی جانب چل پڑا یہی اس نے امال کے گھر پرورش پائی تھی اس جگہ وہ اسٹے بے وفادار دوست ارمان کے ساتھ کھینچا کرتا تھا اسی ارمان نے فرعون بننے کے بعد اس کی والدہ ملکہ کو زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا اسی شیر کے باہر اہرام میں اس کی ماں کی قبر تھی شاہان اپنی ماں کی قبر پر دعائیں پڑھنا سب سے پہلا اپنا فرض سمجھتا تھا پرانے شیر کے کنڈر نے شیر شمس سے کافی فاصلہ پر تھے اپنے وطن کے کنڈروں میں پہنچ کر شاہان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہاں سوائے دیران کنڈروں کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کا وہ گھر تھا جہاں وہ پلا تھا۔ وہ آگن تھا جہاں کھیل کود کر وہ جوان ہوا تھا۔ اس کے بیوا دوست ارمان کا گھر بھی اتنا ہی بڑا ہو گیا تھا اس کے باپ فرعون کا محل ریت اور پتھر کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا تھا کہیں کہیں ایک آدھ ستون کھڑا تھا جو بس گرنے ہی والا تھا بزرگ کر شک کی جھونپڑی کے باقی رہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا دریا نے نیلی بھی اپنی جگہ سے ہٹ کر کچھ ہی پرے ہو کر چلنا شروع کر دیا تھا پرانے اہرام کے پتھروں کے کنارے اڑ گئے تھے اور جگہ جگہ خشک جھاڑیاں آگ آئی تھیں شاہان کو اب یقین ہو گیا تھا کہ وہ ایک ہزار سال بعد وہاں آیا ہے۔ حالانکہ ایک ماہ پہلے وہ اپنے شہر اور محل کو ہنستا ہوتا چھوڑ کر گیا تھا مگر ایک ہزار برس گزر گئے وہ بڑی مشکل سے تلاش کرتا ہوا پرانے اہرام کے غار میں پہنچا اس غار کا دروازہ بڑے سے پتھر سے بند کر دیا تھا اندر جانے کا کوئی راستہ نہ تھا شاہان کو یقین تھا کہ اس کی والدہ ملکہ کی قبر اسی غار میں ہے۔ وہ اپنی ماں کی غار میں دعا پڑھتا چاہتا تھا۔ اہرام کے غار میں جانے کا کوئی راستہ نہ تھا شاہان اپنی والدہ کی قبر پر دعا پڑھے بغیر واپس نہیں جاتا چاہتا تھا وہ ایک ہزار برس کے بعد اپنی والدہ کی قبر پر دعا پڑھنے آیا تھا اس نے اہرام اور اس کے غار کو بھی پہچان لیا تھا اسے اس غار میں سے اپنی پیاری ماں کی مامتا کی خوشبو آ رہی تھی مگر سوال یہ تھا کہ وہ اندر کیسے جائے غار کے آگے گرا ہوا بڑا سا پتھر تھا وہ ہزار برس گزر جانے کے بعد وہ پتھر اہرام کا حصہ بن گیا تھا۔ شاہان نے ادھر ادھر سے راستہ تلاش کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اچانک اسے غار کے اندر پتھر کے کونے سے ایک سوراخ نظر آیا اس نے ہاتھ ڈال کر محسوس کیا کہ اندر تنگی بھر بھری ہے اب وہاں سے مٹی بنانے لگا کافی دیر تک بعد میں اس نے غار میں اتنا سوراخ کر لیا۔ کہ دور تک کر غار کے اندر داخل ہو سکے۔ اسے یہ بھی خیال تھا کہ ہزار سال گزر جانے کے بعد جانے اندر کیسے کیسے کیڑے کوڑے پیدا ہوں گے اس نے پتھر کوڑ کر مشعل چلائی اور خدا نے واحد کا نام لے کر رینگتے ہوئے گار کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر گھسپ اندھیرا تھا جیسے جیسے مشعل کی روشنی دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی غار کی چھت سے جالے لٹک رہے تھے فضا میں نمی اور خشن تھی مگر ماں کی محبت ان سب بلاؤں پر حاوی ہو چکی تھی اس لیے شاہان غار کے اندر مشعل ہاتھ میں لیے آگے بڑھتا رہا اتنی حد یاں گزر جانے کے بعد اس کی پاؤں کی قبر کو اس نے پہچان لیا تھا قبر کا پتھر ویسا ہی تھا صرف اس پر چھت سے گری ہوئی مٹی اور ریت جگہ جگہ پری تھی شاہان بے اختیار ماں کی قبر سے لپٹ گیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ رونے کے بعد جب اس کے دلی کا غبار دھل گیا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر آنکھیں بند کی اور دعا پڑھنے لگا۔ دعا پڑھنے کے بعد وہ اپنے چاچا کی قبر پر گیا۔ اور وہاں بھی دعا پڑھی۔ وہ ماں کی قبر پر بیٹھ گیا اور اپنی گزری ہوئی اور آنے والی زندگی کے بارے میں غور کرنے لگا وہ ایک ہزار سال سے زندہ تھا موت اسے آہ نہیں سکتی تھی اب خدا جانے اتنے کتنے ہزار سال ہوئے زندہ رہتا تھا کسی وقت اس خیال سے سے خوف بھی تھا کہ وہ تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے وہی حکومتوں کو عروج پر جاتے اور پھر برباد ہو کر مٹتے

دیکھ رہا تھا۔ مگر کسی وقت وہ اس بھی ہو جاتا تھا کہ کہیں وہ اتنی لمبی عمر سے اکٹنا نہ جائے اگر وہ اکٹنا کیا تو پھر کیا ہوگا کیونکہ میر تو وہ سکے گا نہیں شاہان نے بیٹھے بیٹھے محسوس کیا کہ اسے کہیں سے پانی کے گرنے کی آواز آرہی تھی وہ مشتعل ہاتھ میں لے کر اس طرف چل پڑا بعد میں پانی کے گرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی یہ آواز ایسی تھی جیسے ہیں قریب ہی پتھروں میں کوئی چشمہ بہ رہا ہو شاہان آگے بڑھ گیا غار اب بائیں جانب کو گھوم گئیں تھیں اور چشمہ بہنے کی آواز زیادہ قریب سے سنائی دے رہی تھی تھوڑی دور چلتے کے بعد شاہان ایک چشمے پر پہنچ گیا یہاں پر پانی اہرام کے پہاڑ کی چھت میں سے ایک پتلی سی زحار کی شکل میں پتھروں میں گردش کرتا تھا جہاں جمع ہو کر وہ چشمے کی صورت میں بہہ کر غار کے اندر ہی اندر کسی نامعلوم مقام کی طرف جا رہا تھا۔ شاہان نے مشتعل ایک طرف رکھ کر چشمے میں ہاتھ ڈالا پانی بے حد ٹھنڈا تھا اس نے پانی کا ایک ٹھونٹ پیا تو غار میں زلزلہ آگیا شاہان خوفزدہ ہو کر پیچھے پناہ اور دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا زلزلے کی وجہ سے غار کی دیواریں کانپ رہی تھیں باہر غری چھت میں سے کچھ پتھر نکل کر چشمے کے پانی میں گرے شاہان نے غلط محسوس کیا کہ کہیں غار کی چھت نہ بیٹھ جائے وہ مشتعل ہاتھ میں لے کر واپس بھاگنے ہی والا تھا کہ زلزلہ رک گیا۔ پھر اسے ایک آواز سنائی دی۔

شاہان کیا تم میری آواز کو پہچانتے ہو۔

شاہان نے فوراً اس آواز کو پہچان لیا۔ یہ اس کے بہت بڑے بزرگ گرجنگ کی آواز تھی۔ میرے بزرگ گرجنگ یہ آپ ہی کی آواز ہے میں نے آپ کی آواز پہچان لی ہے۔ میرے بیٹے تم نے میری آواز کو ٹھیک پہچانا میں گرجنگ کی روح ہوں سنو تم اپنی والدہ کے بارے میں فکر کرنا چھوڑ دو تمہاری والدہ کی روح جنت میں آرام کر رہی ہے۔ کیا میں اپنی والدہ کی روح سے مل سکتا ہوں۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

شاہان نے بے تابلی سے کہا اب عظیم کا واسطہ ہے گرجنگ مجھے بھی میری والدہ کے پاس پہنچا دو۔ میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتا۔

ایسا نا ممکن ہے شاہان تم اب زندہ رہو گے ایک خاص مقصد کے لیے زندہ رہو گے یہ تمہاری تقدیر کا فیصلہ ہے تم اگر جا ہو تو مرنے سکو گے۔ یہ تو ایک عذاب ہے گرجنگ۔

جیسے تم عذاب کہہ رہے ہو وہ تمہاری خوش قسمتی ہے شاہان کہ تم تاریخ کا سارا کھیل اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو تہذیب کو ابھرتے اور مٹتے دیکھو بہاروں کو آتے اور پھولوں کو ہر موسم میں کھلتے دیکھو تم پرندوں اور چشموں کے نعروں کو سنتے رہو گے پھر بھلا تم گھانے میں کیسے ہو۔ تم تو بڑے فائدے میں ہو تم نے تو آب حیات پی لیا ہے ایک قسم کا پس جس راز کے لیے آ رہے ہو وہ اپنا مقصد پورا کر لو اور جس مقصد کے لیے تمہیں چنا گیا ہے وہ ایسے ہی کیا گیا پھر گرجنگ وہ مقصد کیا ہے۔

وہ تمہیں چہ چلتا جائے گا خود بخود شاہان اور ہاں تمہارے دشمن تندراج یعنی کالی چرن بد روح ترشنی اور اسکا بھیجا ہوا آسیب اس کی طرف سے غافل نہ رہنا۔ یہ کون ہے اور کیوں میرے دشمن ہے۔ یہ وقت آنے پر شاہان تمہیں خود چہ چل جائے گا۔



اچھا گر شک کیا تم مجھے یہ نہیں بتا سکتے کہ مہانے کتنی فوج بنا رکھی ہے اور اس کے پاس کتنا اسلحہ ہے۔  
شاہان بٹے یہ دنیا دلوں کی چیزیں ہے اور دنیا والے ہی ان کو بناتے ہیں ہم کو ان کے معاملات میں داخل  
دینے کی اجازت نہیں ہے میں جانتا ہوں کہ تمہیں بتانی نے اس لیے ہی بھیجا ہے پر تم اس کام کو خود ہی کرو گے میں  
اس سلسلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا اچھا اللوداغ۔

گر شک۔۔۔ گر شک۔۔۔ شاہان بزرگ گر شک کی روح کو پکار رہا تھا وہ گیا اور اس کی روح کی آواز اسے  
اللوداغ کہتی ہوئی دور ہوتے ہوئے گائب ہو گئی اب بار میں سوائے شمشے کے بچنے کی آواز کے اور کوئی آواز نہیں  
تھی۔ شاہان کے لیے اب وہاں کھڑے رہنا بے کار تھا اس نے مشعل اٹھائی اور واپس چل پڑا ماں کی قبر کے پاس  
سے گزرتے ہوئے اس نے ایک بار پھر دعا پڑھی اور اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر وہ مشعل کو بچھا کر غار سے  
باہر نکل آیا غار کے اندر غار کے اندر راند حیران تھا ہر شخص کے دیران کھنڈروں میں سورج چمک رہا تھا اور صحرائی  
ریت گرم ہو رہی تھی شاہان کا گھوڑا کھجوروں کے نیچے گھاس چر رہا تھا تھوڑی دیر بعد وہ گھوڑے پر سوار ہو کر واپس  
کارواں سرائے کی طرف روانہ ہو گیا۔ واپس آ کر وہ سوچنے لگا کہ مصر کی فوجوں کے بارے میں مکمل معلومات  
کہاں سے مہیا کرے یہ کام کافی مشکل تھا اس نے کسی سے اس کا ذکر نہ کیا تھا سرائے کے مالک کو اس نے بھی  
بتایا تھا کہ وہ بیماروں کا علاج کر کے اپنی روزی کمانے آیا ہے چنانچہ سرائے میں ہی مریضوں نے اس کے پاس آنا  
شروع کر دیا تھا۔ تھوڑے ہی دن میں اس کی شہرت سارے شہر میں پھیل گئی ایک روز وہ اپنی بیٹک میں اکیلا تھا  
جڑی بوٹیوں کو دگر کر دہائی بنا رہا تھا کہ باہر ایک گھوڑا سوار سپاہی آ کر روکا اس نے شاہان سے آکر کہا کہ فوج کا  
ایک کمانڈر رشید مردود میں مبتلا ہے اس نے شاہان کو اپنے محل میں بلایا اسے شاہان تو اسی گھڑی کا انتظار کر رہا تھا  
نور اسپاہی کے ساتھ چل پڑا۔ سپاہی شاہان کو فون کے کمانڈر کے چھوٹے سے محل میں لے گیا کمانڈر رشید مردود میں  
جلا تھا بستر پر لیٹا تڑپ رہا تھا شاہان نے کمانڈر کی حالت دیکھ کر فوراً ایک دوائی پلائی۔ اسے کچھ افاقہ ہو گیا۔ اس  
نے شاہان کی طرف دیکھ کر کہا۔

یہ کیسی دوائی ہے جس نے فوراً میرا مردود ختم کر دیا ہے۔

شاہان نے کہا یہ درد عارضی طور پر دور ہوا ہے۔ پورا علاج کرنے کے لیے سر کو ایک جگہ سے کھول کر رکھنا  
ہوگا کمانڈر نے چونک کر کہا۔

کیا تم کھوپڑی کے شکن سے واقف ہو۔

کیوں نہیں جناب میرے باپ دادا بھی کرتے آئے ہیں۔

اور اگر میں مر گیا تو۔

ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ کہ میں نے کسی کی کھوپڑی کو کھول کر ٹھیک کیا ہوا مردود مر گیا ہو

یاد رکھو میں مر گیا تو میرے سپاہی تمہاری گردن قلم کر دیں گے۔ کیا یہ شرط تمہیں منظور ہے۔

ہاں منظور ہے۔

ٹھیک ہے پھر تیاری کرو۔

شاہان یخچو پڑی کھولنے کی تیاری شروع کر دی اور اردن کو گرم پانی میں ڈال دیئے۔ کمانڈر کا سارے مردود  
ڈال پھر ایک دوائی پلا کر بے ہوش کر دیا جب وہ چوری طرح بے ہوش ہو گیا تو شاہان نے رب عظیم کا نام لے کر تیز  
دھار والے چاقو سے کھوپڑی کے ایک طرف چورس نشان لگایا۔ اور گہرا شکاف ڈال کر وہاں سے کھوپڑی میں

سورخ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ہار یک تار اندر ڈال کر مغز میں یک طرف جمع شدہ غدود کے ٹکڑے کو پیر نکال دیا اب اس نے جلدی سے کھوپڑی کے ٹکڑے کو اسی جگہ پر جما کر وہاں سونے کے تاروں سے ٹانگے لگا کر کھال اس کے اوپر منڈھو دی کھال سے زخم پر دوئی لگا کر اس نے پٹی باندھ کر سر کو بستر پر لٹا دیا اور سب کو ہدایت کی کہ ان کو ہوش آنے پر سر ہلانے کی اجازت نہ دی جائے اس دوران میں شاہان کمانڈر کی بیوی کے پاس جا کر اسے حوصلہ دینے لگا اس کی بیوی بڑی پریشان تھی شاہان نے اسے حوصلہ دیا اور کہا کہ اب اس کے خاوند کو زندگی بھر سر میں درہمیں ہوگا۔ تیسرے پہر کمانڈر کو ہوش آ گیا اس نے تم نکمیں کھولی کراہتی بیوی کو دیکھا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔ کمانڈر کے چہرے پر تندہی کے آثار تھے ایک ہفتے کے اندر اندر زخم ٹھیک ہو گیا اور کمانڈر بھٹا چنگا ہو گیا۔ دو شاہان کے علاج سے اس قدر خوش تھا کہ اس نے شاہان کو اپنا بھائی بنا لیا۔ اور کہا۔ تم جب اور جس وقت چاہو بلا روک ٹوک میرے محل میں آ جا سکتے ہو جہیں کوئی نہیں روکے گا شاہان بھی چاہتا تھا اب اس نے کمانڈر کے محل میں آنا شروع کر دیا۔ اسے معلوم ہوا کہ یہی وہ کمانڈر ہے جس کے ماتحت ٹیپٹس چلانے والی فوج کا دستہ ہے شاہان نے ایک مہینے کے اندر ہی اندر کمانڈر پر اپنا اعتبار جمالیا۔ اپنی باتوں سے اس نے اس پر یہ ظاہر کیا کہ اسے سوائے بیماروں کے علاج کے اور کسی شے سے دل نہیں چسپاں ہے۔ پھر بھی کبھی کبھی دل میں شوق پیدا ہوتا کہ وہ شے اپنی آنکھوں سے دیکھوں جو دشمن کے قبضہ اور فوج پر ہماری پٹھانوں کی چلتی ہے۔

تمہارا مطلب ہے کہ تم ہماری بے مثال ٹیپٹس دیکھنا چاہتے ہو شاہان۔  
اگر آپ کی مرضی ہو تو دکھا دیں۔ اگر آپ نہیں چاہتے تو بے شک نہ دکھائیں میں ناراض نہیں ہوں گا۔ کمانڈر نے شاہان کی پیشہ پر ٹھونک کر کہا۔

تم میری جان بچا کر اور مجھے درد سے نجات دلا کر مجھ پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے تم جو بھی خواہش کرو گے اسے پورا کرنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کل اسی وقت میرے ساتھ چلنا میں تم کو مصری فوج کا سب سے خطرناک ہتھیار ٹیپٹس دکھاؤں گا۔

میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا۔ شاہان نے کہا۔

دوسرے دن شاہان بڑی تیاری کے ساتھ کمانڈر کے محل میں پہنچ گیا وہ اسی دن کا انتظار کر رہا تھا وہ دل ہی دل میں بے حد خوش تھا جو اسے سوائے کمانڈر کے اور کوئی بھی نہیں بتا سکتا تھا محل میں کمانڈر اس کی راہ دیکھ رہا تھا وہ ان کو اپنے شاندار فوجی رتھ میں بیٹھا کر اہرام مصر کے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا اہرام مصر کے عقب میں ایک بہت بڑے پہاڑ کو کھود کر اس کے اندر ایک بے حد لمبا چوڑا کمرہ بنایا گیا تھا یہ کمرہ اونچا اور وسیع تھا یہاں فرعون کی فوج کا سب سے خطرناک ہتھیار پڑا تھا جس سے ہنی بادشاہ بھی گھبراہٹا تھا شاہان اس کشادہ بال کمرے میں داخل ہوا کمانڈر نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا دیکھو یہ ہے ہماری فوج کی طاقت اور ٹیپٹس جو بڑے سے بڑے دشمن کی فوج کو تھمیس کر سکتی ہیں۔ شاہان یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اس قدر لمبا چوڑا بال کمرہ بے شمار تحقیقوں سے مجرا ہوا تھا یہ گویا اس زمانے کی توپ تھی اور دشمن کے لیے تباہی کا پیام لاتی تھی شاہان ایک ایک توپ کو بڑے گور سے دیکھنے لگا۔

مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ آپ جیسے بہادر جرنیلوں نے مصر کی فوج کو ایسے خطرناک ہتھیار سے لیس رکھا رب عظیم کی قسم دشمن ہماری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ کمانڈر نے قہقہہ لگا کر کہا۔  
ہم دشمن کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتے ہیں۔



بے شک۔۔ بے شک۔۔

شاہان نے مصر آنے کا مقصد ہوا کر لیا تھا اب وہ اس سلطنت سے انتقام لے سکتا تھا جس کے بادشاہ نے اس کے خاندان کو برباد کیا تھا کماؤر کے ساتھ شاہان اس کے محل میں آگیا اور پہر کا کھانا اس نے محل میں ہی کھایا شام کو وہ کماؤر سے اجازت لے کر واپس کارواں سرائے میں آگیا اب وہ جلد سے جلد وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا مگر وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو اس پر شک پڑے اس نے یہ مشہور کر دیا کہ وہ جزی بوٹیوں کی تلاش میں باہل کے جنگلوں میں جانا چاہتا ہے کسی کو بھلا شاہان کی اس خواہش پر کیا شبہ ہو سکتا تھا وہ حکیم تھا۔ اور اسے ہمیشہ جزی بوٹیوں کی تلاش رہتی تھی چنانچہ ایک روز اس نے کماؤر سے اجازت طلب کی کماؤر نے کہا۔

مجھے امید ہے کہ تم بہت جلد جزی بوٹیاں تلاش کر کے واپس سمٹس آ جاؤ گے۔  
میں ایک بیٹے کے اندر اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔  
تمہارا آنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ میں بادشاہ سے کہہ کر تمہیں شاہی طبیب کے عہدے پر فائز کرانا چاہتا ہوں۔

آپ کی فوازش ہوگی جناب ورنہ میں کس لائق۔  
نہیں نہیں۔ شاہان تم اپنے وقت کے ایک ماہر طبیب ہو شاعری و دیباچہ کی کڑی تمہارا حق ہے اور میں یہ حق تمہیں ضرور لے کر دوں گا۔

اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بخدا میں ہر وقت خدمت کے لیے حاضر ہوں۔  
میں تمہاری واپسی کا بے تابی سے انتظار کروں گا۔  
میں آپ کو زیادہ انتظار کی زحمت نہیں دوں گا۔

اسی رات کچھلے پہر شاہان مصر سے روانہ ہو گیا۔ کماؤر کی فوج کا ایک خاص دستہ دھ میں سوار تھا جیسے چھ تنو مند عربی گھوڑے چارہ سے تھکان کی رفتار رکھوں کی وجہ سے انہوں نے تین روز کی مسافت صرف دینے دن میں طے کر لی دوسرے دن شام کو وہ مصر کی سرحد پر کھڑا تھا اس نے دواؤں کا جھولا اپنے کندھے پر ڈالا اور سفید گھوڑے پر سوار ہوا اور سیاہیوں سے آگے ہل کر واپس ایلام کی طرف چل دیا اس کا دل خوشی سے اچھل رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد ایلام پہنچ کر سردار اور بیٹی بادشاہ کو خود فرعون کی فوج اور خلیفوں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا جوں جوں افریقہ کی سرحد قریب آرہی تھی شاہان کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا تحارات کے کچھلے پہر شاہان ایلام پہنچ گیا سردار ابھی تک دربار میں تھا شاید مصر پر حملہ کے بارے میں کوئی خاص اجلاس ہو رہا تھا شاہان نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سیدھا تھنی کے شاہی محل کی جانب روانہ ہو گیا۔ تھنی اپنے جرنیلوں اور سردار کے ساتھ اپنے خاص کمرے میں جنگ کے بارے میں خفیہ اجلاس کر رہا تھا شاہان نے جھپٹی غلاموں کے ہاتھوں اندر پیغام پہنچایا تو تھنی نے اسے فوراً اندر بلایا سردار نے دروازے پر اس کا خیر مقدم کیا شاہان تم ٹھیک وقت پر آئے ہو جہاں پناہ گئی بار تمہارے بارے میں پوچھ چکے ہیں شاہان نے تھنی کو سلام کیا تھنی نے اسے اپنے قریب بیٹھایا اور کہا اگرچہ ہم نے تمہارا بہت انتظار کیا مگر ہمیں امید ہے کہ تم مصر سے کامیاب لوٹو گے شاہان نے بڑے ادب سے کہا۔

جہاں پناہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں فرعونوں کے دلیں میں جاؤں اور کامیاب نہ لوں۔

تو کیا تم ساری معلومات لے آئے ہو۔

کیوں نہیں جہاں پناہ۔ شاہان نے چڑے کا ایک نقشہ میز پر رکھتے ہوئے کہا یہ نقشہ اس سمفیس میں کارودان مراٹے کے کمرے میں بیٹھ کر بنایا تھا۔ لائی اور سردار جرنیل بڑے غور سے نقشے کو دیکھنے لگے۔ شاہان نے ایک جگہ اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

یہ پرانے فرعونوں کے اہرام ہیں ان اہراموں کے عقب میں ایک پہاڑی ہے اس پہاڑی کے اندر ایک لمبا چوڑا ہال گروہ ہے جس میں سینکڑوں کی تعداد میں کچھلیں ہیں یہی خوشی سے نقشے کو دیکھ کر بولا۔

کیا فرعون مہا کی ساری کچھلیں اس پہاڑی کے اندر جمع ہیں۔

شاہان کہنے لگا۔ جہاں پناہ میں اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ کر آ رہا ہوں پھر اس نے کماخذ رکا علاج کیا اور کس طرح اس کا اعتماد حاصل کیا۔

سب کچھ شاہان نے بتا دیا۔ یعنی بادشاہ شاہان کی ہوشیاری اور دلیری کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا اس نے کہا۔ اسے شام کے طیب تم بلا شا اس لائق ہو کہ تمہیں فوج کا بلند سے بلند عہدہ دیا جائے یہ بتاؤ کہ فرعون کی فوج کے بارے میں تم نے کیا معلومات حاصل کی ہیں۔ شاہان نے اپنی کو بتایا۔

فرعون مہا نے تخت پر قبضہ کرنے کے بعد فوج کی تعداد کو تھوڑا سا بڑھا دیا ہے اس نے فوجیوں کی تعداد میں بھی اضافہ کیا ہے اس وقت فرعون کے پاس پچاس ہزار پیدل فوج اور کچھ سوار فوج موجود ہے۔

یہ فوج کس جگہ قیام رکھتی ہے۔

آدھی فوج چہرے ہاہر ایک عمارت میں رہتی ہے اور باقی آدھی فوج شاہی محل کے باہر پتھری پھتوں والے مکان میں رہتی ہے۔

کیا ان کے پاس ہتھیار بھی ہیں۔

ہاتھیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ زیادہ تر ہاتھ سمفیس میں کچھلیں کو ادھر سے ادھر لے جانے کے کام آتے ہیں اور چارے پاس پانچ سو ہتھی ہیں جو فرعون کی فوج کو ایک ہی ریلے میں چل دیں گے لیکن ہمیں اب سے زیادہ خطرہ کچھلیں سے تھا۔ اس لیے کس اس فن میں مصریوں کا کوئی مقابلہ نہیں۔

اس کے لیے ہم تمہارے شکر گزار ہیں کہ تم نے اس بارے میں ہمیں پوری پوری معلومات فراہم کیں اب فرعون مہا فلکست سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔ فلکست اس کی قسمت میں کبھی چاہتی ہے۔ پھر مٹی نے اپنے جرنیلوں کو حکم دیا کہ فرعون کے ملک پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں جرنیلوں نے سر جھکا دیا اور باہر نکل گئے۔

سردار اور شاہان آدھی رات تک بات چیت کرتے رہے مٹی کا خیال تھا کہ جس وقت فوج فرعون کی سرزمین پر پہنچے گی تو بہادر سپاہیوں کا ایک خاص دستہ پہاڑی پر حملہ کرے گی تمام کچھلیں کو آگ لگا دے شاہان نے کہا جہاں پناہ۔ میرا خیال ہے ہماری فوج کو یہ کام چڑھائی سے ایک روز پہلے رات کو کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ہمیں عام حملہ کرنا ہوگا تمہارا خیال بھی ٹھیک ہے پہاڑی پر حملہ ہم رات کے وقت کسی طریقے سے کریں گے اس کے ساتھ ہی دوسرا دستہ ہاتھیوں کے استعمال میں آگ لگا دے گا تاکہ ہاتھ بدک کر بھاگ جائیں گے اور اپنے ہی ملک میں تباہی مچا دیں گے۔ اور ٹھیک اس افراتفری میں ہماری فوج کو دشمن پر عام حملہ بول دینا ہوگا۔ ایسا ہی ہوگا آدھی رات کے بعد سردار اور شاہان واپس اپنی حویلی میں آئے تو وہ بہت تھکے ہوئے تھے وہ لیٹے ہی سو گئے۔ صبح اٹھ کر وہ محل میں پہنچ گئے فوج میں تیاریاں بڑے شور سے ہو رہی تھیں اسلحہ خانے میں دھڑا دھڑ تیر کمان نیزے اور کواہیں اور دوسرے جنگ کا سامان تیار کیا جا رہا تھا ایک دفعہ میں ساری فوج کو حملہ کے لیے تیار کر لیا گیا تھا۔



اوپر ایک روز بتنی کی ستر ہزار فوج نے فرعون کے شہر ممفس کی طرف کوچ کر دیا فوج نے دس کلویں میں ایک  
 ایک راستوں سے اپنا سفر شروع کیا رتھوں پر سوار فوجیوں کا دست دریا کے ساتھ ساتھ روانہ ہوا ہاتھوں کا دست  
 پہاڑی راستے سے چلا گھوڑا سوار بتنی کے ساتھ تھے اور پیدل فوج ایک بہت بڑے جہاز میں سوار ہو کر دریائے  
 نیل کے پار جانے کی طرف روانہ ہوئے تھے گیارہ روز کے سفر کے بعد یہ ساری کی ساری فوج مصر کی سرحد پر ایک  
 جگہ اکٹھی ہوئی پیدل فوج جہاز میں سے اتر کر دریائے نیل کے کنارے کنارے چلتی ہوئی گھر سواروں ہاتھ  
 والوں اور رتھ سواروں سے آن ملی۔ جیتھیں بھی ساری کی ساری صحیح سلامت پہنچ گئیں۔ یہ ساری جنگ کا ردائی  
 بڑی خاموشی اور راز داری سے ہوئی پھر بھی خبر کرنے والے جاسوس نے فرعون مصر مہا کو خبر کر دی کہ بتنی افریقہ  
 سے بڑی فوج لے کر مصر کی سرحد پر پہنچ گیا ہے فرعون نے اعلان جنگ کر دیا۔ اور ممفس شہر کے سارے شہر کے  
 سارے دروازے بند کر دیئے اس نے پہاڑی پر پیرہ بھاڑا یا۔ ایک لاکھ پیدل اور گھڑ سوار فوج کو اسے کر شہر سے  
 باہر نکل آیا اور ایک رتھ میدان میں نیلوں کے درمیان بڑا ڈال کر دشمن کا انتظار کرنے لگا شہر کی فصیل کے اوپر  
 سپاہی تیر کمان لے کر چڑھ گئے وہاں کھلوتے ہوئے نیل کے بڑے بڑے گڑھے بھی رکھ دیئے گئے تھے یہ  
 کھولتا ہوا تیل دشمن کے ان سپاہیوں پر اٹھایا جاتا تھا جو فصیل کی دیوار پر بیٹھ ہی لگا کر چڑھنے کی کوشش کرتے  
 تھے۔ اب بتنی نے اپنی خاص چال چل اس نے بیس ہزار فوج کو پیچھے رکھا پندرہ ہزار فوجیوں کو آگ لگانے کا  
 سامان دے کر پیچھے سے ہو کر پہاڑی کی طرف روانہ کر دیا۔ اور خود بیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ سامنے کی طرف  
 اس میدان کی طرف بڑھتے لگا جہاں فرعون مہا کی فوجوں نے ڈیر ڈال رکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ فرعون فوج کو  
 سامنے کی طرف الجھائے رکھے تاکہ عقب کی طرف جانے والے پندرہ ہزار فوج کے سپاہیوں کو پہاڑی پر حملہ  
 کر کے جیتھیں کو آگ لگانے کا موقع مل جائے۔ فرعون ان جیتھوں کو آخری وقت میں ڈکاتا جاتا تھا اس کا خیال تھا  
 کہ اس کی ایک لاکھ فوج بتنی کے سپاہیوں کو چیل کر رکھ دے گی۔ جنگ شروع ہوئی تو ارباب کی طرح ٹپپنے کی دوسری  
 طرف پندرہ ہزار سپاہیوں نے ابرام کے پہلو والی پہاڑی پر حملہ کر دیا وہاں فرعون کی مختصر فوج بھی بتنی کے  
 سپاہیوں نے اسے ہلاک کر دیا۔ پہاڑی کا دروازہ توڑ دیا۔ اور اندر داخل ہو گئے اندر بیس ہزار جیتھیں نظر آئیں  
 تو وہ حیران ہو گئے شاہان کی جاسوسی کام کرتی تھی سپاہیوں نے ساری جیتھوں پر تیل ڈال کر آگ لگا دی۔ وہ سب  
 لکڑی کی جیتھیں آگ نے بھڑک کر اٹھیں جلا کر شروع کر دیا۔ سپاہی آگ لگا کر چیل بڑے۔ میدان جنگ میں لڑائی  
 ہو رہی تھی کہ کسی نے فرعون کو آگ لگائی کہ دشمن پہاڑی پر حملہ کر دیا ہے اور ساری جیتھوں کو آگ لگا دی ہے یہ  
 فرعون کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ وہ بولکھا گیا۔ مگر اس نے ہمت نہ ہاری اور کسی سے کچھ نہ کہا اور وہ اپنے  
 بائیں سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو کر اسے دور اتار دیا ابرام کے پہلوں والی پہاڑی پر پہنچ گیا پہاڑی کے  
 دروازے سے آگ کے شعلے آتش نشان پہاڑی کی طرح باہر نکل رہے تھے پہاڑی کے اندر ساری کی ساری جیتھیں  
 جل کر راکھ ہو رہی تھیں وہ واپس میدان کی طرف گیا۔ بتنی کو معلوم ہوا کہ دشمن کا سارا اسلحہ جل کر راکھ ہو گیا ہے تو  
 اس نے ایک نئے جذبے اور ولولے کے ساتھ حمایہ کر دیا یہ جملہ بتنی کی ساری فوج کا حملہ تھا اور اس قدر شدید تھا کہ  
 فرعون کی فوج کے قدم اکھڑنا شروع ہو گئے فرعون کے جرنیل اپنے سپاہیوں کی ہمت بڑھانے کی سر توڑ کوشش  
 کر رہے تھے مگر بتنی کی تازہ دم فوج کا دباؤ شدید تھا آخر کار فرعون کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور اس نے پیچھے  
 ہٹنا شروع کر دیا۔ بتنی اب خود میدان میں کود پڑا۔ اور دشمنوں کو گرجا مولی کی طرح کانٹے لگایے غلام و کچے کر فرعون  
 کی فوج کا رہسہا۔ حوصلہ بھی جواب دے گیا۔ اس نے شہر کی فصیل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ فرعون ان سے

پہلے بھاگ کر شہر میں داخل ہو گیا تھا۔ اپنی بادشاہ بھاگتی ہوئی فوج پر نیزے اور تیر برسا رہا تھا۔ ہزاروں فوجی ہلاک کر دیئے تھے۔ اپنی فوج کے قریب پہنچ کر ہلاک کیا گیا۔ اپنی فوج کو نئے سرے سے ترتیب دیا اور فوجیوں پر فوجیوں سے پتھر پھینکنے شروع کر دیئے۔ مگر یہ جیتیں ہلکی قسم کی تھیں۔ اپنی فوج نے ہاتھیوں کو چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ شہر کے دروازے کو توڑ دیں۔ فوجیوں کے اوپر بیٹھے ہوئے سپاہیوں نے ہاتھیوں پر کھولتا ہوا تیل ڈال دیا۔ تیل جل کر مہمٹے اور سیکنڈوں فوجیوں کے جسم جل کر خاک ہو گئے۔ اپنی فوج نے حملہ روک دیا۔ فوجیوں میں آرام کرنے لگی لاشوں کو جلا دیا گیا۔ اور زخموں کو مرہم بنی کر دی گئی۔ اپنی فوج نے اپنے سپہ سالاروں کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا۔ شاہان بھی اس کے اجلاس میں شریک تھے۔ رات گئے تک اس مسئلے پر غور کرتے رہے کہ شہر کی فوج کو توڑ کر اندر کیسے داخل ہوا جائے پتھر پھینکنے والی کٹری کی توپیں کنزروں میں فوجیوں کے اوپر فوجیوں کی بہت بڑی تعداد تھی تیرکان اور نیزے اور کھولتا ہوا تیل لیے بیٹھے تھے ایک جہتل نے کہا۔

شہر کا محاصرہ کر لیا جائے شہر کے اندر کی خوراک اور پانی ختم ہو جانے پر فرعون خود بخود ہتھیار ڈال گا۔ اس پر شاہان نے کہا مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ اس بڑے شہر میں پانی اور خوراک اس قدر موجود ہے کہ فرعون کی فوج ایک سال تک زندہ رہ سکتی ہے۔ اپنی فوج نے گرج کر کہا۔

میں ایک سال تک انتظار نہیں کر سکتا۔ جو کچھ کرنا ہے کل ہی ہو جانا چاہیے۔

سپہ سالار نے کہا پھر جیسا آپ کہیں ہم اسی پر عمل کریں گے۔ دھاری فوج آپ کے اشارے پر جان کی ب بازی لگا دے گی۔

اپنی فوج نے ہاتھ اٹھا کر کہا کل ہم فیصلہ کن حملہ کریں گے ایک ہی بلے میں شہر کی فوج کے دروازے توڑ کر شہر میں داخل ہو جائیں گے۔

ایسا ہی ہو گا جہاں پناہ۔ دوسرے دن اپنی فوج کی تازہ دم فوج نے جنوں اور بھوتوں کی طرح سٹلس شہر پر حملہ کر دیا۔ وہ قد آدم ڈھالوں کی آڑ میں پیڑھیاں لے کر آگے بڑھے اور شہر کی دیوار کے نیچے پہنچ گئے۔ فرعون کی فوج نے ان پر تیر نیزے اور کھولتا ہوا تیل اٹھایا شروع کر دیا۔ بے شمار فوجی جل کر بھسم ہو گئے۔ مگر ان کی جگہ تازہ دم سپاہی آ گئے آخر اپنی فوج کے کچھ سپاہی دیوار کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے فوجیوں کے کئی مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس فتح نے اپنی فوج میں نئی زندگی کی ایک لہر پھونک دی۔ وہ پیراڈین کر شہر کے بڑے دروازے سے ٹکرا گئے۔ ہاتھیوں نے اس زور سے ٹکریں ماریں کہ شہر پناہ کے دروازے اکٹڑ گئے۔ اور گریزے اپنی فوج فتح کے نعرے لگاتی ہوئی شہر میں داخل ہو گئی۔ انہوں نے مصر کا دار الحکومت فتح کر لیا۔ فرعون کی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا۔ اپنی فوج نے شہر میں لوٹ مار اور قتل عام شروع کر دیا۔ انہوں نے مکانات کو آگ لگا دی۔ حویلیوں کو لوٹ کر خراب کر دیا۔ اپنی اپنے خاص گھوڑے پر سوار دستے کے ساتھ فرعون کے قتل کی طرف بڑھنے لگا۔ فرعون نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ قتل کے بڑے دروازے پر آخری مقابلہ کیا مگر اب وہ جنگ ہار چکا تھا سپاہی اس کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو رہے تھے اپنی فوج لڑتے لڑتے آگے بڑھ کر فرعون پر گواہ کا ایک بھرپور وار کیا اور اس کی گردن قلم کر کے سر نیزے پر چڑھا کر بلند کر دیا فرعون کی ملامت کو حراست میں لے لیا اور شہزادوں کو قتل کی چار دیواری میں قید کر دیا اس کے بعد اس نے فرعون کا سونے کا تاج سر پر رکھا اور پھر سے موتیوں والے اہتاجی جیسی تخت پر بیٹھ کر بھلان کیا آج سے فرعونوں کا غرور خاک میں مل گیا ہے۔ پٹلس کے لوگ آزاد ہیں قتل عام بند کر دیا جائے کسی مکان کو لوٹ کر آگ نہ لگائی جائے لوگوں کو اجازت



ہے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادت کریں کسان کھیتوں کا کام کریں انہیں ہر طرح کا آرام دیا جائے گا ان پر ناجائز ٹیکس بنادینے جائیں گے فرعون یہاں کا خدا بن جیٹا تھا۔ مگر میں خدا نہیں ہوں میں آپ کا بادشاہ قتل ہوں جس کا جھنڈا سارے افریقہ میں لہراتا ہے اس اعلان کے ساتھ ہی شہر میں کل عام اور لوٹ مار بند کر دی گئی مگر اس دوران میں بیٹی کے وحشی سپاہیوں نے ہزاروں انسانوں کو ہلاک کر دیا تھا اور سینکڑوں مکانوں کو آگ لگا دی تھی شاہان جلی لاشوں کے بھرے ہوئے بازاروں میں سے گزرتا اس کا رواں سرائے تک پہنچ گیا جہاں وہ آکر ٹھہرا تھا سرائے کے مالک کا سارا سامان ٹوٹا ہوا تھا اور اس کی لاش ایک چھوٹے پر خون میں نہائی ہوئی بڑی تھی شاہان کل میں داخل ہوئے آگیا وہ کمانڈر اور اس کی بیوی نے شاہان کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا تھا کمانڈر کے محل کو بھی سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا کمانڈر کو ہلاک کر دیا تھا اور اس کی لاش ایک صندوق میں بند کر دی تھی اسے معلوم ہوا تھا کہ کمانڈر کی بیوی کو بھی دوسری شہزادیوں اور کنزروں کے ساتھ خاص محل کی چار دیواری میں قید کر دی گیا ہے شاہان کو خوشی ہوئی کہ وہ عورت ہلاک ہونے سے بچ گئی۔ وہ اس کی مدد کرنا چاہتا تھا چنانچہ وہ زمانہ کل کی طرف چل پڑا۔

وہ بیٹی بادشاہ کا خاص آدمی تھا اسے محل کے سپریداروں نے ہانک بھی نہ روکا۔ وہ محل کے اندر داخل ہو کر کمانڈر کی بیوی کو تلاش کرنے لگا آخر وہ اسے ایک درخت کے نیچے بال کھولے اور اس بیٹی مل گئی تھی وہ اس کے قریب گیا تو کمانڈر کی بیوی نے اس کی طرف حیرانی اور نفرت سے دیکھا۔ تم بیٹی کے جاسوس تھے تم نے ہمارے ساتھ دشمنی کی میں تم سے نفرت کرتی ہوں مصری کمانڈر کی بیوی شاہان کو جاسوس سمجھتی تھی شاہان نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی رٹ لگاتی رہی اور یہ بار بار کہتی رہی کہ شاہان نے فرعون کے ساتھ غداری کی ہے آخر شاہان نے کہا۔

ہیکم صاحب میں آپ کے پاس اس لیے نہیں آیا کہ آپ مجھے جاسوس ثابت کرنے کی کوشش کریں میں صرف اس لیے آیا ہوں کہ آپ نے مجھ سے اچھا برتاؤ کیا تھا میں اس برتاؤ کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں مجھے بتائیے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں ہیکم نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے میں ایک غیر ملکی جاسوس اور اپنے دشمن سے کوئی خدمت نہیں لینا چاہتی۔

آپ کی بھول سے میں اسکا نہیں کیا ہوں۔

ہیکم نے قصہ میں کہا تم میرے دشمن ہی نہیں میرے خاوند کے قاتل بھی ہو اگر تم بیٹی کے لیے جاسوسی نہ کرتے تو آج میرا سہاگ سلامت ہوتا تم قاتل ہو یہاں سے چلے جاؤ۔

شاہان کو بھی غصہ آگیا اس نے کہا۔ سنو میں تمہارا دشمن نہیں ہوں میں فرعون مہا کا دشمن تھا اس لیے کہ اس خاندان نے میری والدہ اور چاچا کو زچہ دے کر ہلاک کر دیا تھا۔ میں مصر کے شاہی خاندان کا فرد ہوں میں فرعون ملاعون کا بیٹا ہوں ملکہ نفران میری ماں تھی فرعون ارمان نے میری ماں کو زچہ دے کر ہلاک کر دیا تھا آج ایک ہزار سال بعد میں نے اس کے خاندان سے بدلہ لے لیا ہے شاہان کی باتوں کو ہیکم حیرت سے منہ کھولے سن رہی تھی یہ تم کیا کہہ رہے ہو میں سچ کہہ رہا ہوں ہیکم صاحب میں ایک ہزار برس سے ہوں اور شاید ابھی کئی ہزار برس زندہ رہوں ہیکم اس کا منہ دیکھتی رہ گئی اور وہ کل سے باہر نکل آیا۔ بیٹی نے فرعون کی حکومت کو ختم کر کے اپنی حکومت کر لی اور خود تخت پر بیٹھ گیا اس نے شاہان کو وزیر دربار مقرر کر دیا یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا اور عزت تھی۔ جو شاہان کو ملی اس کی خوشی سردار کو بھی نہیں تھی اوپر سے تو اس نے شاہان کو مبارک باد دی لیکن دل میں وہ حسد سے

جل گیا حقیقت یہ تھی کہ مٹنی کے دربار کا وہ خود وزیر دربار بننا چاہتا تھا اس کی بہت بڑی شکست ہوئی اسے معلوم تھا کہ مٹنی بادشاہ اب اپنے فیصلے کو بدل نہیں سکتا ایک بار وہ جو فیصلہ کر لے تو اس پر وہ ڈٹ جاتا ہے سردار نے بھی دل میں ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے سوچا کہ اب اگر وہ ساری زندگی بھی کرتا رہے تو اب وزیر دربار بھی نہیں بن سکتا۔ اس کی ایک ہی صورت ہے کہ کسی طرح راستے سے شاہان کو صیاف کر دیا جائے اس کے بعد وہ مٹنی کا وزیر خاص بن سکتا ہے شاہان کو ہلاک کرنا اس کے لیے کوئی مشکل بات نہ تھی مہیبت صرف یہ تھی کہ شاہان کو مٹنی بہت پسند کرنے لگا تھا وہ دربار میں اس کو اپنے ساتھ بٹھاتا تھا حکومت کے بارے میں اس سے مشورہ لیتا تھا شاہان نے بھی اپنی خداداد ولایت اور جرات کی وجہ سے مٹنی کے دل میں گھر کر لیا تھا وہ شاہی محل میں بڑے ٹھانڈے سے رہتا تھا اور شاہی رتھ پر سواری کرتا تھا۔

سردار نے سوچا کہ کیوں نہ مٹنی کے دل میں شاہان کے خلاف نفرت پیدا کر دی جائے تاکہ بادشاہ اپنے طور پر ہی شاہان کو عہدے سے ہٹا کر جلا وطن کر دے۔ سردار نے ایک خطرناک منصوبے پر غور کرنا شروع کر دیا۔ اس نے کئی تدبیریں سوچیں آخر ایک تدبیر اسے پسند آ گئی۔ اس کے لیے سردار نے دربار کی سب سے خوبصورت اور بادشاہ مٹنی کی منظور نظر کنیز ہائمہ کو اپنے محل میں بلایا ہائمہ ملک نو بیہ کی رہنے والی تھی اور اس کی پیدائش ملک نو بیہ میں محل میں ہوئی تھی وہ دربار کی شازشوں اور جوتوں سے پوری طرح واقف تھی سردار نے اسے بلا بھیجا وہ سمجھ گئی کہ ضرور سردار اس سے کوئی کام خالص اور خطرناک لینا چاہتا ہے وہ شام کے وقت سردار کے محل میں سیاہ لبادہ اوڑھ کر داخل ہوئی سردار نے اسے لے کر محل کے اوپر والے چوہارے میں آگیا۔ ہائمہ نے لبادہ اتار کر رکھتے ہوئے کہا۔

سردار آپ نے اس کنیز کو کیسے یاد کیا۔

سردار نے کھڑکیوں کا پردہ کرا کر کہا۔ ہائمہ تم بادشاہ کی ہی منظور نظر نہیں بلکہ میں بھی تمہاری دل سے عزت کرتا ہوں صرف اس لیے کہ تم ایک عقل مند اور دلیر عورت ہو تمہیں معلوم ہے کہ میں نے شروع شروع میں مشکل میں تمہارا ساتھ دیا تھا تم نے مجھ سے جس قسم کی مدد مانگی میں نے تمہیں وہی بھی اب وقت آ گیا ہے کہ تم میرے لیے کام کرو۔

ہائمہ نے کہا کنیز کو حکم کریں۔

کام بڑی رازداری کا ہے۔

میں ہر قسم کی خدمت کے لیے حاضر ہوں میرے آقا۔ آپ کے مجھ پر اتنے احسان ہیں کہ میں اگر ساری عمر بھی آپ کی خدمت کرتی رہوں تو وہ نہیں اتر سکتے آپ حکم کر کے تو دیکھیں۔

سردار نے کہا۔ کوئی ایسی تدبیر کریں کہ شاہان وزیر دربار سے ہٹ جائے اور بادشاہ مٹنی کی نظروں سے گر جائے بلکہ وہ اسے مصر سے جلا وطن کر دے۔

ہائمہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ میرے آقا بھلا یہ کام بھی کوئی مشکل کام ہے میں ایسا چکر چلاؤں گی کہ آپ بھی حیران رہ جائیں گے بلکہ اگر آپ کہیں تو میں شاہان کا سر قلم کر دوں

نہیں نہیں ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اسے جلا وطن کر دیا جائے۔

ایسا ہی ہو گا۔ حضور اس کے بعد ہائمہ چلی گئی اور اس نے اپنی سازش پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ وہ اس کو بری طرح چھناٹا چاہتی تھی اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوناک ڈائجسٹ کا آئندہ شمارہ ضرور پڑھیے۔



# ماہ کال۔ قسط نمبر ۷

۔۔ محمد وارث آصف واں پھر اس۔۔ 0335.7082008

سعد فریٹش ہو چکا تھا دماغ سے وہ جہ جتے ہی دماغ کھٹنے لگا تو ماہ کال سے انتقام کا جذبہ بھی ابھرتے لگا سعد نے سوچا کہ بجائے اس کے کہ وہ پجاری سے اپنی شہتی کے حصول کی پروا مانگے کیوں مان واپس اپنے دماغ کو نکلے اور کوئی ایسا طریقہ خود ہی نکال لے کہ جس سے وہ اپنی شہتی واپس پالے۔ اتنا غرور شیطانیوں کے جال میں نہ بنے سے اس کا دماغ بھی من ہو چکا تھا وہ سارے منتظر بھول چکا تھا اس نے کافی کوشش کی مگر اسے کوئی مشورہ نہ آیا تو وہ واپس ہونے لگا پھر اچانک ہی اسے بابا شیر محمد کے جانت کا خیال آیا۔ تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اگر وہ ان جنات کو بلا سکے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی مدد کر سکیں یہ سوچ کر اس نے جنات کو بلائے والا منتظر یاد کرنا شروع کر دیا ان جنات کو بلائے والا منتظر کسی زمانے میں اسے زبانی یاد ہوا مگر تا تھا وہ اپنے مرشد شیر محمد کے ساتھ ان جنات کو بلاتا تھا اور ان سے کہتا تھا تموزی ہی محنت کے بعد اسے وہ منتظر یاد آئی گی ایک آنکھ میں سا منتظر تھا وہ سعد نے سوچا کہ بات یہ چلے بجائے اس کے کہ پجاری کے گھر میں کمرے کی ایک جگہ کرنا ہو گا جہاں اسے کوئی نہ دیکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پجاری کے گھر کے کسی پاس کوئی جادوئی دائرہ ہو اور جنات اور حرا اگر کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں خیال مقول تھا۔ سعد تیزی سے وہاں سے اٹھا اور پٹائی کی طرف چلنے لگا غلبہ ہونے والی تھی اسے یہ یقین مندوں کا چلہ ہلکا سے چلہ کرنا تھا وہ چلتا چلتا کافی دور نکل گیا اور ایک جلد ریت کے نیلے کے تخت میں بیٹھ گیا اور اپنے ارد گرد دائرہ لگا یا۔ چلے کے الفاظ اسے تین ہزار مرتبہ دہرانے تھے اور چلے کے الفاظ تین لاکھوں کے تھے اس حساب سے وہ گھنٹے میں ایک ہزار بار پڑھ سکتا تھا اور تین گھنٹوں میں تین ہزار بار وہ یکسوئی سے چلے میں مصروف ہو گیا اسے علم تھا کہ پجاری جس پو جا میں مصروف ہے اس سے اسے وہ گھنٹے لگ سکتے ہیں اور جب گھنٹہ تک وہ ویسے بھی مندر سے گھر نہیں آئے گا اس لیے وہ پجاری کے علم ہونے سے پہلے ہی چلہ ختم کر لے گا کافی عرصہ بعد وہ چلے میں بیٹھا تھا اس لیے الفاظ کی روانی میں اسے مسئلہ آ رہا تھا پھر جیسے جیسے وہ الفاظ بولتا گیا۔ اس کی اسپینڈ بھی بڑھتی گئی اور وہ یکسوئی سے الفاظ ادا کرنے لگا تا کہ گزرنے لگا وہ چونکہ ان جنات کا ساتھی تھا اس لیے چلے کے دوران کوئی ڈراؤنا واقعہ نہ ہوا اور نہ ہی چلے کے بیروں نے اسے چلے کے دوران ڈرایا سعد نے پچاس منٹ میں ہزار بار ورد پورا کر لیا اور پھر اڑھائی گھنٹے بعد وہ ورد پورا کر چکا تھا جیسے ہی ورد پورا ہوا اس نے جنات کو حشر بننے کا حکم دیا تو چند لمحوں بعد ایک خوبصورت ساجوان اس کے سامنے کھڑا تھا سعد اسے پہچان نہ سکا۔ کہ وہ کون ہے مگر وہ جن اسے پہچان گیا۔ ایک سنسنی خیز اور ذرا ڈرائی کہانی۔

کو زیادہ دیر تک سعد کا انتظار نہ کرنا پڑا وہ تموزی ویر بعد آیا اور اس نے دروازے پر دستک دی تو پجاری پجاری تیزی سے سوچوں کے بھنور سے اٹھا اور دروازے پر گیا تو اسے وہاں سعد کھڑا ہوا نظر آیا۔

جولائی 2014

خونک ڈائجسٹ 42

ماہ کال قسط نمبر ۷





پجاری نے اسے دیکھ کر کافی خوشی کا اظہار کیا اور بولا۔  
مجھے دشواری تھا سعد کہ تم کا سیلاب لونو کے اور مجھے تم پر اور استوائی دیوی کے خاص منتر پر بھروسہ تھا  
بھگوان کی کرپا سے تم نا کام نہیں ہونے ہو۔

ہاں پجاری جی۔ واقعی آپ کی دیوی نے میں وقت پر آ کر میری مدد کی اور نہ صرف ان لڑکیوں کو آزاد  
کر دیا بلکہ اس شہابی بدروح کا بھی کرپا کر دیا خدا کا شکر ہے کہ میں نے جو منہ کیا تھا میں نے اس کا  
کفارہ ادا کر دیا ہے اور یہ سب کچھ آپ ہی کی وجہ سے ہوا ہے پجاری جی ورنہ میں تو۔ سعد نے پجاری کی  
تعریف میں بہت کچھ کہنا چاہا۔۔۔۔۔؟

ارے نہیں بیٹا۔ پجاری سعد کی بات درمیان میں کاٹتے ہوئے بولا یہ تو میرا فرض تھا کہ میں بھگوان  
کے دیئے ہوئے علم سے دہی انسانیت کی خدمت کروں اور ای جذبے نے مجھے اپنی اور کئی ہاپوں کی نشت  
جگر کوٹا کر دے گا ہوں کی سزا بھگوان کے خلاف جنگ پر اکسایا اور پھر میں نے تمہاری اور ان بد نصیب لڑکیوں  
کو بچایا جن کی غریب شادی ہونے والی تھی مگر ان کی خوشیاں برباد ہونے سے بچ گئیں۔

آؤ اندر آ جاؤ۔

پجاری نے تیزی سے کہا اور سعد کو اندر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے آئے ہو لیا۔ اور سعد اس کی ہمراہی  
میں چلا ہوا اسی کمرے میں داخل ہو گیا جہاں وہ پہلے بیٹھا تھا۔ سعد بیٹے تم اندر جنھوں میں ٹکے اور رضائی لے کر  
آتا ہوں شاید کہیں اور مجھے تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہیے پجاری نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تو  
سعد چار پائی پر بیٹھ گیا اور پجاری ٹکے اور رضائی لینے کے لیے دوسرے کمرے کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر  
بعد وہ واپس آیا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینے پر ایک رضائی اور ٹکیہ بوجھ رکھا تھا اس نے وہ ٹکیہ  
اور رضائی چار پائی پر ڈالا اور پھر بستر بنا کر اس نے وہاں سعد کو لٹا دیا پھر اپنے لیے بھی بستر بنایا اندر سے ٹکیہ  
اور رضائی لے کر اور پھر وہ دونوں سو گئے۔ سعد کو بھی تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی شہابی کے ساتھ ہونے والے  
واقعے اور پھر لڑکیوں کو ایک کے گھر پہنچانے کے بعد وہ شدید تھکاوٹ محسوس کر رہا تھا۔ اس لیے وہ لٹنے ہی  
سو گیا۔ نجانے وہ کتنی دیر تک سو رہا۔

جب اسے جاگ آئی تو سورج کافی چڑھا تھا اس نے سر اٹھا کر پجاری کے بستر پر دیکھا وہاں پجاری  
موجود نہ تھا۔ سعد نے سوچا شاید وہ مندر میں ہو وہ کافی دیر تک بستر پر پڑا رہا جب وہ بستر پر پڑے پڑے ٹک  
آ گیا تو اٹھ کر کمرے میں بیٹھنے لگا اسے شدید بھوک اور پیاس لگ رہی تھی مگر اس وقت پجاری نہیں تھا اور وہ  
پجاری کے علاوہ کسی اور سے چائے وغیرہ نہیں کہہ پا رہا تھا۔ اس نے مکان سے باہر نکل کر پجاری کے پاس  
مندرجائے کا ارادہ کیا اور کمرے سے باہر نکلا تو اسے پجاری کی دیوی دھنتی نے دیکھ لیا تو دھنتی نے اسے  
دوبارہ کمرے میں جاتے اور ناشتہ کرنے کو کہا اس نے سعد سے کہا۔

پجاری پوچھا میں مصروف ہیں اور آدھے گھنٹے تک وہ اس کا انتظار کرے سعد دوبارہ کمرے میں آ گیا  
اور تھوڑی دیر بعد دھنتی نے اسے ناشتہ پیش کیا جو چائے اور کچھ مٹھائی پر مشتمل تھا۔ دھنتی نے اس کے آگے  
ناشتہ رکھا اور کہا۔

بیٹا اس وقت گھر میں یہی کچھ ہے اسے سوچا کہ اگر وہ کافی بھوکا تھا اس لئے جو کچھ بھی تھا اس نے کھا لیا  
ناشتہ کے دوران میں دھنتی نے سعد سے واجبی سی باتیں کیں اور اس کا شکر یہ ادا کیا تو سعد کو غم ہو گیا کہ

جولائی 2014

خون کا ڈائجسٹ 44

ماہی کال قسط نمبر ۷

بجاری اپنی بیوی کو بھی سارا قصہ بتا چکا ہے و جنتی کے جانے کے کوئی دس منٹ بعد بجاری بھی آ گیا اس نے آتے ہی سعد سے معذرت کی اور کہا۔

میں صبح جلدی ہی اٹھ گیا تھا اور مندر میں پوچھا کرنے لگا گیا اس دوران میری بیٹی شانی کے سرال میں سے غور تیں بھی آگئی تھیں اور میں انہی کے ساتھ دم بھانے مندر گیا اور دم کے لیے پوچھا کرنے لگا گیا۔ اور مجھے دیر ہوگئی جس کے جواب میں سعد نے کہا۔

آپ مجھے شرمندہ نہ کریں ایسی باتیں کر کے۔ کیونکہ میں تو پہلے ہی آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایک شیطان کی قید سے نجات دلائی اور بے پناہ الہیت سے چھٹکارہ ملا بجاری نے سعد کو شام تک صبر کرنے کو کہا اور کہا وہ اگر چاہے تو مندر میں آکر ان کی مذہبی رسومات دیکھ سکتا ہے یا ادھر ادھر گھوم پھر کے ٹائم گزار سکتا ہے جس کے جواب میں سعد نے گھومنے پھرنے کو ترجیح دی تو بجاری بخوشی اسے اجازت دے دی اور سعد گھر سے باہر نکل کر ادھر ادھر ٹیلوں پر مظر ماری کرنے لگا۔ جہاں اسے شیطانی غلاموں سے نجات کی خوشی تھی وہیں اسے اس بات کا بھی دھڑکا تھا کہ کہیں مایہ کال ایک بار پھر اسے اپنے جال میں نہ پھانس لے بجاری کی شکتی پر اسے اعتماد تھا اور وہ ابھی تک اشوائی دیوی کے خادو کے زیر اثر بھی تھا۔ مگر وہ مایہ کال کو بھی کافی اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اس کے سامنے اشوائی دیوی کوئی شے نہیں ہے بس اسی دھڑکے نے اسے وہاں سے واپس بجاری کے گھر جانے پر مجبور کیا اور وہاں بہت سیدھا سا میٹھک میں واپس آ کر بستر پر ڈھے گیا اور سوچوں میں گم ہو گیا۔

آج جب اپنی اصل حالت میں واپس آیا تو اس کے تمام احساسات جذبات اور زندگی سے جڑے تمام واقعات بھی پھر سے واپس آ گئے تھے وہ آج بالکل آزاد تھا اس کا دماغ اس کے اپنے کنٹرول میں تھا وہ جتنے لحاظ پر غور کرنے لگا جتنا عرصہ اس نے شیطانی طاقت کے زلفے میں گزارا تھا وہ اسے ٹھیک سے یاد نہیں تھا اس دوران میں اس کے ساتھ کیا کیا کھیل چلا گیا پانچال کی وادی کا ایک ایک منظر اسے یاد تھا اور خاص کر وہ آرٹی کی روح جس نے اسے پانچال سے نکلنے میں مدد دی اور اسے زرد لاشوں سے بچایا اس کے علاوہ آرٹی نے اسے رہنمائی دی اور کئی بار کی جینی موت سے بھی بچایا وہ اس کا بے حد احسان مند تھا وہ اس کے احساسوں کا بدلہ چکانا چاہتا تھا مگر وہ خود ابھی ہے بس تھا اور لاچار تھا وہ آرٹی کو اس دلدل میں سے نکالنے کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا مایہ کال نے اسے کافی ذلیل کیا تھا لڑکیاں انہو اکروائیں بندے مروائے اور زرد لاشوں کے حوالے کیا اور آگ کی اس کو بھی میں اسے پہنچا جس میں سعد کی بھیا تک موت یعنی بھی مگر وہ ہر بار موت کو دھوکہ دے گیا اور نکل گیا اب وہ آزاد تھا مگر کتنے سے تک یہ خود اسے بھی معلوم نہ تھا اسے تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہانیہ کے ساتھ کیا جیتی۔ کیا اس نے مایہ کال کو مورلی کا راز بتا دیا ہے یا ابھی سے ہے۔ مایہ کال کا اس کے ساتھ رویہ کیسا ہے اور ہانیہ کی زندگی کیسے گزر رہی ہے اسے کچھ بھی معلوم نہیں تھا ہانیہ کو تو اس نے صرف ایک بار اس کے کمرے میں رات کو جا کر دیکھا تھا جب مایہ کال بھیس بدل کر اس کے ساتھ کھینے اس کے کمرے میں گیا تھا اور سعد نے اس کی ٹانگ کاٹ دی تھی جب اسے ہانیہ سے جڑے واقعات یاد آئے تو اسے اس کی محبت۔ اس کی جان اس کی زندگی اور اس کی کل کائنات نوچیں یاد آئی تو اس کی آنکھیں بھرتا تھیں ایک ٹھنڈا سانس اس کے منہ سے خارج ہوا اور وہ روہنا ہوا گیا۔ وہ اس کی کل کائنات تھی اس کی زندگی کا محور تھی جس سے اس نے بے پناہ پیار کیا تھا لیکن اسے مایہ کال نے لی پڑھا دیا



اس کی محبت کو اس سے جدا کر دیا وہ جس کے بغیر اس کا سانس لینا بھی دشوار تھا آج وہ اس کے بغیر جانے کیسے زندہ تھا اور کیسے دن گزار رہا تھا محسوس سے چہرے والی نوشین جس کے دل میں سعد کے لیے بے پناہ محبت تھی وہ بھی اسے ویسے ہی چاہتی تھی جیسے کہ سعد گمراہ اس کو ہمیشہ کی جدائی دے گئی تھی دو مونسے آنسو اس کی موٹی آنکھوں سے نکل کر اس کے گالوں پر بہہ گئے تو سعد نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو پونچھا تو اسے اپنے چہرے پر وار بھی کے بڑے بڑے ہال جو ابھی ہوئے تھے محسوس ہوئے اس نے نکالیں نیچے کر کے تھوڑی پر لگا دوڑائی تو اس نے بڑی ہوئی شیو اور بے ترتیب الجھے ہوئے ہال دیکھ کر سر کے بالوں پر ہاتھ پھیرا تو ان کی حالت کچھ زیادہ ہی خراب تھی انھوں نے کتنا عرصہ ہو گیا تھا اسے شیو بنانے اور ہال کٹوانے ہوئے اس حالت میں وہ ایک ملنگ بن چکا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھا اور مندر کی جانب گیا وہاں اس نے پوجا میں مصروف پجاری کو اشاروں میں اپنی حالت کا بتایا اور درخواست کی کہ اسے حمام کے پاس لے جایا جائے پجاری نے اس کا اشارہ جان لیا اور اسے اشارہ کیا کہ وہ دھنت اٹھا کر لے کیونکہ پجاری مندر میں بھگوان کے بت کی آرتی اتار رہا تھا سعد باہر آ کر کھڑا ہو گیا دروازے پر ایک لڑکا اور ایک لڑکی اک ساتھ کھیلنے ہوئے دکھائی دیئے بچے نے بچہ کو کاندھوں پر اٹھ کر لیا تھا اور وہ ابے کاندھے پر اٹھائے گولی وارے میں گھوم رہا تھا وہ کبھی بھاگنے لگتا تو بھگ چلنے لگ جاتا لڑکی وہ پر کندھے پر ٹھہرتی ہوئی خوشی سے تالیاں بجاتی اور مندر لاتی تو لڑکا تر پارہ خوش ہو جاتا۔ اور بھاگنے لگتا۔ سعد اس منظر کو دیکھ کر کھوٹیا اسے لگا۔ لڑکی نوشین ہے اور لڑکا وہ خود ہے جو نوشین سے فیمل رہا ہے وہ بچپن میں نوشین سے ایسے ہی کھیلتا تھا ہمیشہ اس کی خوشی کا وہ بیان رکھتا تھا اور اسے ہنوانے یا اس کو خوش کرنے کی کوشش میں لگا رہتا مگر اب وہ منظر دھندلا گئے تھے جس اڑ گئے تھے اور وہ اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی اب وہ صرف آپن ہی بھر سکتا تھا اور بس۔۔۔ وہ نہ تو گیا وقت تھا لوٹا سکتا تھا اور نہ ہی نوشین کو وہاں لائے تھا وہ اب اس دنیا سے تھک گیا تھا اس کا دل اب بھر گیا تھا وہ اپنی نوشین کے پاس جانا چاہتا تھا جہاں پھر سے ان دونوں کو جدا کرنے والا کوئی نہ تھا وہ مر جانا چاہتا تھا لیکن اس وقت تک نہیں جب تک ان کا دشمن زندہ تھا جس نے اسے اپنوں سے جدا کیا تھا وہ ان سے دور ہوا تھا وہ اس دشمن کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا تھا کاش نوشین زندہ رہتی تو وہ مایہ کال کو معاف کر دیتا اپنے والدین کا خون بھی معاف کر دیتا مگر وہ سب بھول چکا تھا اگر وہ زندہ ہوئی تو ایک بار پھر سعد کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور وہ گڑے ہوئے ماضی میں کھو گیا۔

میرے چارہ گر تیرے من میرا ہر خواب بے رنگ بے اثر  
میری ہر نگاہ ہے سمت ہے میرا ہر فن بچ گیا ہے اثر  
میری شام کا ہر ایک رنگ ہاں چلا گیا تیرے سنگ سنگ  
یہاں رہ گئے ہیں تیرے منتظر یہ اجازت اجازت سے ہام دور  
میرے ہر زخم کا علاج تو میری ہر خوشی میں شریک تو  
تو ہی رہنا تو ہی راستہ تو ہی راہ گزر تو ہی تسلسل  
جو نہیں ہے تو تو تیری قسم یہاں کوئی نہیں میرا  
میرے ہم قدم میرے پاس آ کے ویران ہے میری راہ گزر  
وہ مزید رکھی ہو گیا کہ اچانک اسے پجاری کی آواز سنائی دی جو اس سے مخاطب تھا۔

سعد بچے کہاں گم ہو۔ وہ سوچوں کے مہنور میں ہی رہا اور بولا۔

لوگ کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے جدا رہتا ہے  
مگر وہ بن کر سے دھڑکن دل میں بسا رہتا ہے  
یوں میری ذات میں شامل ہے اس کی زندگی  
جیسے سارے زمانے میں خدایا رہتا ہے

کون۔۔ کون تھا وہ۔ نوشین میری جان جو چلی تھی مجھے اس غم میں چھوڑ کر مجھ سے غلط تو ذکر۔ وہ  
روتے ہوئے بولا تو پجاری نے اس کے کانہ سے پر ہاتھ رکھا اور سلی دیتے ہوئے کہا۔

سعد بچے ہوئی کو کون نال سکا ہے بھلا۔ تم نے مجھے نوشین کے بارے میں بتلایا تھا مجھے یاد ہے اس پر  
بہت ظلم ہوا ہے لیکن تم حوصلہ رکھو اور بھگوان سے پراستا کرو کہ اس کی آتما نکلی رہے اور اپنے مقصد کی  
کامیابی کے لیے اپراستا کرو بس اور پاتی سب ندری باتیں بھول جاؤ۔

کسی کو بھلا نا بھی بھی آسان نہیں ہوتا پجاری جی ایک ایت ایک درد جو ہر وقت دل میں اٹھتا ہے  
اور آدمی کو اپنے اندر سمو لیتا ہے اپنوں کی جدائی بہت اذیت ناک ہوتی ہے خاص کر اپنی محبت کی جدائی کیسے  
سیدھ چرتی ہے کسی کو کیا معلوم۔

جاہنا بول چٹا۔ میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کئے زندگی کی غرضوں کو تم سے بہتر جانتا ہوں  
بحر حال آؤ حجام کے پاس چلتے ہیں پجاری نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر ایک طرف چلنے لگا سعد نوشین  
کے خیالات میں گم تھا اسے پتہ نہ چلا کہ وہ کب حجام کے پاس پہنچے راستے میں پجاری نے سعد کی کھوپڑی کھولی  
حالت کی وجہ سے اس سے کھوپڑی کی اور خاموش رہا۔

موہن لال۔ کیسے ہو تم۔ سعد پجاری کی آواز سے خیالات کی دنیا میں واپس آیا اور اس نے اس آدمی  
کو دیکھا جس کو پجاری نے موہن لال کے نام سے پکارا تھا وہ بوڑھا آدمی تھا جس کی کھنی سفید داڑھی  
اور نوچیں تھیں شلوار کھنڈ میں ملبوس تھا ایک کپے کمرے میں بیٹا اور بوسیدہ سا تھا وہ پتی اور میل سے بھرا  
بوکھلا اور ایک چھوٹا سا شیشہ تھا اس کمرے میں پجاری نے سعد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا موہن  
لال یہ ایک میرا ہے تم نے اسے تراش کر کوہ نور بنا دیا ہے۔

بس ابھی بنائے دیتا ہوں پجاری۔ موہن لال نے کہا اونٹ میں رکھے ہوئے پانی سے چنو بھر کے  
ساتھ دھو ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پر سعد کو بٹھا کر اس کے سر پر پانی اٹھریں کر اس کے بال نرم کرنے لگا کافی  
الٹے ہوئے تھے اور ان میں گردی اور میل کی تہ بھی جس کی وجہ سے وہ بال کافی اترے ہوئے تھے اس لیے  
موہن لال نے کافی محنت کے بعد ان کو نرم کیا اور کاسٹے میں مصروف ہو گیا۔ کوئی پونے گھنٹے کے بعد سعد کا  
حالیہ ہی بدل گیا۔ اس کے تمام بال صحیح طریقے سے موہن لال نے کال دیئے تھے اور شیو بھی بنائی تھی موہن لا  
لی کو تھوڑے پچھلے دے کر پجاری وہاں سے واپس آیا اور پھر اس نے سعد کو نہانے کو کہا اور اسے کپڑے پہننے  
کو دیئے وہ خوب جی بھر کے ہایا اور کپڑے میل کا ہجوم بننے کے بعد اس کا سر ہلکا ہو گیا اور جسم بھی فریش ہو گیا  
اس کے بعد دونوں نے کھانا کھایا اور پجاری دوبارہ مندر چلا گیا۔

سعد فریش ہو چکا تھا دماغ سے بوجھ ہٹنے ہی دماغ اٹھنے لگا تو ماپے کال سے انتقام پہنچا پانی انہرے اچے  
سعد نے سوچا کہ بھائے اس کے کہ وہ پجاری سے اپنی شہتی کے حصول کی مدد مانگے یہاں وہ اپنے دماغ





اپنے اس دشمن جس نے میرے سر شد اور میرے ساتھیوں کو شہید کیا ہے اس سے لاسکتا ہوں تو میں واپس آگیا اور اسی جگہ رہنے لگا جہاں بھی تم اور ہمارے پرو مشن رہا کرتے تھے میں نے اس جلی ہوئی مسجد اور ماحقہ کمرے کو پھر سے آباد کیا اور وہیں اپنے چند ساتھیوں کو بھی لے آیا۔ میرے دیگر ساتھی تو شہید ہو چکے تھے مگر تم زندہ تھے میں نے ایک چلہ کیا اور پھر اس چلہ کی مدد سے میں نے تمہارا حال معلوم کر لیا مگر تم اس دوران ایک بدروح کے قبضے میں تھے اور وہ تمہارے ذمے بسے سات ہندو برہمن لڑکیاں اغوا کر کے ان کی بلی دے کر امر ہونا چاہتی تھی میں نے تم کو اس سے نجات دینے کا سوچا اور میں اس پر عمل کرنے ہی والا تھا کہ کسی اشوانی دیوی کے طلسم میں تم نے اس بدروح کو مار دیا ہے جس بڑا خوش ہو گیا اور تم سے ملنے آیا مگر۔۔۔؟

سعد بچے سعد ساجد نے پجاری کی آواز سنی تو بات بدل کر بولا۔ سعد بھائی یہ پجاری بھی آپ کا دشمن ہے آپ جلدی سے اٹھ جائیں اور پجاری سے ملیں میں نہیں چاہتا کہ وہ تم کو اس حالی میں میرے ساتھ دیکھے اور پاں میں اب ہر لمحہ تمہارے ساتھ رہوں گا پجاری کا علم مجھے شناخت نہیں کر سکتا۔ جاؤ باقی باتیں بعد میں ہوں گی ساجد علی اتنا کہہ کر غائب ہو گیا تو سعد اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہاں سے اٹھا تو اس نے پجاری کو اپنے طرف آتے ہوئے دیکھا سعد سنبھل گیا اور اپنا ہاتھ لہرا کر اپنے یہاں ہونے کا اشارہ کیا۔ سعد تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ جی جی پجاری جی۔

کہاں تھے سعد۔ میں کب سے تم کو ڈھونڈ رہا ہوں بچے۔ بھگوان کی دیا ہے کہ تم ادھر ہو ورنہ میں تو پریشان ہو گیا تھا کہ کہیں تم پھر سے مایہ کا لکے شگے میں آگئے ہو او بھگوان۔۔۔ پجاری اسے دیکھ کر خوشی سے بولا۔ تو سعد بات کو گول کر گیا۔ اور بولا۔

کہیں نہیں پجاری جی۔ بس دل کو رہا تھا کہ کسی دیوان جگہ جا کر ماضی کی یادیں تازہ کروں اس لیے یہاں لیٹ گیا۔

اچھا ہے لیکن بچے مجھے تو بتایا ہوتا۔ پجاری نے شکوہ کیا۔

معافی چاہتا ہوں پجاری جی۔ میں نے سوچا آپ اپنی پوجا میں مصروف ہوں گے اور کم سے کم اڑھائی گھنٹے تک فارغ نہیں ہوں گے اس لیے آپ کو پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا اس لیے بنا بتائے ابھر آگیا۔ آپ کو برا لگا ہو تو معذرت خواہ ہوں سعد نے شرمندگی سے کہا تو پجاری نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔ اور بولا۔

سعد بچے بس۔ معافی مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کرو میں تو اس لیے پریشان ہو گیا تھا کہ حالات جو ایسے ہیں اس لیے میں پریشان ہو گیا تھا بحر حال آؤ سورج غروب ہونے میں کچھ وقت باقی ہے کچھ کھاپی لیں اس کے بعد ایک کام کرنا ہے تم نے اور میں نے مل کر۔ پجاری کے الفاظ پر سعد چونکا۔ کون سا کام پجاری جی۔ میں سمجھا نہیں۔

ارے بھئی میں نے کل کہا تھا ناں کہ میں تین دن کا چلہ کرنے والا ہوں تمہاری نورانی شکتی کو واپس لانے کے لیے تو اسی کام پر تو جانا ہے۔

لیکن کہاں جانا ہے سعد نے مانگی میں کہا۔

بچے جو چلہ میں کرنے والا ہوں اس کے لیے سب سے پہلے تو مجھے تمہارے اندر سے اشوانی دیوی نکال



ظلم نکالنا ہوگا۔ پھر تم کو ایک برائے سامنے بٹھانا۔ میں دن کا چلہ کرتا ہے اور ہر رات جیسے ہی چلہ ختم ہوتا ہے پھر نکلیں ماری ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ تم اور میں کسی ایک کی جگہ جائیں۔

ہوں۔ ٹھیک ہے بیماری جی لیکن اشوائی دیونی کا ظلم آپ میرے اندر سے کیسے نکالیں گے۔  
بچہ جس پستک کی مدد سے میں نے تم پر اشوائی دیونی کا منتر پھونکا تھا اس کو نکالنے کے طریقہ تھوڑا مختلف ہے اس کے لیے تم کو میرے ساتھ برائے مندر میں ایک تہہ خانہ ہے اسی تہہ خانے میں موجود چار ٹوکوں میں منشی کے گھر سے دفن ہیں بس میں عمل کرتا جاؤں گا اور تم ہر بار جب میں اشارہ کروں تم وہاں سے منشی کھو کر گھر آنا اور اس کا منہ کھول دینا۔ تم اسی طرح پورے چار ٹوکوں میں یہ عمل دہراؤ گے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اشوائی کا ظلم تم سے اٹل کہ میرے عمل کے ذریعے ایک حصہ گھر سے میں چلا جائے گا پھر تم اس گھر سے دوبارہ بند کرو دینا۔ اسی طرح اس گھر سے سے جس سے وہ پہلے بند تھا اسی طرح اشوائی کا ظلم چار حصوں میں تم سے الگ ہو جائے گا بیماری نے تفصیل بتائی۔ سعد سوچا میں پڑ گیا۔ اور بولا۔

لیکن بیماری جی ایسا کیوں کرنا ہوگا کہ وہاں پر اے مندر میں چار حصے منتر ان گھروں میں داخل کرنا ہوگا اور اگر اشوائی دیونی کا ظلم میرے اندر پڑے تو کیا برحق ہے۔

ہاں اشوائی کا منتر دوسے تو تمہارے لیے ہی ہے مگر یہ بھی پڑے گا لیکن بچے ہر دیوی اور دیوتا کے جیہی دیونی اور دیوتا بھی ہوتے ہیں اگر کوئی دیوی یا دیوتا کسی منشی پر اپنا منتر منشی کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ منشی اس دیوی یا دیوتا کے قبضے میں ہے اور ان کا غلام ہے اور پھر وہ تمام دوسرے دیوی دیوتا کی نظر میں ایک دشمن بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی دیوی یا دیوتا کسی منشی کو اپنا ظلم دے دیں تو وہ سب دیوی دیوتا اسے اپنی توہین جانتے ہیں اور اس آدمی کو مار ڈالنا چاہتے ہیں اس لیے اگر زیادہ سے تک اشوائی دیوی کا ظلم تمہارے اندر پڑا تو دوسری دیویاں تمہارے دشمن بن جائیں گے۔ اور اس سے پہلے کہ وہ تم کو کوئی گزند دیں ہم وہ ظلم ہی نکال لیں گے اور رہا سوال اس کے نکلنے کا تو یہ ہر دیوی یا دیوتا کے ظلم کو نکالنے کے لیے یہی طریقہ ہے کہ اسے چار حصوں میں بٹال کر منشی کے گھر سے میں کسی پڑے مندر میں آ جاؤ اور کچھ سے بعد وہ منتر گھروں سمیت منشی ہو جاتا ہے اگر پھر کسی کے اندر ظلم ڈالنا ہو تو اسی طرح پستک کی مدد سے ڈالا جاتا ہے اور اسی طرح سے نکالا جاتا ہے کیا سمجھے۔ بیماری نے تفصیل بتائی تو سعد نے اسے مان لیا۔ اس سے اس کے اندر پہلے تمام سوال کے جوابات بھی مل گئے اور وہ مطمئن ہو گیا۔ اس نے میں دو گھر کے نزدیک آ گئے تو بیماری نے سعد کو ہنست میں جانے کا اشارہ کیا اور خود اندر چلا گیا سعد نے خدا کا شکر ادا کیا کہ بیماری کو اس کے چلے کا ظلم نہیں ہوا وہ نہ وہ شاید محسوس نہ جاتا لیکن ایک بات جس نے سعد کو پریشان کیا تھا وہ بات تھی ساجد کی کہ بیماری بھی تمہارا دشمن ہے ساجد نے یہ بات کہوں کی بھی حالانکہ بیماری نے تو سعد پر احسان کیا تھا اسے شہابی بدروح کے جاؤ سے آزاد کروایا تھا تو پھر وہ میرا دشمن کیسے بن گیا۔ سعد سوچوں میں غم ہو گیا ایک طرف جہاں اسے ساجد کے ساتھ کی خوشی تھی وہیں اسے اس بات کی پریشانی بھی تھی ساجد کا ساتھ ملنا گویا۔ سعد کے لیے نورانی طاقتیں ملنے جیسا تھا واقعی وہ ساجد کو نہیں جانتا تھا لیکن ساجد اسے پہچانتا تھا اور یہ بھی اس کی مہربانی تھی کہ وہ سعد کے بلانے پر آ گیا تھا ساجد نے نورانی طاقتیں ماسٹری کی تھیں۔ سعد سمجھتا تھا کہ ساجد اس کے بڑے کا ساتھ رکھتا تھا ساجد کے ساتھ سے اب سعد کو واقعی امید ہو چکی تھی کہ وہ بنا اپنی طاقت کے لیے بھی مایہ نال سے مقابلہ کر سکتا ہے اور اپنا مقصد پورا کر سکتا ہے ساجد کو دیکھ کر اسے

اپنے مرشد کی یاد تازہ ہو گئی تھی اور اس کے ذہن ہرے ہونا شروع ہو گئے تھے۔ کافی اچھا وقت تھا وہ جب ہر سو خوشیاں تھیں مگر اب سب اجڑ چکا تھا۔

کہاں کھو گئے ہو سعد بچے۔ بیماری کی آواز پر سعد چونک کر خیالات کی دنیا سے باہر آیا۔ اور ہوا۔ کہیں نہیں بیماری تھی۔ کس حالات میں اور قسمت میں کھویا ہوا تھا۔

اوہو تم پھر خود کو بلکان کر رہے ہو جب میں نے تم کو سمجھا یا بھی ہے تو بیٹا اب تم ماضی کو بھول جاؤ اگر نہیں بھول سکتے تو بچے تم از کم میرے سامنے تو نہ پاؤ کہ وہ تم کو ادھی دیکھ کر بچتے تکلیف دہی ہے۔ معافی چاہتا ہوں بیماری تھی۔ دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔ سعد نے کہا تو بیماری نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور کہا۔

بچے تھوڑی دیر میں شام ہو جائے گی اندھیرا ہونے کے بعد تم اور میں پرانے مندر میں جائیں گے اور اشوائی دیوی کا جادو تم سے اتار دیں گے پھر وہیں میں تم کو اپنے سامنے بیٹھا کر چلے کروں گا۔

ٹھیک ہے جیسا آپ کو بہتر لگے۔ سعد نے سعادت مندی سے کہا ٹھیک ہے پھر کھانا کھا کر تیار رہنا کھانا تیار ہے۔

ٹھیک ہے۔ سعد نے کہا تو بیماری اسے قدموں واپس گھر کی جانب مڑا۔ آدھے گھنٹے کے بعد کھانا کھا چکے تھے اور بیماری برتن صیٹ کر گھر دینے گئی۔ اس آکر ہوا۔ بچے دو دن بعد میری بیٹی کی شادی ہے اس لیے میری خواہش ہے کہ اگر تم بھی شادی میں شرکت کرو۔

کیوں نہیں بیماری جی وہ آپ کی بیٹی سے تو میری بہن ہے اور خد کا شکر ہے کہ وہ مجھ سے انخواہ ہونے سے بچ گئی اور شادی ہو رہی ہے ورنہ اگر میں اسے چھائی کے جاو کے زیر اثر آکر انخواہ کر لیتا تو آپ کے خواب بھی ٹوٹ جاتے ہوں۔

ہاں یہ سب بھگوان کی کرپا ہے ورنہ نبھانے کیا ہوتا۔ بحر حال آؤ اندھیرا بھل چکا ہے میرے خیال میں تم کو چلنا چاہیے بیماری نے اٹھتے ہوئے کہا تو سعد بھی اٹھ گیا اور ہوا۔ ٹھیک ہے چلئے۔

وہ دونوں وہاں بہت دیر پرانے مندر کی طرف نکل پڑے باہر کافی اندھیرا ہو چکا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جس سے سعد کو سگھون مل رہا تھا بیماری اب سعد کو مایہ کال کے ان غلاموں کے حوالے کرتے جا رہا تھا جس کا مایہ کال نے اسے حکم دیا تھا بیماری پہنچا تھا کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو مایہ کال اس کے گھر والوں اور اس کو غیرت ناک موت دے گا اسے اپنے گھر والوں سے بہت پیار تھا وہ کسی بھی صورت میں اپنے گھر والوں کو مصیبت میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ کاش وہ مایہ کال سے لڑ سکتا تو سعد کو بھی بھی وہ اس طرح دھوکہ کراشوائی دیوی کے طلسم کو وہاں پرانے مندر میں جانے کے بہانے سے ایسا نہ کرتا مگر وہ مجبور تھا۔ وہ ایک باپ تھا ایسا باپ جس کی بیٹی کی دوبارہ شادی ہوئی تھی اور اسے مایہ کال نے دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ اس سمیت اس کی بیٹی اور بیٹی کو مار ڈالے گا ایک باپ نے اپنے کے ماٹے وہ مجبور رہے پس تھا اسے سعد پر کافی ترس آ رہا تھا مگر وہ کیا کرتا۔ اگر سعد کو پہنچاتا تو مایہ کال اس کو اجازت داتا اگر گھر کو پہنچاتا تو سعد اجڑ جاتا۔ اس نے پھر مایہ کال کی بی بی بات کو مانا اور اب وہ سعد کو دوبارہ مایہ کال کے غلاموں کے حوالے کرنے جا رہا تھا سعد اس بات سے بالکل لاعلم تھا کہ اسے جاو نکالنے کے بہانے کس



مقصود سے پرانے مندر لے جایا جا رہا ہے وہ تو خوش تھا کہ اس کی نورانی شگفتی اسے ملنے والی ہے اور پجاری اسے وہاں چلے کے لیے لے جا رہا ہے۔ چلتے چلتے وہ ایک پرانی سی کھنڈر نما عمارت کے قریب آگئے تو پجاری بولا۔

سعد بچے یہی عمارت منزل ہے۔ یہی ہے وہ پرانا مندر۔ پجاری نے کہا تو سعد نے اندھیرے میں مندر کو دیکھا مندر کی عمارت کی ٹپت گرہکی تھی مگر دیواریں کھڑکی میں گر نہایت مخدوش حالت میں تھیں۔

آؤ جلدی آؤ۔ پجاری نے تیزی سے کہا۔ مندر کی عمارت میں داخل ہو کر پجاری نے جیب سے موم بتی اور ماحس نکالی اور موم بتی جلائی موم بتی کی روشنی میں پجاری ایک طرف بڑھا اور کونے میں بیٹھ کر فرش کی مٹی ہٹانے لگا۔ سعد نے اس کام میں اس کی مدد کی آنکھیں بھرا آئیں مگر وہ چپ رہا اور سعد کو منع نہ کر سکا مٹی کے نیچے سے ایک بڑے پتھر کا تختہ سہا نمودار ہوا تو پجاری نے زور سے اسے سر کا یا۔ سر کٹنے سے تہہ خانے کا منہ کھل گیا اور موم بتی کی روشنی میں پجاری کو اندر سے میڑھیاں بچنے جانی ہوئی نکھر آئیں پجاری نے بھٹوان کو پانام کیا اور اندر اترنے لگا۔ اس کا دل انجانے خوف سے دھڑکنے لگا اسے ایسے لگا کہ جیسے وہ بھی اب اس تہہ خانے سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ بحر حال چتا ہوا وہ تہہ خانے کے فرش پر آیا تہہ خانے میں حیرت انگیز طور پر نہ تو کوئی گند تھا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی بد بو یوں لگتا تھا کہ جیسے اس تہہ خانے کو کوئی صاف کر جاتا ہے رہتی مٹی اسے صاف نظر آ رہی تھی جس کا مطلب تھا کہ تہہ خانے کا فرش کیا تھا۔

سعد بچے پجاری نے سعد کو پکارا۔

جی۔ وہ عاجزی سے بولا۔

اب میں عمل کرنے والا ہوں میرے پاس آ جاؤ۔ میں جیسے ہی تم کو بولوں تم نے فوراً ایک کونے کی مٹی ہٹا کر گھڑا نکالا ہے۔ اور اس کا منہ کھول کر گھڑے کو لٹکانا ہے اور پھر اسی طرح تم نے منہ بند کر کے گھڑے کو واپس دبا دینا ہے مجھے پجاری نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے پجاری جی۔ ایسا ہی ہوگا۔

پجاری جانتا تھا کہ مابہ کال کے علاوہ ضرور اس گھرے میں موجود ہوں گے اور اگر نہ ہوتے تو پھر مابہ کال اسے ایسا کرنے کو کیوں کہتا چند لمحوں بعد پجاری کے بڑا آنے کی آواز آنے لگی۔ تو سعد سمجھ گیا کہ اب پجاری نے عمل شروع کر دیا ہے۔ وہ جتنا ط ہو کر کھڑا ہو گیا۔ پجاری سنسکرت زبان میں کوئی ورو بڑا بڑا آنے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تیزی سے بولا۔

سعد مٹی کھودا اور گھڑا نکالو۔

سعد تیزی سے کونے کی جانب لپکا۔ اور کونے میں جا کر دونوں ہاتھوں کی مدد سے مٹی کھودنے لگا۔ مٹی کافی نرم تھی۔ اس لیے سعد کو ہاتھوں سے کھودنے میں کوئی تکلیف نہ ہوئی تھوڑے سے کھودنے کے بعد سعد کے ہاتھ مٹی کی کوئی ٹھوس چیز سے ٹکرائے سعد سمجھ گیا۔ کہ یہی وہ گھڑا ہے گھڑے کے منہ سے مٹی بنا کر اس نے گھڑے کے ارد گرد سے مٹی بنا شروع کر دی۔ اور تھوڑی دیر بعد ایک بڑا سا مٹی کا گھڑا اس نے زمین سے باہر نکال لیا۔

گھڑا کافی وزنی تھا یوں لگتا تھا کہ اس گھڑے میں جیسے لوہا بھرا ہوا ہو۔ گھڑے کو باہر نکال کر سعد نے

موسم ہی کی دھبکی روشنی میں اس کے منہ کو دیکھا جو کپڑے کی مدد سے بندھا سعد نے تیزی سے کپڑے کو کھولا اور گھڑا اٹھا کر زمین پر الٹ دیا اچانک ہی تہہ خانے میں ہوائیں چلنے لگیں اور ایسے گھٹنے لگا کہ جیسے کوئی طوفان آ رہا ہو اچانک ہی کمرے میں سانپ کے پھٹکا دے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر گھڑے میں سے ایک بہت بڑا اونٹنی سانپ اپنی دو شاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے اور پھٹکارتے ہوئے تیزی سے باہر نکلا سانپ کو باہر آتا دیکھ کر سعد ڈر گیا۔

اس نے گھڑا وہیں پھینک دیا اور تیزی سے بھاڑی کے قریب آ گیا موسم ہی کی روشنی میں انہوں نے سانپ کو اپنا بچن اوپر کئے ہوئے پھٹکارتے ہوئے دیکھا کمرے میں جو ہوا میں آ رہی تھیں وہ سب اس سانپ کے پھٹکارنے سے ہی آ رہی تھیں سانپ تیزی سے سعد کی جانب بڑھا بھاری اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا اور حیرانگی سے سانپ کو دیکھ رہا تھا سعد جان گیا کہ سانپ اسے کاٹنے کے لیے ہی آ رہا ہے سانپ تیزی سے بھاری کی جانب بڑھا اور پھر اچانک کمرے میں روشنی کا جھکا سا ہوا۔ سعد کی آنکھیں اس تیز روشنی سے چندھیا سی گئیں۔ اور پھر اس نے سانپ کو چلتے ہوئے دیکھا۔ سانپ کو آگ لگی ہوئی تھی۔ اور وہ درد کے مارے اور احرار لوٹ پوٹ ہو رہا تھا یہ منظر ان کے لیے ہوش اڑا دینے والا تھا۔ ابھی وہ اسی منظر میں غم تھے کہ اچانک پھر سے کمرے میں تیز روشنی ہوئی پورا کمرہ روشن ہو گیا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کمرے میں کوئی بلب جل رہا ہو مگر اسے روشنی کا منبع نظر نہ آیا۔ اچانک سعد نے اپنے سامنے ساجد کو دیکھا جو تہہ آلود نظروں سے چلتے ہوئے سانپ کو دیکھ رہا تھا۔ سعد حیران رہ گیا کہ یہ جگہ بھاری کا حال ایسا تھا کہ جیسے کالو تو خون نہیں وہ اپنی جگہ پر خوف کے مارے پہلے ہا کھڑا تھا سعد اس صورت حال کو بالکل بھی نہ سمجھ پایا۔ اور ہفتوں کی طرح بھی چلتے ہوئے سانپ کو اور بھی ساجد کو دیکھتا رہا۔

اس کے شاید مارغ میں نہیں تھا کہ بھاری نے بھی اسے ایسے ہی کہا تھا تو پھر یہ سانپ کہاں سے نمودار ہو گیا۔ اور پھر بھاری کا یوں بت بنے رہتا یہ سب کیا تھا بھاری کے چہرے پر اس سانپ کو دیکھ کر ہوا غماں اڑ رہی تھیں وہ شدید حیران اور خوفزدہ ہو گیا تھا کیونکہ اسے مایہ کال نے کہا تھا کہ گھڑوں میں اس کے غلام ہوں گے مگر اسے یہ علم نہ تھا کہ اڑدھا بھی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ کمرے میں ظاہر ہونے والے نوجوان کو بھی وہ دیکھ چکا تھا اور چلتے ہوئے سانپ کو بھی اس نوجوان نے ہی مایہ کال کے غلام کو مارا تھا جس سے بھاری یہ جان گیا تھا کہ وہ نوجوان زبردست شہتی کا مالک ہے اور اس کا یہ یوں مایہ کال کے غلام کو مارنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سعد کو بچانے آیا ہے۔ ساتھ ہی وہ چاہی جان گیا تھا کہ اس کا بھانڈا ابھی پھوٹ گیا ہے پہلے تو وہ مایہ کال کے ہاتھوں مجبور ہوا اب یہ نوجوان کہہ جانے اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا تھا وہ شدید مایوسی کے عالم میں تیز روشنی میں اس نوجوان کو دیکھنے لگا جو تہہ آلود لگا ہوں سے چلتے ہوئے سانپ کو تک رہا تھا بھاری اس نوجوان کو اپنے علم کی روشنی میں بھی دیکھ چکا تھا اور اس کے اندر چھپی ہوئی نورانی شہتی بھی دیکھ چکا تھا اور وہ جان گیا تھا کہ نوجوان کتنا طاقتور ہے بھاری کے ذہن پر لگرمندی کے باوجود چھانچے اور شرمندگی کا احساس غالب آنے لگا اس نے سننے میں بھی نہیں سوجا تھا کہ اس کے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور مایہ کال کا بنایا ہوا منصوبہ ایسے بھی ناکام ہو سکتا ہے وہ اس غلو بے پر حیران تھا۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے مایہ کال آخری قسط آئندہ شمارے میں ضرور پڑھیں۔



# قاتل عاشق

-- تحریر: سائنہ لیاقت -- ظفر وال

چاروں بابا جی کے آستانے سے نکل کر گھر کو چل دیے۔ غلی نے سائنہ کو کافی حوصلہ دیا اور کہا کہ تم اکیلی نہیں ہوئی ہم سب تمہارے ساتھ ہی ہوں تم نے بس ایسی کچھ کرنا ہے جو بابا نے کہا ہے درخت کو آگ لگانا ہے پورے درخت پر مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ کرنا ہے اس کے بعد اس کو آگ لگانی ہے۔ بس ہمت کرنی ہے ڈرنا نہیں ہے۔ بس پھر دوسرے دن کی دوسب اپنے سفر پر روانہ ہو گئے ایک لمبا سفر کرنے کے بعد وہ سب اسی جنگل میں جا پہنچے جہاں وہ درخت تھا اور جہاں ان کے ساتھیوں کے اچھے پڑے ہوئے تھے وہ سب ان کے اچھے دیکھ کر خوش ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ جہاں لوگ خوف کی وجہ سے جاتے نہ تھے یہیں وہ بھی کہ ان اچھا نچوں کو ابھی تک کسی نے دفنایا ہی نہیں تھا۔ جہاں جہاں اچھے پڑے تھے وہاں ہی موجود تھے۔ کچھ کی ہڈیاں نوٹ کر بھرنی نہیں اور کچھ ایسی ہی تھیں۔ وہ چاروں خوفزدہ ہوتے چلتے گئے اور اس درخت تک جا پہنچے۔ سب نے مل کر پورے درخت پر مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ کیا۔ لیکن جب آگ لگنے لگی باری آئی تو وہ جب بھی آگ جھڑکتے ایک دوا کا دیا آتا اور آگ بجھ جاتی۔ اس منظر سے سب سے پریشان تھے پھر سائنہ نے بابا جی کا دیا ہوا وہ درخت سے پڑھنا شروع کر دیا اور آگ کو چلا دیا۔ اور ایک دم درخت کو آگ لگادی۔ جب آگ لگی تو دل دھلا دینے والی آوازیں درخت سے آئے لگیں۔ مگر کوئی ڈر نہیں تھا۔ کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ وہ جس مقصد کے لیے آئے ہیں وہ پورا ہو گیا ہے۔ وہ آدم خور جن اللہ کے حکم سے جل گیا ہے۔ ایسا ہی ہو رہا تھا کہ درخت سے ٹیپ دہشت میں ڈوبی ہوئی آوازیں سنائی دیتی رہیں جو بعد میں آہستہ آہستہ خاموش ہوئی جائے لگیں کچھ ہی دیر میں وہ درخت جل کر راکھ ہو گیا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

ہو آخر کون ہو تم کیوں مجھے غم کر رہے ہو  
کون آخر کیا چاہتے ہو تم مجھ سے سائے آؤ۔ ہلیز  
سائنہ کے دل میں ایک ساتھ کئی سوال آئے اور اس  
نے وہ سارے کے سارے سوال نصفا کو گھورتے  
ہوئے کہہ ڈالے۔ جب سائنہ کو کوئی جواب نہ ملا تو وہ  
ہیز پر بے چینی سے بیٹھ گئی۔ اور گزشتہ دنوں میں پیش  
آنے والے واقعات پر غور کرنے لگی۔ اور اپنے ماضی  
میں کھو گئی۔  
نجمہ نجمہ یار دعا کرو کہ وہ آج مجھے ملے پچھلے  
دو دنوں سے میں نے اسے دیکھا نہیں ہے میرا دل  
برای طرح تڑپ رہا ہے اسے ایک نظر دیکھنے کے لیے

سائنہ کشمیر میں بیٹھی اپنی دوست نجمہ سے اپنے دل  
کی باتیں شیئر کر رہی تھی۔  
اوہو یار سائنہ تجھے پتہ ہی نہیں کہ وہ کون ہے  
اور اتنا بھی پتہ نہیں کہ وہ تجھے چاہتا بھی ہے کہ نہیں  
اور تو اس کے پیچھے پاگل ہو رہی ہو پاگل کہیں لی۔ نجمہ  
نے منہ چڑاتے ہوئے کہا۔  
نہیں یار وہ مجھے چاہتا نہ ہو ایسا تو ہو نہیں سکتا  
تجھے نہیں پتہ جب میں سکول جاتی ہوں تو مجھے نظر  
آتا ہے اس کی آنکھوں میں ایک کشش ہے جو مجھے  
اس کی طرف کھینچتی ہے اور ہاں اس کا میرے قریب  
سے گزر کر رازدارانہ انداز میں سلام کرنا

جولائی 2014

خونناک ڈائجسٹ 54

قاتل عاشق





نمبر ہم اسے بھی تو نظر انداز نہیں کر سکتے ناں۔  
صائمہ شکیلی لہجے میں یہ سب باتیں نجمہ کو بتائے جارہی تھیں اور نجمہ بھی بڑے سلیقے سے یہ سب باتیں سن رہی تھی۔

لو جی اب جاؤ تم گھر ہو سکتا ہے تمہارا بھتیجہ آج تمہیں مل جائے نجمہ نے چھٹی کی گھنٹی کی آواز سن کر کہا۔

جل پار خدا کرے کہ تیری بات سچ ہو جائے۔  
مگر وہ آج مجھے کہیں ملا تو ناں تو اس سے میں آج پوچھ ہی لوں گی کہ وہ کون ہے اتنا کہہ کر صائمہ نے نجمہ کو خدا حافظ کہا اور گھر کا راستہ لیا۔

آج صائمہ کے دل سے دعائیں نکل رہی تھیں کہ وہ نو جوان آج اسے کہیں تنہا ملے جب وہ ایک گلی میں پہنچی تو اس نے دیکھا کہ گلی کی دوسری کھڑے سے ایک لڑکا گلی میں داخل ہوا صائمہ کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔ اس کے ہاتھ پاؤں اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے اتنے میں وہ نو جوان چلتا ہوا اس کے قریب آگیا کل میں آپ کو اپنا نمبر دوں گا اسی گلی میں اسی وقت اوکے اتنا کہہ کر وہ نو جوان ابھی آگے بڑھتا ہی تھا کہ صائمہ اس کی آواز کے سحر سے باہر نکل آئی اور خود کو منجھال کر لور کچھ ہمت کر کے اس نے اس پر اسرارہ جووان کا نام پوچھ ہی لیا۔

آپ کا نام کیا ہے۔

علی رضا۔ نو جوان نے مختصر آگیا۔

کیا آپ مجھے جانتے ہیں۔

جی ہاں۔

کیسے۔ صائمہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

سب میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا علی رضائے سپاٹ لہجے میں کہا اتنا کہہ کر وہ نو جوان آگے بڑھ گیا۔  
اور صائمہ علی رضا کے حسن کے سحر میں ڈوبی ہوئی گھر کی طرف چل دی۔

علی رضا۔ علی رضا۔ اس کا نام ہے اور آج اس نے مجھے اپنا نمبر بھی دینے کا وعدہ کیا ہے صائمہ نے خوشی سے کہا

دیکھو صائمہ میری جان۔ تو کسی اجنبی کے منہ مت لگو آج کل کے لڑکے بڑے لنگے ہوتے ہیں پہلے لڑکیوں کو چھناتے ہیں پھر انکا استعمال کر کے چھوڑ دیتے ہیں نجمہ کا لہجہ خاصا پریشان کن تھا۔

نہیں یا علی مجھے ایسا ویسا نہیں لگتا اور اگر ایسا ہوا بھی تو مجھے کیا آزمالوں کی میں اسے اور پار تو فکر نہ کر میں اتنی جلدی اس کی باتوں میں آنے والی نہیں ہوں صائمہ نے اسے تسلی دی۔

اجھا پار اتنا تو بتا کہ تیرا بھتیجہ دکنے میں کیسا ہے نجمہ نے شراوت سے کہا۔

خوبصورت اتنا خوبصورت کہ میں نے پہلے بھی کسی کو اتنا خوبصورت نہیں دیکھا ایسی ایسی اور موٹی موٹی خوبصورت جھیل جیسی نیلی آنکھیں ہونٹ ایسے سرخ جیسے ابھی خون نکل پڑے بالکل گلاب جیسے بال ہنڈر یا لے قد و قامت تو پوچھو ہی مت بالکل پرفیٹ اور رنگت تو ایسی سفید کہ چاند کی چاندنی بھی اس کے سامنے مدھم پڑ جائے گی صائمہ نے تفصیل سے نجمہ کو بتایا۔

چلو دیکھ لوں گی تیرے چاند کو بھی نجمہ نے کہا۔

اور دونوں جماعت کی طرف چل دیں آج صائمہ کو چھٹی کا بے صبری سے انتظار تھا۔ خدا خدا کر کے چھٹی ہوئی اور صائمہ اس گلی میں پہنچ گئی پورا ایک گھنٹہ صائمہ نے انتظار کیا مگر علی رضا نہ آیا آخر وہ مایوس ہو کر گھر کو چل دی سارے راستے میں وہ سوچتی رہی کہ آخر وہ کیوں نہیں آیا اس طرح دن گزرتے گئے صائمہ روز اس کا انتظار کرتی رہی۔ مگر وہ نہ آیا اب صائمہ گم صدم رہنے لگی نہ تو سکول کے کام میں توجہ دیتی اور نہ ہی گھر میں۔

ایک دن حسب معمول وہ سکول سے گھر آ رہی

تھی کہ اسے علی رضا نظر آیا سفید شرٹ اور بلیک چنٹ  
میں وہ کسی پرستان کا شہزادہ لگ رہا تھا اور صائمہ اس  
کے سحر میں ڈوبتی چلی گئی علی چلتا ہوا اس کے پاس آیا  
اس نے صائمہ پر ایک سرسری سی نظر ڈالی اور آگے  
بڑھ گیا۔ وہ بے چین ہو گئی کہ آخر یہ کون ہے جو اسے  
اتنی بری طرح تڑپا رہا ہے نہ حسہ سے کچھ کہتا ہے اور نہ  
عی کوئی اشارہ محبت کرتا ہے صبح سکول پہنچ کر صائمہ نے  
تمام ماجرہ نجمہ کے گوش گزار دیا اور اس سے مدد طلب  
کی تو وہ بولی۔

میری جان تو اسے ایک لیٹر لکھ دے اور جب وہ  
تیرے پاس سے گزرے تو تو اسے دے دینا نجمہ نے  
آہستگی سے کہا۔

ہاں یار یہ ٹھیک رہے گا۔ صائمہ نے کہا۔  
اسلام علیکم۔ جی آپ کون ہے کہاں سے آتے  
ہیں کہاں جاتے ہیں میں کچھ نہیں جانتی آپ کے نام کے  
علاوہ میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی بس اتنا  
جاننا چاہتی ہوں کہ آپ کون ہیں اور مجھ سے کیا  
چاہتے ہیں پلیز مجھے بتائیں۔

آج صائمہ علی رضا کی خطر تھی کہ وہ کب نظر  
آئے اور وہ اسے خطا دے دے والا خیرگی میں کوئی نہیں  
تھا۔ صائمہ اور علی رضا کے علاوہ۔ صائمہ نے اس کو خط  
دیا اور گھر کو چلی دی۔ آج پھر اس کا دل بری طرح  
دھڑک رہا تھا اور صائمہ کو اس بات کا ڈر تھا کہ اگر اس  
نے برا منا لیا تو کیا ہوگا۔

خدا خدا کر کے دوسروں بھی آگیا۔ جمعہ کا دن  
تھا۔ صائمہ کا دل بدستور بری طرح دھڑک رہا تھا کہ  
نجانے جواب میں کیا ہوگا اتنے میں اسے علی رضا دور  
سے آتا ہوا دکھائی دیا گلابی شرٹ میں وہ نہایت ہی  
خوبصورت لگ رہا تھا جب وہ صائمہ کے پاس سے  
گزرا تو اس نے صائمہ کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا  
پکڑ لیا صائمہ تیز تیز قدموں سے گھر کی طرف چل دی  
گھر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے وہ خط پڑھا جو علی

رضانے سے دیا تھا۔ جو کچھ یوں تھا۔  
اسلام علیکم۔ میں جانتا ہوں آپ کو میں پہلے  
دو سالوں سے آپ کو چاہتا ہوں مگر بھی کہنے کی ہمت  
نہیں ہوئی بس آپ کو سکول آتے جاتے دیکھ کر ہی دل  
کو تسلی دیتا رہتا ہوں میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا  
ہوں اور امید ہے کہ آپ بھی اس کے لیے رضامند  
ہیں۔

صائمہ خوشی سے جھوم اٹھی اس نے اپنا موبائل  
اٹھایا اور علی رضا نے جو نمبر خط میں دیا تھا اس پر کال  
کر دیا کچھ دیر بعد علی رضا نے کال کی دونوں نے کادی  
دیر تک باتیں کی اترار محبت کیا اور ایک دوستے کے  
ساتھ نہایت ہی پیار سے رہنے لگے۔

جون کا مہینہ تھا خوب گرمی پڑ رہی تھی صائمہ کے  
سکول کی طرف سے ٹرپ جانی تھی اتفاق سے اسی دن  
علی رضا کے سکول کی ٹرپ بھی وہیں ہی جانی تھی صبح  
ہی صائمہ نے نجمہ کو بتایا کہ آج علی رضا کے سکول کی  
ٹرپ بھی اسلام آباد جا رہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہم ان  
سے مل سکیں دونوں سکولز کی گاڑیاں سفر پر نکل پڑیں  
صائمہ اور علی رضا صبح کے ذریعے ایک دوسرے سے  
رابطے میں تھے۔ علی رضا کے سکول کی گاڑی صائمہ  
کے سکول کی دین سے کچھ آگے تھے شہر سے باہر کچھ  
دور جانے کے بعد سڑک سمنان تھی سڑک کے دونوں  
جانب کھنے جنگلات تھے اور شام ہو رہی تھی علی رضا  
کے سکول کی بس صائمہ سے کچھ کلومیٹر کے فاصلہ پر تھی  
جب صائمہ کے سکول کی دین ان کی بس کے قریب  
پہنچی تو پتہ چلا کہ ان کی بس خراب ہو گئی ہے صائمہ کی  
دین آدھی خالی تھی چانچہ دونوں سکولوں کے پرنسپل نے  
آپس میں مشورہ کیا اور علی رضا لوگ صائمہ کی دین  
میں سوار ہو گئے علی کا ایک دوست اس کے ساتھ تھا  
جسے دیکھتے ہی نجمہ اسے اپنا دل دے بیٹھی علی رضا  
اور اس کا دوست صائمہ کی برابر والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔  
اتفاق سے علی رضا کے دوست کا نام نجمہ افسن تھا اور وہ



ڈھانچہ پڑا ہوا تھا جس پر گوشت نام کی کوئی چیز نہ تھی جب دریافت کیا تو نجمہ نے بتایا کہ میں پانی پینے کے لیے بس کے اوپر سے اٹھا بیگ اتار رہی تھی کہ بوجھ نکال کر پانی جینوں تو بوتل کی جگہ میرے ہاتھ میں یہ ڈھانچہ آ گیا ڈھانچہ کو دیکھنے کے لیے جب علی رضا ڈرائیو پر ہوا تو اسے محسوس ہوا جیسے اس کے کندھے پر کسی چیز کی بوندیں گر رہی ہیں جب دیکھا تو وہ خون تھا سب نے حیرانی کے عالم میں اوپر دیکھا تو سب کی پنجیس نکل گئیں نجمہ تو بے ہوش ہوئی تھی اور نجمہ اسے سنبھال رہا تھا کیونکہ منظر ہی نہایت ہی خوفناک اور وحشت سے بھرا ہوا تھا اور وحشت کے اوپر کسی کی لاش آنکھیں پھٹنے سے نیچے پڑ چکی تھی آنکھوں سے خون نکل رہا تھا جو ہلک کی ٹوک پر اکٹھا ہو کر نیچے گر رہا تھا آنکھوں میں خوف تھا چہرہ خون سے لٹ پٹ تھا لاش کے نیچے حصہ سے پتلیوں تک ماس غائب تھا جیسے کسی نے کھا لیا ہو۔ ان دونوں جوڑیوں کے تو ہوش ہی غائب نہیں ہو رہے تھے چنانچہ انہوں نے جنگل میں گئے دوستوں کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔

شام کے سات بج رہے تھے کہ اچانک انہیں جنگل سے چیخ سنائی دی ابھی تک ان کے سامنے واپس نہیں آئے تھے اس لیے انہیں خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں ان کے دوستوں کو تو کچھ ہو نہیں گیا۔ چنانچہ علی رضا اور نجمہ آگس نے جنگل میں کمرساتھیوں کو ڈھونڈنے کا پروگرام بنایا مگر نجمہ اور صاحبہ انہیں اکٹھا نہیں جانے دینا چاہتی تھیں۔

نہیں علی میں آپ کو نہیں جانے دوں گی اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو میں مری جاؤں گی صاحبہ نے روتے ہوئے کہا۔

پاکل ہم بس تھوڑی دیر میں واپس آ جاتے ہیں گھر آؤ مت علی رضا نے صاحبہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

مجھے لگتا ہے کہ یہ کسی جنگلی جانور کا کام ہے نجمہ

بھی نجمہ کو پسند کرنے لگا تھا پھر انہوں نے جگہوں کی تبدیلی کی نجمہ آگس اور نجمہ اکٹھے بیٹھ گئے اور صاحبہ اور علی رضا اکٹھے بیٹھ گئے سب نے خوب ہنس لگائیں آگس سے زیادہ راستہ کیسے کٹ گیا پتہ نہیں چلا۔ اسام آباد سے کچھ پیچھے تھے جنگلات کے درمیان آگس اچانک گاڑی خراب ہو گئی۔ سب نے اترتے رات کافی ہو چکی تھی اور وہاں پر کوئی آبادی نہیں تھی صرف سائیں سائیں کرتا ہوا خوفناک جنگل تھا غرض کہ ڈرائیور ان جگہ سے تھوڑا بہت واقف تھا چنانچہ رات گاڑی میں ہی گزارنی تھی اسی لیے سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے ڈرائیور نے سختی سے منع کیا کہ کوئی بھی رات کو اکیلا باہر نہ جائے یہ جگہ کافی خطرناک ہے بارش آنے کا خطرہ تھا۔ اسی لیے ایک ٹخنے درخت کے نیچے ڈرائیور نے بس کھڑی کر دی اور سب آرام کرنے لگے کچھ رات کا وقت تھا کہ ان سب کو دوروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی مگر کسی نے وضایا نہ دیا صبح جب سب اٹھے تو سٹوڈنٹس میں سے عادل رفیق اور حسنین غائب تھے پہلے تو سب نے سوچا کہ شاید گھومنے گئے ہیں واپس آ جائیں گے مگر جب کافی دیر تک واپس نہ آئے تو سب کو پریشانی لاحق ہوئی سب نے جنگل میں انہیں ڈھونڈنے کا فیصلہ کیا اور جنگل میں نکل گئے علی رضا اور صاحبہ نجمہ اور نجمہ آگس یہ دونوں جوڑیاں گاڑی میں ہی رہیں تاکہ سامان وغیرہ کی حفاظت کریں نجمہ اور نجمہ آگس گاڑی سے نیچے اتر گئے اور ادھر ادھر ٹھیلنے لگے اور ہاتھیں کرنے لگے جبکہ صاحبہ اور علی رضا گاڑی میں رہے ان دونوں نے خوب پیار کیا اور بہت سارے وعدے بھی کئے۔ صاحبہ اور علی اپنی پیادگی دنیا میں گم تھے کہ اچانک باہر سے نجمہ کی چیخ کی آواز سن کر وہ کانپ گئی دونوں جلدی سے گاڑی سے باہر نکلے اور جب باہر کا منظر دیکھا تو دونوں کے ہوش اڑ گئے نجمہ نجمہ آگس کے گلے لگ کر روتے جاری تھی کیونکہ ان کے سامنے ایک انسانی

الحسن نے شکی لبہ میں کہا  
نہیں جانور نہیں مجھے لگتا ہے کہ یہ کسی چڑیل یا  
بدروح وغیرہ کا کام ہے۔ نجمہ نے ڈرتے ہوئے کہا۔

چلو جو بھی ہے ہم پتہ کر لیں گے تم گاڑی سے  
باہر مت اٹھنا ہم ابھی آتے ہیں یہ کہہ کر دونوں جنگل  
میں گھس گئے رات نو بجے کا وقت تھا کہ صائمہ کو گاڑی  
سے باہر کسی کی سرگوشیوں کی آوازیں سنائی دیں۔  
جیسے کوئی کہہ رہا ہو صائمہ باہر آؤ۔ دیکھو میں نے  
تمہارے لیے جو الی دو بارہ حاصل کر لی ہے صائمہ  
بزدہوشی کی حالت میں گاڑی سے نیچے اترنے لگی کہ  
نجمہ نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر نہ تو وہ کچھ بول  
پائی اور نہ ہی چل پائی صائمہ نجمہ کے سامنے گاڑی  
سے نیچے اتر کر درخت کی طرف منہ کر کے کھڑی ہو گئی  
صائمہ آہستہ آہستہ بدھوتی سے باہر نکلنے لگی اب اسے  
صاف سمجھ آ رہی تھی کہ کوئی دنگش آواز والا نوجوان  
اسے پکار رہا ہے۔

کو۔ کو۔ کون ہو تم۔ صائمہ نے تھر تھرائی  
ہوئی آواز میں پوچھا۔

بابا۔ بابا۔ وہی جو تم سے پیار کرتا ہے اور تم  
بھی مجھ سے پیار کرتی ہو۔ یہ آواز درخت سے آئی  
تھی۔

تم جو بھی ہو میں تمہیں نہیں جانتی ہوں مگر اتنا سن  
لو کہ میں تم سے پیار نہیں کر لی صائمہ نے غصہ سے کہا۔  
بابا۔ جانتا تھا۔ جانتا تھا میں کہ تمہیں کون پسند  
کرتا تھا یہ عادل اور حسنین پسند تھے ناں دیکھو ناں کیا  
عادل بنا دیا ہے میں نے ان کا ایک طرف میرے دشمن  
مر گئے اور دوسری طرف ان کے خون اور گوشت سے  
مجھے پھر سے جو الی مل گئی درخت سے آواز آئی۔

آخر تم ہو کون سا منے تو آؤ اور تم نے انہیں کیوں  
مارا ہے صائمہ نے غصہ سے لیکن روتے ہوئے چیختے  
ہوئے پوچھا۔

میں تمہارے سامنے صرف تجھی آؤں گا جب تم

مجھ سے کہو گی کہ میں تم سے پیار کرتی ہوں اور ان کو  
میں نے اس لیے مارا ہے کہ یہ دونوں ہی تم سے پیار  
کرتے تھے اور تم میرے علاوہ کسی کی بھی نہیں بن سکتی  
درخت سے آواز آئی۔

یہ تمہاری بھول ہے نہ میں نے تم سے پیار کیا تھا  
نہ کیا ہے اور نہ ہی ابھی گروں گی ابھی طرح سمجھ لو  
صائمہ نے اسی انداز سے کہا۔

اور تم بھی سمجھ لو کہ اگر میرے علاوہ اگر کوئی  
تیرے پاس بھی آیا تو میں اس کی جان لے لوں گا  
درخت سے آواز سنائی دی۔

میں علی رضا سے پیار کرتی ہوں اور میں تمہیں  
اس کو چھوڑنے کی نہیں دوں گی۔

جانتا تھا اس کم بخت کو بھن مارنے کا بہت  
کوشش کی مگر اس کے گلے میں جو تھوڑا ہے اس نے  
اسے بچا لیا ہے مگر کب تک بچے گا وہ۔ بابا۔ بابا۔

صائمہ نے پچھلے سے اسے آواز سنائی دی۔  
تو علی رضا نے چوٹ کر دیکھا۔

کس سے باتیں کر رہی ہو علی رضا نے پوچھا تو  
صائمہ نے تمام واقعہ تفصیل دے دیا۔

اور تو اس کم بخت کی وجہ سے ہمارے ساتھی  
مارے گئے ہیں علی رضا نے کہا۔

کیا صائمہ نے حیرانگی سے کہا۔  
ہاں سب کے ڈھانچے ملے ہیں کوئی بھی زندہ

نہیں ہے اس ہم چار ہی بچے ہیں علی رضا نے افسوس  
سے کہا۔

اور رضا نجمہ اور نجم الحسن کو وہ کچھ نہیں کرے گا  
اور تمہیں وہ چھو بھی نہیں سکتا کیونکہ تمہارے گلے میں  
جو تھوڑا ہے وہ اسے روک رہا ہے۔ اور مجھے وہ کچھ نہیں  
کر سکتا کیونکہ وہ مجھ سے پیار کرتا ہے۔ صائمہ نے  
مزید کچھ بتایا تو رضا حیران رہ گیا۔

صائمہ اب ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔  
نجمہ نے کہا۔



ہاں مگر کیسے گاڑی تو خراب ہوگئی ہے ناں۔  
کچھ دور تک پیدل چلتے ہیں کیا پتہ صبح ہونے ہی  
والی ہے کوئی گاڑی مل جائے نجم الحسن نے کہا۔  
آئیڈیا برا نہیں ہے مگر میرے کپڑے خراب  
ہو گئے ہیں میں ڈراما کپڑے بدل لوں جب علی رضا  
کپڑے بدل رہا تھا تو اس کا تعویذ شرٹ کے ساتھ  
پکس جاتا ہے اور گر جاتا ہے۔

ہاں چلو اب یہاں سے جلدی نکلیں۔ علی رضا  
نے کہا۔

بابا۔ جاؤ گے تو تب ناں جب میں جانے  
دوں گا درخت سے آواز سنائی دی۔

علی آپ اس کی باتوں پر دھیان نہ دیں بس چلو  
یہاں سے۔ صائمہ نے کہا۔

چاروں بھاگنے لگے اور وہاں سے کافی دور نکل  
آئے مگر انہیں مسلسل دھمکیوں بھرے قہقہوں کی  
آوازیں آتی رہیں۔ سب تھک چکے تھے کہ اچانک  
سامنے ایک بڑا سا ٹرک آیا اور علی رضا کو ٹکرا لیا۔ وہ  
ترپنے لگا صائمہ سے یہ برداشت نہیں ہو اور وہ  
گر پڑی۔

جب اسے ہوش آیا وہ اسے گھر کے بیچ پر تھی  
دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ صائمہ کو پورے دو مہینوں  
کے بعد ہوش آیا ہے صائمہ کا دل بڑی طرح دھڑک  
رہا تھا کہ پتہ نہیں دو مہینوں میں کیا کیا ہو گیا ہوگا  
خدا جانے علی رضا کس حال میں ہوگا۔ اسی بے چینی  
کے ساتھ اس نے علی کے نمبر پر کال کی اس کی امی نے  
کال ریسیو کی دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ علی کو کافی  
چونٹیں آئیں ہیں عمر وہ اب ٹھیک ہے یہ سن کر صائمہ  
کی جان میں جان آئی۔ ابھی فون بند ہی کیا تھا کہ  
اسے پھر وہی آواز سنائی دی۔ اور وہ بے چین ہوگئی۔  
آج وہ بے چینی کی حالت میں بیڈ پر لیٹی تھی کہ نجمہ اور  
مجم الحسن اس سے ملنے آئے صائمہ دونوں کے ساتھ  
کل لگ کر خوب روئی اور انہیں بتایا کہ آج بھی وہ

منہوس آواز میرا پیچھا کر رہی ہے۔  
نگر نہ کرو صائمہ ہم نے اس کا مل نکال لیا ہے۔  
نجم نے فکر سے کہا علی رضا کے ابو بہت بڑے عالم ہیں  
میں نے ان سے بات کی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ  
ضرور مل جائے گا انہوں نے آج بتائے کا وعدہ کیا تھا  
نجم الحسن نے کہا۔  
شام کو چلیں گے۔ صائمہ نے کہا۔  
ٹھیک ہے۔

سات بجے سب ان کے آستانے پر موجود تھے  
صائمہ تو علی رضا کو دیکھ کر خوش ہو رہی تھی اور شکر  
کر رہی تھی کہ وہ بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔

دیکھو بچو۔ وہ منہوی جن نہیں ہے وہ آدم خور جن  
ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ ہمدرد ہے  
اور صائمہ سے پیار کرتا ہے اسے قسم کرنے کا صرف  
ایک ہی طریقہ ہے کہ چاند کی چودھویں سات کو جو کہ  
آج سے دو دن بعد ہے تب اس کی حالتیں بدھیں گی  
اس سے پہلے ہی تمہیں کسی بھی طرح اس خطرناک جن  
کے درخت کو جلا نا ہوگا۔ بابا جی نے تعصیف بتایا۔ اور یہ  
بھی کہ درخت کو صرف صائمہ ہی جلا سکتی ہے۔ صائمہ  
اپنا نام سن کر بہت خوش ہوئی اور ڈر بھی گئی تھی کہ کہیں  
وہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے لیکن بابا جی نے اس کو  
بہت دی اور یوں بابا جی نے ان چاروں کو دعاؤں  
کے ساتھ رخصت کیا۔

چاروں بابا جی کے آستانے سے نکل کر گھر کو  
چل دیے۔ اور مشورہ کرنے لگے کہ یہ سب کسے کیا  
جائیگا۔ علی نے صائمہ کو کافی حوصلہ دیا اور کہا کہ تم اکیلی  
نہیں ہوگی ہم سب تمہارے ساتھ ہی ہوں تم نے بس  
وہی کچھ کرنا ہے جو بابا نے کہا ہے درخت کو آگ لگانی  
ہے پورے درخت پر مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ کرنا ہے  
اس کے بعد اس کو آگ لگانی ہے۔ بس بہت کرنی  
ہے ڈرنا نہیں ہے۔ بس پھر دوسرے دن ہی وہ سب  
اپنے سفر پر روانہ ہو گئے ایک لمبا سفر کرنے کے بعد وہ

مجھے نوازے گا۔

## غزل

بے چین اسٹکوں کو پہلا کے چلے جانا  
ہم تم کو نہ روکیں گے بس آ کے چلے جانا  
مٹے جو نہ آئے تم، تمہی کون سی بھجودی  
جھوٹا کوئی انسانہ ڈہرا کے چلے جانا  
جو آگ لگی دل میں وہ مرد نہ ہو جائے  
بچتے ہوئے شعلوں کو بھڑکا کے چلے جانا  
وجہی نظر آتی ہے جذبات کی ہریالی  
تم اس پہ کوئی ادل برسا کے چلے جانا  
فرقت کی اذیت میں کچھ صبر بھی لازمی ہے  
یہ بات میرے دل کو سمجھا کے چلے جانا  
☆ ایم امیر عاصم ملک۔ میانوالی

## مرنے کے بعد

زندہ تھے تو کسی نے نہ پوچھا حالات جگر  
اب مر گئے ہیں تو مٹی میں دہانے آ گئے  
پھوڑ کے دنیا کو بدبوٹ ہوئے تھے ہم  
وہ نہ جانے کیا سوچ کر ہم کو جگانے آ گئے  
نہ جانے کس سے پوچھا ہے دفنانے پہ میرا  
میری قبر پہ بھی ہم کو جگانے آ گئے  
ہم تو اخیرے میں سونے کے عاری تھے  
اور وہ بے وفا قبر پہ دیا جانے آ گئے  
زندہ تھے ایک نظر نہ دیکھا عیار سے  
مر گئے تو اب قبر پہ آنسو بہانے آ گئے  
☆ لعل شاہد رفیع خان۔ کرک

قدرت کے کرشموں میں اگر رات نہ ہوتی  
تو خوابوں میں بھی کبھی ان سے ملاقات نہ ہوتی  
دل پر غم کی وجہ سے وہم  
دل ہی نہ ہوتا کوئی بات ہی نہ ہوتی  
☆

سب اسی جنگل میں جا بیٹھے جہاں وہ درخت تھا  
اور جہاں ان کے ساتھیوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے  
تھے وہ سب ان کے ڈھانچے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے  
تھے۔ یہ ایسی جگہ تھی کہ جہاں لوگ خوف کی وجہ سے  
جاتے نہ تھے یہی وجہ تھی کہ ان ڈھانچوں کو ابھی تک  
کسی نے دفن یا تک نہیں تھا۔ جہاں جہاں ڈھانچے  
پڑے تھے وہاں ہی موجود تھے۔ کچھ کی ہڈیاں ٹوٹ کر  
پتھر مٹی میں اور کچھ ایسی ہی تھیں۔ وہ چاروں خوفزدہ  
سے چلتے گئے اور اس درخت تک جا پہنچے۔ سب نے  
مل کر پورے درخت پر مٹی کے ٹیل کا مچھڑکاؤ کیا  
لیکن جب آگ لگانے کی ہاری آئی تو وہ جب بھی  
آگ جلاتے ایک ہوا کا ہیولہ آتا اور آگ بجھ جاتی۔  
اس منظر سے سب سے پریشان تھے پھر صائے نے  
پابا تکی کا دیا ہوا درد زور سے پڑھنا شروع کر دیا اور  
آگ کو جلا دیا۔ اور ایک دم درخت کو آگ لگا دی۔  
جب آگ لگی تو دل و ہلا دینے والی آوازیں درخت  
سے آنے لگیں۔ مگر کوئی ڈرا نہیں تھا۔ کیونکہ وہ جان  
گئے تھے کہ وہ جس مقصد کے لیے آئے ہیں وہ پورا  
ہو گیا ہے۔ وہ آدم خور جن اللہ کے حکم سے جل گیا  
ہے۔

ایسا ہی ہو رہا تھا کہ درخت سے عجیب و ہشت  
میں ڈوبی ہوئی آوازیں سنائی دیتی رہیں جو بعد میں  
آہستہ آہستہ خاموش ہوتی جانے لگیں کچھ ہی دیر میں  
وہ درخت جل کر راکھ ہو گیا۔ سب نے خدا کا شکر ادا  
کیا اور پھر واپس گھروں کو چل دیے ایک لمبا سفر  
کرنے کے بعد وہ گھر جا پہنچے۔

نہر اور نجم الحسن کی شادی ہو چکی ہے جبکہ صائے  
اور علی کی منگنی ہو چکی ہے اور سب ہی خوش ہیں اس کے  
بعد صائے کو کسی بھی قسم کی کوئی بھی آواز سنائی نہیں دی  
ہے لیکن جب ان چاروں کو وہ واقعہ یاد آتا تو ان کے  
مذہبتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

قارئین کرام! کیا کسی گل میری کہانی اپنی رائے سے



# راز نو

-- تحریر: محمد ندیم میواتی۔ پتوکی۔ 0306.9034595

ہاں ہاں میں سب کو مار دوں گی جو جو بھی میرے راستے کی دیوار بنے گی کوشش کر۔ یہ گاؤں اس کو بھی مار دوں گی۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہوئی جو جہد فی ساطان اور اس کا بیٹا لکھنؤ کی موت پر غمگین بنے ہوئے تھے صبا کو دیکھتے ہی وہ اس کے پاؤں پر گھبرا اور ہوا جو غلطی میں نے کی تھی اس کی سزا تھی وہ میرے خاندان کو کچھ مت کہو۔ میں چوہدری نہیں میں کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی بابا بابا۔ آج میرا آخری دن بھی ختم ہو جائے گا۔ پوری حویلی میں صبا کے قہقہے گونگے تھے جو جہد فی اور اس کا بیٹا۔ قہقہے کانپ رہے تھے بلکہ دل نے بھاگنا چاہا مگر صبا کے ہاتھوں سے نہ پایا آگیا وہ یہ میں مصباح بھی اپنے گروپ کے ساتھ وہاں پہنچی تھی۔ اور پوئی۔ رنگ جا صبا تیرا کھیل ختم اس نے جہد فی چاہا پائی صبا کی طرف اچھال دیا۔ کہ اچانک ایک چہرہ سامنے آگیا صبا کے۔ مصباح نے جب اس چہرے کو دیکھا تو بس دھنستی بنی ہوئی۔ ایک دلہن اور شیشی خیر کہاں۔

ان میں کھڑی بہت بے چینی سے اپنے مصباح بھائی خالد کے آنے کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ اس نے اپنی ایک دوست کی شادی میں جانا تھا اس کے بھائی خالد نے کال کر کے کہا تھا کہ میں ایک گھنٹے میں آتا ہوں مگر نہیں گئے گزر چکے تھے مصباح نے اس کو کال بھی کی تھی مگر بند ہوا تھا مصباح فرسٹ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی مصباح نے گھنٹے میں بابا بابا اور ایک بھائی تھا جس کا یہ چار افراد پر مشتمل اس کی پہلی تھی اس کے بابا پروڈیوسر تھے اور ان کی ایک ٹیکسٹ کی تھی جس کی وجہ سے ان کی کمپنی کی کمی نہیں تھی اس کو ایک کمی تھی صرف اس بات کی کہ ان کے اور بہن بھائی نہیں تھے مصباح یہ کمی بہت محسوس کرتی تھی کیونکہ جب اس نے میٹرک ایتھ مارکس میں پاس کیا تو کانچ میں اس کو شاہین گروپ میں شامل ہونے کی امید تھی جب مصباح پہلے دن کانچ تھی تو ہر طرف سے اس کو دیکھ کر کہا گیا کیونکہ ان کے بابا پروڈیوسر جو تھے اس کانچ میں پروڈیوسر عبدالکریم نے شاہین گروپ کی انچارج کیا یہ قسم کو آفس میں آنے کا پیغام بھیجا یہ شاہی گروپ

پورے کانچ میں زمین ترین گروپ تھا اس وجہ سے کوئی شہزادہ نہ ہو یا نیچے نہ بھی ہی ان کو عزت کی نظروں سے دیکھتے تھے کوئی اس گروپ میں بہت سی عزت کرنے شامل ہونے کی خواہش کی تھی گروپ انچارج ناویہ کی کی آفر بھی قبول نہیں کرتی تھی اور اس کے گروپ کی باقی دو لڑکیاں بھی ایسی ہی تھیں اس لیے وہ جتنی بہت ہی اچھی فرینڈز بن گئی تھیں اور انہوں نے اپنا الگ شاہین نام سے گروپ بنایا تھا مگر بعد میں یہ گروپ پورے کانچ کے تمام گروپوں کو ناپ کر گیا تھا سر شاہین اندراج سکتی ہوں ناویہ نے پوسٹل کے آفس میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

ہاں ہاں آؤ آؤ۔ پروڈیوسر عبدالکریم نے سر بلائے ہوئے کہا ناویہ اندراج سکتی اور بولی۔

سر خیریت تو ہے۔

ناویہ تم تو جانتی ہو کہ میں اکثر تم سے اپنی لاٹری جیتی کا ذکر کرتا تھا۔

جی سر۔ کیا حال ہے ان کا؟ گیارہم سے فارغ ہوئی ہے تو کیا کر رہی ہے۔

جولائی 2014

خوفناک ڈائجسٹ 62

راز نو







ہو جاؤ گی پھر پروفیسر نے نادیا سے کہا آج تم اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ نادیا نے مسکراتے ہوئے مصباح کا ہاتھ پکڑا اور آفس سے باہر نکل گئی۔ نادیا مصباح سے ان کے ایگزٹم کے بارے میں پوچھتے ہوئے فرسٹ ایئر کی کلاس میں داخل ہوئی حمیرا گواہی دے دی حمیرا نے نادیا کی آواز سنتے ہی ان کی طرف آگئی۔ نادیا نے کہا۔

حمیرا یہ سر عبد الکریم کی بیٹی ہے ان کو اپنے پاس بٹھاؤ۔ باپ نام لگتے ہیں نادیا یہ کہہ کر اپنی کلاس کی طرف چلی گئی کیونکہ وہ ایف ایس سی تو پارٹ کی سٹوڈنٹ تھی۔ جب باپ نام لگتا ہوا تو شاہین گروپ اکٹھا ہونا نادیا نے مصباح کو اپنے گروپ سے تعارف کرواتے ہوئے کہا یہ حمیرا ہیں یہ فرسٹ ایئر میں ہو گئی ہے آپ کے ساتھ مصباح نے حمیرا سے ہاتھ ملایا نادیا نے پھر کہا یہ فرخندہ نہیں ہیں یہ بھی فرسٹ ایئر کی سٹوڈنٹ ہیں مصباح نے اس سے بھی ہاتھ ملایا ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک اور لڑکی آگئی اور کہا باپ شاہین گروپ والو کیسے ہو نادیا نے ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ہم ٹھیک ہیں یہ چوہدری سلطان کی بیٹی تھی باپ اور بھائی بہت ہی ظالم تھے اور ان کی نسبت وہ بہت ہی رحمدل تھی نادیا سے اس نے بھی گروپ میں شامل ہونے کی درخواست کی تھی مگر نادیا نے اس کو ٹال دیا تھا مگر اس کے ساتھ بول چال ابھی تھی آٹھ دن کے اندر ہی مصباح نے شاہین گروپ اپنی جگہ بنالی۔ پھر وہ اس گروپ کی جان بن گئی۔ اور نادیا نے اس کو نائب انچارج گروپ بناتے ہوئے گروپ نمبر بھی ان کو سونپ دیا تھا۔

جب تین گھنٹے بھی گزر گئے تو مصباح نے غصہ سے اپنا پرس صوفے پر پھینکتے ہوئے رونا شروع کر دیا۔ کیونکہ آج چوہدری سلطان کی بیٹی ام کلثوم کی شادی تھی وہ پہلے ہی لیٹ تھی اوپر سے اس کے بھائی

جی بیٹا وہ بالکل ٹھیک ہے پروفیسر عبد الکریم اکثر نادیا کو بھی بیٹا ہی کہتے تھے۔ تو سر آپ اس کو ایڈمیشن کے لیے کالج کیوں نہیں لے آتے۔ اچھا تو کیا میں اس کو کالج لے آؤں۔ بالکل سر کیوں نہیں۔

مصباح بیٹا اور آؤ۔ پروفیسر نے آواز لگاتے ہوئے کہا اچانک دروازے کے پاس ایک لڑکی اندر داخل ہوئی ہوئی دکھائی دی وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی بڑی بھوری بھوری ٹٹا ہوں سے نادیا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پروفیسر عبد الکریم کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

مصباح بیٹا ان سے ملو یہ ہے وہ نادیا جن کا میں اکثر گھر پر تم سے ذکر کرتا تھا۔ آؤ مصباح نے مسکراتے ہوئے نادیا کی طرف ہائے کہتے ہوئے ہاتھ بڑھا دیا نادیا نے علیکم السلام کہتے ہوئے ان سے ہاتھ ملایا۔ پروفیسر عبد الکریم نے نادیا سے کہا نادیا میں بہت امید کے ساتھ ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔

جی سر۔ نادیا نے کہا۔ نادیا میں چاہتا ہوں کہ تم مصباح کو اپنے گروپ میں شامل کر لو پروفیسر عبد الکریم نے پرامید نظروں سے نادیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا نادیا نے جب یہ سنا تو نظریں جھکا لیں کیونکہ وہ جانتی تھی کہ امیر باپ کی بیٹی بہت بڑی ہوئی ہوگی کیونکہ اس کا تجربہ دو تین بار۔ نادیا کو خاموش دیکھتے ہوئے پروفیسر عبد الکریم نے کہا تم صرف اس کو ایک ماہ اپنے ساتھ رکھ لو پھر اگر آپ کو پسند آئے تو ٹھیک ورنہ میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔

اوکے سر نادیا نے نظریں اٹھاتے ہوئے کہا پروفیسر نے اپنی بیٹی مصباح سے کہا کہ بیٹا مجھے امید ہے کہ تم اپنی جگہ اس گروپ میں بنانے میں کامیاب

جان ابھی تک نہیں آئے تھے مصباح کے رونے کی آواز جب اس کی ماما نے سنی تو وہ اس کے کمرے کی طرف آئی۔

ہائے میری جان کیوں رو رہی ہو۔ عظیم عبدالکریم نے اس کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا ماما دیکھو اس بھائی جان نے مجھے بچے آنے کا کہا تھا نو بج گئے ہیں ابھی تک نہیں آئے میں نے اپنی فریڈام کٹوم کی مہندی پر جانا سنا تھی دیر میں گیٹ پر بارش کی آواز سنائی دی ماما نے آکر کہا۔

چھوٹی قیاسم جی آپ کو صاحب جی بلاتے ہیں جا کے ان سے کہو ہم نے کہیں جانا مصباح نے فصد سے بھڑکارتے ہوئے کہا۔

اس کی ماما نے کہا جاؤ بیٹا تم تو جانتی ہو کہ وہ کتنا مصروف انسان ہے پھول گیا ہوگا۔

ماما میں نے نہیں جانا اب۔ اتنی دیر میں خالد بھی اندر آ گیا۔ اس نے اپنی لاڈلی بیبت کو غصہ میں بیٹھا ہوا دیکھ کر فوراً اپنے کچن پکڑ لیے اور کہا۔

سزا سزا دو جان غلطی ہو گئی مصروف بہت تھا مصباح چپ چاپ بیٹھ رہی۔

ارے یاد معاف چھٹی کروڑ روپے میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر رونا شروع ہو جائیگا۔ خالد نے اس کے پاس پہنچتے ہوئے کہا۔

او بہت زیادہ خیال ہے ناں میرا۔ مصباح نے کہا۔ تو وہ بولا۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے چلو اب مصباح اور خالد دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے وہ بہن بھائی ہم سب کی محبتوں زیادہ لگتے تھے۔

چوہدری سلطان کی حوٹلی کسی دلہن کی طرح تھی ہولی تھی پورے محلے میں لائٹس لگی ہوئی تھیں کیونکہ۔

شادی جو چوہدری سلطان کی بیٹی کی ہو رہی تھی جو اتنی دھوم دھام اور کثیر اخراجات کے ساتھ منائی جا رہی تھی خدا نے چوہدری سلطان کو ایک ہی بیٹی دی تھی جو کہ اپنے دو بھائیوں سے چھوٹی تھی اس کے باپ اور بھائی سب بھی کسی پر ظلم کرتے تو وہ سزا دہ اپنے آپ کو دیتی مصباح جب وہاں پہنچی تو دس بج چکے تھے مہندی کی لٹلی تیاری بھی ٹھیک ٹھیک کا اصرار تھا کہ جب تک شاہین گردپ والی سب فریڈ ز نہیں آجائیں میں مہندی نہیں لگواؤں گی مصباح نے جب دیکھا کہ ابھی تو دو بجے نہیں آئی تو وہ جا کر ام کلثوم کے پاس بیٹھ گئی ام کلثوم کی شادی اپنی پسند کی تھی اس لیے وہ بہت خوش تھی بہت دیر میں تادیب بھی اپنے بھائی نوید احمد کے ساتھ آتی تھی اس لیے کہا یا آپ جی دیر کر دی آنے میں گپ رہتی تھیں جیسے جیسے دیر یہ محترمہ فرماتی ہیں کہ جب تک مہندی نہیں آئے گی میں مہندی نہیں لگواؤں گی۔ چلو بار اب آہم آگئے ہیں اب شروع کرو سب سے پہلے نویدہ نے مہندی لگائی پھر مصباح نے پھر سب لگائی اپنی باری پر آتے گئے آخر کار ایک بجے جا کر فارغ ہوئے اسی طرے اگلے دن اسی خوشی ام کلثوم کو رخصت کیا ام کلثوم اپنے بیا کر چلی گئی سب کو رونا ہوا چھوڑ کر اس کا کیا معلوم تھا کہ یہ اس کا آخری دن ہوگا۔ زندگی کا پھر وہاں کو نہیں دیکھ پائے گی۔ اس کو بچا کے گھر باتھوں بانجھ لیا رات گیارہ بجے تک مہندی لگائی کی رسم ہوئی رہی پھر سب نے دلہن کو اکٹھا چھوڑ دیا۔

بابا بابا بابا۔ چوہدری سلطان تو نے جو ظلم مجھ پر کا تھا آج تیری بیٹی اس کی سزا پائے گی۔ آج میرے دشمن کا ایک اور فریڈ موت کی فید سو جائے گا۔ صبا کی آواز وہاں گھنڈرات میں گونج رہی تھی پھر وہ غائب ہو کر ام کلثوم کے کمرے میں آئی اس نے ام کلثوم سے کہا۔

جولائی 2014

خونک ڈائجسٹ 65

راز نو



بہت خوش نظر آ رہی ہو ام کلثوم اس کو کوئی رشتہ در  
نکھتے ہوئے خاموش رہی ام کلثوم میری طرف دیکھو  
مہمان نے کہا جب اس نے اس کی طرف دیکھا تو اس  
کے ہوش اڑ گئے اسے اپنا سر ٹھونکتا ہوا دکھائی دیا کیونکہ  
اس کے سامنے ایک بہت ہی بھیاں گ شکل اڑنا چہرہ  
جلاتا تھا آنکھوں کی جگہ آگ کے دو باب دکھائی  
دے رہے تھے۔

ک-ک-ک۔ کون ہو تم؟ ام کلثوم نے کانپتے ہوئے پوچھا۔

بابا۔ تیری موت۔ تیری موت ہوں میں  
تیرے پر۔ خانہ ان کی موت ہوں۔

مہم۔ میں نے تیرا کیا بھگاڑا ہے۔

جس کا بھی تعلق چوہدری سلطان سے ہے وہ میرا دشمن ہے ہاں وہ میرا دشمن ہے چوہدری کا بیٹا بھی میرے ہی ہاتھوں مرا ہے اب تیری باری ہے۔ میں پھر سے اپنا انتقام لینے آئی ہوں۔ بابا۔ بابا کی پورے کمرے میں آواز گونج رہی تھی مگر ام کلثوم کے علاوہ کسی اور کو سنائی نہیں دے رہی تھی اس نے ام کلثوم کو چلنے کے ساتھ لڑکا دیا۔ پھر بیٹھا چوہدریوں ام کلثوم اس جہان کو چھوڑ کر اگلے جہان چلی گئی اپنے باپ کے کئے کا بدلہ لے۔ سناٹا اسی کی روشنی میں کھڑکی میں کھڑی رہی پھر غائب ہو گئی۔

جب ام کلثوم کے دوٹے والے شوہر کمرے میں آئے تو کمرے میں ام کلثوم کو بچکے کے ساتھ دیکھا جو ادیکھ کر دوش گم ہو گئے وہ ام کلثوم سے بہت پیار کرتا تھا اس نے زور زور سے چیخا چلا ماثروں کو دیا۔ اس کی آواز پر سب مہمان اور اس کے گھر والے اس کے کمرے کی طرف بھاگے آگے کا منظر دیکھ کر سب کے دوش اڑ گئے کسی کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کریں وہ سب چوہدری سلطان کے کردار کو بھی جانتے تھے کہ کس قسم کا آدمی ہے اس کو کیا جواب

وہیں گے اس کی لاش کو چھپے سے اٹھا لیا۔ ہر کوئی پریشان تھا کہ کس طرح یہ خبر چوہدری سلطان کو بتائے اس طرح پریشانی کے عالم میں بیچ بوگٹی۔ اور انہوں نے ام کلثوم کی لاش کو لیا اور گاؤں کے چند معزز لوگوں کے ہمراہ چوہدری سلطان کی حویلی میں جا پہنچے۔ ام کلثوم کی لاش کو دیکھ کر حویلی میں کیرام بیچ گیا۔ یہ خبر فوراً ارد گرد کے گاؤں تک پہنچ گئی کہ چوہدری کی بیٹھوی نے شاوی کی پہلی رات ہی خودکشی کر لی شام کو چوہدری سلطان جب حویلی آئے تو بیٹی کی لاش کو دیکھ کر غصہ سے پاگل ہو گیا اور تگوار نکال کر چوہدری و شاہ کی طرف بڑھا لیکن جب دوسرے گاؤں کے معزز سامنے آ گئے تو چوہدری سلطان رک گیا۔ سب نے پورے واقعہ کی تصدیق کی تو چوہدری سلطان خاموش ہو گیا۔ رات کو روتے ہوئے ام کلثوم کی لاش کو دفن دیا گیا۔ ہر کوئی یہ سوچ رہا تھا کہ چوہدری سلطان کی بیٹی نے خودکشی کی ہے اس بات کی کسی کو بھی خبر نہ تھی۔

یہ بات شاہین گروپ والوں کے سمجھ میں نہیں  
آ رہی تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ امریکہ کا نام اپنے ہونے  
والے شوہر ساجد سے کتنا پیار کرتی تھی آخر اس کی کیا  
وجہ تھی جو اس نے خود کشی کر لی۔ مصباح نے کہا یا رو  
مجھے تو یہ کوئی اور ہی معاملہ لگتا ہے ضرور اس کے پس  
منظر کوئی دردناک حقیقت چھپی ہوئی ہے نہ وہ نے کہا  
ہم اس پوشیدہ راز کو ضرور سب کے سامنے لا میں  
گے۔ اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں ساجد بھائی  
کے گھر چھٹنا چاہیے وہاں سے کچھ نہ کچھ ضرور سوراخ  
مل جائے گا تو ٹھیک ہے ہم چھٹی کے بعد ان کے گھر  
چلیں گے مادیہ نے فیصلہ سن بات کی اور پھر چھٹی  
ہوتے ہی وہ سب ساجد کے گھر کی طرف چلی گئیں  
سب سے بات کی گھر کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم  
نہیں تھا۔

ہاں جی ہاں اس کا ذکر ہوتے ہوئے محترمہ کے یوں پر آگئی مسکان فرخندہ نے مصباح کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ابجا اب چلو ان کو بتا دو کہ یہاں کیا چکر چل رہا ہے شاید خود یہاں آ جائیں اور اس معاملے کو حل کر دیں مصباح نے اس کو سچ کیا مگر ان کا جواب نہ آیا تو مصباح نے بھائی نوید کو سچ کر کے کہا کہ کال کر کے پتہ کرو کہ وہ اپنا اچھی دوست کہاں سے وہ شاید ہماری اس معاملے میں مدد کر دے نوید نے کہا کہ کال کرنا ہوں پھر کچھ دیر بعد نوید کا سچ آ گیا کہ وہ ایک مشن پر ہے اور بہت بڑی ہے میں نے ان کو یہاں کی تمام صورت حال بتا دی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں شام کو مصباح کو اس کے حل کا طریقہ سینڈ کر دوں گا اور اگر نام نہ مل گیا تم آپ لوگوں کے پاس ضرور پائیں گے اور وہ اپنے بھائی طالب کو کل بھیج رہے ہیں تاکہ وہ یہاں کی صورت حال کو سمجھا لیں مصباح نے کہا ٹھیک ہے میں شام کو ان کے سچ کا ویٹ کروں گی۔

شام چھ بجے کا نام تھا کہ اچانک مصباح کے سیل کی ٹون بج اٹھی مصباح اس وقت اپنے بھائی خالد کے پاس فیکٹری میں تھی لیور حساب کتاب کو کمپیوٹر میں سیو کر رہی تھی مصباح نے بے خیالی میں اپنا سیل اٹھا کر دیکھا جب سکرین پر نظر پڑی تو بے اعتدال اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی وہ جلدی سے کمپیوٹر سے اٹھی وہ خوشی سے جھومتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے ایس ایم ایس کو دیکھے جاری تھی کہ ایک اور سچ آ گیا تو اس نے فوراً سیل کا لاک کھولا اور پہلا ایس ایم ایس پڑھنے کے لیے ایس کا مشن دہرایا۔ اس کے اچھی دوست نے سلام دعا کے بعد پوچھا تھا کہ اصل مسئلہ کیا ہے مصباح نے تمام صورت حال اور اپنی پیاری دوست کے یوں اچانک مرنے کی خبر دی تو اس کے اچھی دوست نے کہا میں ایک مشن پر ہوں اگر یہاں

سینڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی رات کے بارہ بجے کا نام تھا صبا کی روح آج پھر چوہدری سلطان کی حویلی کی طرف جا رہی تھی آج چوہدری کے ملازم خاص کی باری تھی وہ بڑے حشرے کی فینڈ سورہا تھا اسے کیا خبر تھی کہ کچھ ہی دیر میں اس پر کیا جتنے دلی ہے وہ آج سے چالیس سال پہلے واقعہ کو بالکل فراموش کر چکا تھا۔ صبا کی روح پرواز کرتی ہوئی چوہدری سلطان کی حویلی میں پہنچ گئی۔ اور چوہدری کے ملازم بھٹو کی طرف بڑھی وہ آرام کی فینڈ سورہا تھا صبا نے اس کو زور سے نوا میں اچھالا پھر زمین پر دے مارا اس کے ہوش غم ہو گئے جب اس نے سامنے مہاکو دیکھا تنہا۔ تنہا۔ تم۔ تم۔ تم زندہ ہو گیا۔ اس نے حیرت سے صبا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں۔ ہاں میں اپنا بدلہ لینے آئی ہوں تم نے جو ظلم میرے ساتھ کیا تھا اس کا بدلہ لینے میں آئی ہوں بابا بابا۔ میرے انتقام سے تمہیں کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ بابا بابا۔

تم۔ تم مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے معاف کر دو بھٹو نے صبا کے پاؤں میں گرتے ہوئے کہا ہاں بابا اب اس غلطی کی سزا ہی تجھے ملے گی صبا نے یہ کہہ کر اس کی آنکھوں میں اپنی انگلیاں ڈال دیں اور آنکھوں کو باہر نکال دیا۔ وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا صبا نے پھر اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور اس کا دل نکال کر باہر پھینک دیا پھر اس کی گروں دھڑ سے جدا کر دی اور غائب ہو گئی۔

فرخندہ نے کہا یار مصباح اپنے اس دوست کو اس معاملے میں پوچھو تاں جس نے تمہیں رنجیت سنگھ جاوہر سے بچایا تھا مصباح نے جب یہ بات سنی تو اس کے لبوں پر اپنے آپ مسکراہٹ آ گئی اس نے اپنی مسکراہٹ کو چھپانے کی بہت کوشش کی مگر فرخندہ سے کہاں چھپا سکتی تھی فرخندہ تو سب کچھ جانتی تھی۔



سے فارغ ہوا تو آجاؤں گا۔ میں طالب کو بھیج رہا ہوں وہ اک عمل کا طریقہ لے کر آجائیں گے کل تک تو تم نے وہ عمل کرنا ہے اور جو بھی چکر ہوگا یا جن بھوت ہوگا۔ وہ تمہارے پاس حاضر ہو جائے گا۔ اوسے اپنا خیال رکھنا مصباح نے تو ابھی بہت سی باتیں کر لی تھیں مگر کیا کرتی جب آگے سے جواب ہی نہ ملا۔

بارہ بجے کا نام تھا جب طالب مصباح کے شہر انٹیشن پر اترا تو نوید اس کو لینے کے لیے پہلے ہی وہاں موجود تھا دونوں نے مصباح کو نوید نے گاڑی اشارت کی اور مصباح کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے نوید نے پہلے ہی مصباح کو متوجہ کر دیا تھا کہ اس لیے مصباح نے گیٹ کے پاس ہی کھڑی تھی چونکہ وہ نے گیٹ کھولا نوید نے گاڑی کھڑی کی مصباح نے طالب کو سلام کیا اور دونوں کو لے کر اندر چلی گئی اتنی دیر فرخندہ اور نمیرا بھی آگئیں لوازمات کے ساتھ ساتھ باغیں بھی ہوتی رہیں طالب نے چلنے والا طریقہ مصباح کو دیا اور اس کو کہا کہ یہ چلنا آج رات ہی کرنا ہے تاکہ ہمیں پتہ چل سکے کہ وہ کون سا ہے اور کیا پتہ ہے تاکہ اس کے بارے میں ہم کچھ کر سکیں۔

مصباح نے رات کے بارہ بجے محل کرنا شروع کر دیا مصباح نے اپنے تو بہادر لڑکی تھی مگر پھر بھی لڑکی تھی اس لیے بہت ڈرتی رہتی تھی تو اسی بھی آواز سنائی دیتی تو ڈر جاتی جبکہ طالب میرا فرخندہ وہ یہ اور اس کی پیادہ دوست ملا یہ بھی اس کے سامنے دوسرے دائرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی مصباح اُردو ہی تھی ایسے ہی صبح کے چار بج گئے کچھ دیر بعد تیز ہوا چلنا شروع ہو گئی وہ اتنی تیز ہوتی جارہی تھی کہ وہ ایک دوسرے کا سہارا نہ لیتے تو دائرے سے باہر نکل جاتے مصباح نے اپنا دائرہ ایک ستون کے ساتھ

لگایا تھا تاکہ اس کے ساتھ ٹیک لگا کر چلے کا عمل سیکھ سکتے وہ بھی تیز ہوا کے وقت ستون کے ساتھ چپٹ مٹی ہواری کی توان کے سامنے ایک نہایت ہی حسین ڈھیل لڑکی ظاہر ہوئی مصباح نے ہمت کرتے ہوئے پوچھا کہ کون ہو تم۔ اور ہماری دوست نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم نے سہاگ رات کو اس کی ساری خوشیاں چھین کر موت کی نیند ملا دیا وہ لڑکی خاموش رہی تو مصباح نے قہقہے لگائے اور پوچھا کہ اس پر پھونک ماری تو اس کی آنکھوں سے تکلیف کی وجہ سے آنسو جاری ہو گئے یہ دیکھ کر مصباح نے دیر چل کر دیا اور پوچھا آپ بتاؤ تو سہی کہ کیا جرم کیا تھا ہماری فریڈ نے جو تم نے اس کے ساتھ ہیٹا کیا وہ خاموش کھڑی رہی کچھ دیر بعد گرج کر بولی یہ ان کی تصور تھا جو میرے ساتھ ایسا کیا گیا مصباح اس کی آواز سن کر ڈرتی مگر ہمت کی ہمیں پتہ تو نہیں کہ کیا ہوا آپ کے ساتھ اور ہماری فریڈ کا کیا تصور تھا وہ کچھ دیر تو خاموش رہی پھر وہ اپنی داستان سنانے لگی۔

آج سے پندرہ سال پہلے کی بات ہے جب میں بی اے کا امتحان اچھے نمبروں کے ساتھ پاس کیا تو مجھے شہر کی جانب مل گئی میں بہت خوش تھی کہ اب ہمارے بھی اچھے دن آنے والے ہیں کیوں کہ میرے ماں باپ بہت ہی غریب تھے میں نے بہنوں کو یونیورسٹی پر حایر کرنا کرنا پنا فریڈ کیا تھا اس غم اس بات کی بھی کہ میری پوسٹ بہت دور ایک گاؤں میں ہوئی۔ لیکن میں نے اس کی فکر نہ کی اور اپنے ماں باپ کی دعالے کہ اس گاؤں کی طرف چل دی۔ لیکن یہاں پر صرف ایک ہی نام کا راج تھا سب گاؤں والے اس کے کھیتوں پر سارا دن کام کرتے تھے اس کے بدلے میں ان کو صرف دو نانم کی روٹی تھی وہ نام جو بددی سلطانی کا تھا وہ اور اس کے دو دوست بہت ہی ظالم تھے رجم نام کی ان میں کوئی چیز نہ تھی سب گاؤں والے اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے صبح سے

اور کہا آپ فکر نہ کریں ہم چوہدری سلطان کے ظلم سے گاؤں والوں کو ضرور نجات دلائیں گے میں آج ہی انسپٹر راشد کو تحقیقات کرنے کا حکم دیتا ہوں مگر آپ کا شکریہ کہ آپ نے جو اس کی اطلاع دی آپ اطمینان سے رہیں جاؤ اور اپنا کام کرو میں وہاں سے خوشی خوشی گھر آؤ گی اسی جان نے بہت مشکل سے جانے کی اجازت دی اور کہا کہ بی بی ہم ہر اتوار کو تیرے آنے کا انتظار کیا کریں گے۔ میں اپنی ماما کی دعا لے کر گاؤں واپس آئی۔

چوہدری سلطان کے ملازم خاص نے آکر چوہدری سلطان کو انسپٹر راشد کے آنے کی اطلاع دی چوہدری سلطان مسکراہٹ بھائے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا تو ابھی آج اتنے دنوں کے بعد کیسے بھول کر ہماری طرف آئے انسپٹر راشد چوہدری کے گلے ملنا لگا ہوا۔ چوہدری خیر بہت ہی سخت ہے اوپر سے حکم صادر ہوا ہے آپ کے بارے میں تحقیقات کے لیے دو جو اپنے گاؤں میں نیو پھر آئی ہے اس کو سمجھنا یاد دہانی کرنی ہے کل ڈسٹرکٹ آفیسر سے مل کر آئی ہے انسپٹر صاحب آپ تینشن نہ لیں ہم اس کا کام تمام کر دیتے ہیں نہ ہے گا بائس نہ ہے کی بانسری۔

چوہدری سلطان کی نوکرائی میرے پاس آئی اور بول میڈم جی آپ تو بہت ہی اچھی ہو جو اتنے بڑے شہر سے پڑھ کر ہمارے چھوٹے سے گاؤں میں پڑھانے آئی ہو میں نے کہا کہ میں پڑھانے کا شوق رکھتی ہوں مگر یہاں تو کوئی پڑھنے ہی نہیں آتا ہے وہ بول میڈم جی آپ چوہدری سے بات کیوں نہیں کرتی ہو وہ پڑھائی کے محالے میں بہت اچھا علم رکھتے ہیں وہ اسی طرح چوہدری سلطان کے بارے میں باتیں کرتی رہی تو میرے دل میں بھی خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ ایک بار چوہدری سے بات کی جائے اس لیے میں اس نوکرائی جس نیا چانام غاسم بتاتا تھا چوہدری سلطان کی حویلی کی طرف پہلی گئی چوہدری

شام تک ان کے لیے کام کرتے تھے اس لیے سکول کی صرف عمارت ہی تھی اس میں بھی چوہدری سلطان کے نوکر اور دوست ہر وقت شراب پیتے رہتے تھے میرے تین دن اسی طرح گزر گئے۔ مگر ایک بھی بچہ سکول پڑھنے کے لیے نہ آیا۔ چوتھے روز میں نے فیصلہ کیا کہ میں ہر گھر جاؤں گی اور ان لوگوں کی تعلیم کی طرف توجہ دلاؤں گی آج کا دن بھی بس ایسے ہی بیت گیا۔ شام کو میں ایک گھر میں تھی اور اسی سے بچوں کو سکول بھیجنے کی بات کی مگر وہ لوگ تیار نہ ہوئے وہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے بچے چوہدری سلطان کے باپ کام نہیں کریں تو ان کو روٹی بھی نصیب نہیں ہوگی۔ میں دوسرے گھر گئی ان کا بھی یہی جواب تھا تقریباً سب گاؤں والوں کا یہی جواب جب ملا تو میں نے ان لوگوں کو بہت دلائی کہ آپ لوگ چوہدری سلطان سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں۔ تم لوگوں کی پولیس مدد نہیں کرتی۔ مگر وہ لوگ تو جیسے صرف ہی اس لیے پیدا ہوئے ہوں کہ تمام زندگی چوہدری کے ظلم سہی گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی میرا ساتھ نہ دیا میں نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ میں بھی ضرور ان لوگوں کو چوہدری سلطان کے قبر سے بچاؤں گی۔ یہی سوچ کر میں واپس شہر آئی میری ماما میرے آنے پر بہت خوش ہوئی مجھ سے پست کر رو پڑی کہ بی بی تیرے بغیر ہمارا دل نہیں لگتا تم یہ نوکری چھوڑ دو تیرا میری نظروں کے سامنے گاؤں کے مظلوم لوگ گھوم رہے تھے میں نے بڑی مشکل سے اپنی ماما کو راضی کیا۔

اگلے دن ڈی آئی جی سے ملی اور چوہدری سلطان کے ظلم کے بارے میں تفصیل سے بتایا کہ وہ کس طرح غریب گاؤں والوں پر ظلم کرتا ہے ان کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جن کی عمر بھی کھینٹے کی ہے ان سے سخت کام لیتا ہے اگر کوئی کام کرنے سے انکار کر دے تو اس کی سزا صرف موت ہوتی ہے جب ڈی آئی جی صاحب نے میری بات سنی تو اٹھ کھڑا ہوا



سلطان نے مجھے اپنی حویلی کی طرف آتا ہوا دیکھ کر دروازے کی طرف بڑھا اور بولا اچھا تو یہ ہیں ہمارے وہ مس تھی جو ہمارے کچاؤں میں بچوں کو پڑھانے آئی ہیں۔ چوہدری صاحب کے بچوں پر مکان تھے میں چوہدری کا رویہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہ تو کتنے ہی اچھے انسان ہیں اور کچاؤں والے تو ان کے ظلم کی داستان سناتے ہوئے روتے ہیں۔ چوہدری نے میری بہت قدر کی اور کہا۔

جینی تمہارا اہم پر احسان ہے جو اتنی دور سے آپ ہمارے بچوں کو پڑھانے آگئی ہو ورنہ تو یہ سکول پانچ سالوں سے بند پڑا تھا محکم تعلیم نے تو ہماری طرف توجہ ہی نہیں دی۔ جینی یہ تمہارا اپنا ہی گھر ہے جب چاہو یہاں آ سکتی ہو۔ میں ان کی باتیں سن کر بہت ہی خوش ہوئی اب جب چوہدری سلطان نے میرے آنے پر خوش ہیں تو ضرور بچوں کو بھی پڑھنے کے لیے سکول کھلیں گے میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ چھوٹے بچوں سے کام مت لیا کرو بلکہ ان کو سکول بھیجا کرو۔ تو بولے۔

جینی کل سے سب بچے سکول آئیں گے اور کوئی محکمہ تو فرمائیں۔ میں نے جب چوہدری صاحب کا یہ راویہ دیکھا تو مجھے بہت شرمندگی ہوئی کہ میں صرف لوگوں کی باتوں میں آکر چوہدری سلطان کے خلاف ہو گئی تھی اور یہاں تک کہ میں ڈسٹرکٹ آفیسر سے بھی ان کے خلاف اپیل کروا کر آئی ہوں۔ میں نے شرمندگی سے چوہدری کو تمام باتیں بتا کر معافی مانگی۔ دو میری باتیں سن کر مسکراتے ہوئے بولے۔

اب تو تم کو تب ہی معافی ملے گی جب تم ہمارے ساتھ شام کا کھانا کھاؤ گی۔ انکی یہ شفقت دیکھ کر میں بھی مسکرا دی اتنی دیر میں ان کی نوکرانی عاصمہ جگمگ میں پانی لئے آگئی میں نے پانی پیا اور چوہدری سے شام کا کبہ کر واپس آ گئی۔ آج میں غی خوش تھی میں چھوٹے نہیں ہمارے ہی میں سکول کے آگئیں ہیں

چھوٹے چھوٹے بچوں کو مسکراتا ہوا دیکھ رہی تھی کہ کل سے یہ سکول آتا ہو جائے گا۔ لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ کل میری قیامت بھی نہیں ہوگی۔ شام کے وقت چوہدری کی نوکرانی عاصمہ میرے پاس آگئی اور مجھے لے کر میڈیم تھی آؤ چلیں چوہدری صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں میں ان کی باتوں کے چکر میں آکر حویلی کی طرف آگئی چوہدری اور اس کے دوست لان میں بیٹھے ہوئے تھے مجھے آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوئے چوہدری نے کہا آؤ جینی ہم کب سے تمہارا انتظار کر رہے تھے پھر میں ان کے ساتھ کھانے کی میز پر آ گئی۔ جہاں پر چوہدری سلطان اور ان کی بیوی کے ساتھ میں نے کھانا کھایا کچھ دیر چوہدری صاحب کی بیوی کے ساتھ باتیں کیں وہ باتیں ہی انہی تھیں وہ مجھے ہر بات پر پتہ تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے کچھ دیر بعد گھر جانے کی اجازت چاہی تو وہ مجھے خود میرے گھر لے کر چھوٹے آگئے میں نے بہت کہا کہ آگئی تھی آپ میرے دو گھر دو اور اور شفقت میرے ساتھ ہی میرے گھر آگئی۔ اور بولی۔

جینی میں تم سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ جینی آئی ظلم کریں۔

وہ کچھ دیر خاموش رہیں پھر بولی جینی میری بات کا یقین کرو اور اسی وقت یہاں سے چلی جاؤ تو اس میں تمہاری بھالی ہے چوہدری کا رویہ جو تم نے دیکھا ہے یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ ضرور تمہارے ساتھ سازش ہے میں نے جب یہ سنا تو مجھے ان کی باتوں پر یقین ہی نہ آیا مگر جب آگئی نے مجھے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے بارے میں بتایا تو میں کا مپ اٹھی کہ آگئی جو مجھے ہنسی مسکراتی نظر آتی ہیں وہ کس کرب سے کڑھ رہی ہیں اب یہ باتیں اور بتی تھی کہ چوہدری سلطان اپنے کارندوں کے ساتھ میرے گھر میں ٹھس آیا۔ کیونکہ چوہدری سلطان نے میرے کھانے میں نشے کی روواؤں کی تھی اور ان کے گلمان میں اب تک

مجھے بے ہوش ہو جانا چاہیے تھا مگر جب اس نے مجھے اور انہی کو باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے آنٹی کے بل پکڑ کر گھیسٹ کر مینچنا شروع کر دیا۔ کہ کم ذات کم بخت تو چوہدری کو دھوکہ دیتا ہے تیری جرات لینے ہوئی کہ ہمارے حکم کے خلاف درزدی کرے گی وہ دروا جو میں نے کھانے میں لانے کے لیے دی تھی چوہدری نے اپنے کارندوں سے کہا کہ اس کو حویلی میں لے آؤ اتنی دیر میں اس کے کچھ سا بھی بھی آگئے میں نے سب کی فٹیں کیں کہ مجھے جانے دو میں بھی بھی بھول کر واپس نہیں آؤں گی۔ مگر چوہدری نے میری ایک نہ سنی میں بیچتی چٹائی رخی اور وہ لوگ میرے عزت کو بے باد کرتے رہے۔ میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی میں نے چوہدری سے کہا میں اپنا انتقام لینے ضرور آؤں گی یہ کہہ کر میں نے ان کے سامنے ہی خنجر اپنے پیٹ میں گھونپ دیا جب چوہدری نے دیکھا وہ ہاں سے ہسک گیا۔ میں دن میری لاش کمرے میں ہی پڑی رہی چوتھی رات چوہدری کے نوٹروں نے آکر میرے کمرے میں گڑھا کھود کر میری لاش کو اس میں دبا دیا۔ میری راج بے چین تھی بدلے کے لیے مگر میں کچھ نہ کر سکی میں چوہدری سلطان کو دیکھتی وہ تو تاجہ لگا کر گزر جاتا۔

ایک دن میں قبرستان میں گئی تو وہاں ایک بابا بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا میری روح کو ان کے پاس کچھ سکون ملا تو میں خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ گئی کچھ دیر بعد انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھا میں نے اپنے اوپر ہونے والے حکم کی تمام داستان ان کو سنائی۔ تو انہوں نے پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں جب کچھ دیر بعد انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو انکی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو چکی تھیں۔ مجھے کہا۔

بہی جو تجھ پر ظلم ہوا ہے مجھے سب پہ چل گیا ہے میں نے کہا۔

باباجی میں اپنا انتقام لینا چاہتی ہوں۔ باباجی بولے مئی کچھ صبر کرو وہ وقت دور نہیں ہے جب تم چوہدری سلطان جیتے شیطان پر قہر بن کر نوٹوٹی صبر کرو میں صبر کرو۔ میں نے کہا باباجی مجھے کب تک صبر کرنا ہوگا میری روح بے چین ہے چوہدری سلطان اور اس کے ساتھیوں سے انتقام لینے کے لیے باباجی مجھ سے اور اب صبر نہیں ہوتا باباجی نے کہا۔ کہ میرا ایک شاگرد ایک مشن پر گیا وہ اب بس جب وہ واپس آئے گا تو پھر تم چوہدری سلطان سے اپنا انتقام لینا میں نے باباجی کے پاس سیا قبرستان میں رہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ یہاں میری روح کو سکون ملتا تھا کبھی کبھی میں چوہدری کی حویلی کی طرف چلی جاتی تھی وہاں ہر طرف چوہدری کا ہی رات نہاتا کوئی بھی ان سے بات نہ کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ چوہدری سلطان نے آنٹی کو بھی اذیت دے دے کر مار دیا تھا اس طرح میں سانس کا عرصہ بیت گیا میرے مانا پاپا بھی میرا انتظار کرتے کرتے اس جہاں سے روانہ ہو چکے تھے وہ آخری سانس تک میرا انتظار کرتے رہے۔ مگر انکو کیا معلوم تھا کہ میرے ساتھ کینہ جیتی تھی چوہدری کی اپنی حویلی میں ہر روز ظلم ڈھاتا تھا مگر کوئی بھی اس کے سامنے بات کرنے کی جرات نہیں کرتا۔

ایک دن باباجی کی کنیا میں داخل ہوئی تو باباجی بیٹھے آنکھیں بند کئے کچھ پڑھ رہے تھے اور ان کے سامنے ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکا سر جھکا کے بیٹھا ہوا تھا میں کچھ فاصلہ پر کھڑی ہوئی تم کنڑی کیوں ہو اگر نامہ آگئی ہو تو بیٹھ جاؤ۔ باباجی نے آنکھیں بند کئے ہوئے بولے۔ میں لڑکے سے کچھ فاصلہ پر بیٹھ گئی۔ باباجی اجازت نہ تو میں جاؤں لڑکا نقراتی ہوئی آواز میں بولا۔ اس کی خوبصورت آواز کانوں میں ریں بھول رہی تھی باباجی نے کہا۔



اس مشن کے ساتھ ساتھ اب ایک اور مشن بھی پورا کرنا ہے۔  
وہ کیا باباجی۔

باباجی نے میری طرف منہ کر کے پھونک ماری تو میری روح اس کو دکھائی دی۔ اس نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر باباجی نے میری تمام داستان اس کو سنادی۔ جب اس نے یہ داستان سنی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر باباجی مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہا۔ بیٹی میں نے کہا تھا کہ صبر کرو میرا ایک شاگرد مشن پر گیا ہوا ہے جب وہ واپس آئے گا تو تم اپنا انتقام لے لیگا۔ وہ یہ ہے اور اس کا نام ہے ندیم عباس۔ میں نے احسان مند نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ بولا میری بہن میں یہاں نہیں تھا مگر اب آپ پر ہونے والے سب ظلم کا ایک ایک حساب دلاؤں گا۔

میں نے کہا بھائی جان آپ کا یہ مجھ پر احسان ہوگا۔ اس نے کہا بہن کسی باتیں نہ کرنا جو بھلا بھائی کا بھی کوئی اپنی بہن پر احسان ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے کچھ پڑھ کر مجھ پر پھونک ماری تو میری اندازہ نہ والی اور غائب ہونے طاقت آ گئی۔ آج میں بہت خوش ہوئی کہ اب میں چوہدری سے اپنے کئے کا بدلہ لوں گی۔ انہوں نے کہا آج ہمارا پہلا شکار اس کا خاص آدمی ہوگا۔ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ہم دونوں ہی چوہدری کی حویلی میں جا پہنچے جہاں اس کا خاص آدمی سویا ہوا تھا ہم نے جاتے ہی اس کو دھڑلایا اور اس کی آنکھیں دل نکال لیے میں وہاں سے سیدھی چوہدری کے کمرے میں گئی اسے میں نے بالوں سے پکڑ کر کہی تو وہ کانپ اٹھا اس کی بیوی بھی لٹھ لٹھی مجھے اپنے سامنے دیکھ کر وہ کانپ سا گیا۔  
تم۔ تم زندہ ہو۔

باباجی۔ ہاں چوہدری میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ میں ایک دن تم اپنا انتقام لینے نہ دراؤں گی سو

آگئی ہو یہ لو میرا پہلا اتنا کہہ کر میں اس کے ساتھی کے آنکھیں اور دل اس کے سامنے رکھ دیئے اب میں تمہارے پورے خاندان کو ایسی ہی موت ماروں گی بس یہ بتانے آئی تھی کہ کل تیرے بیٹے کی باری ہے جو شہر سے کل واپس آ رہا ہے۔ اتنا کہہ کر میں واپس باباجی کے پاس آ گئی۔

اگلے دن چوہدری سلطان کا جیادلا در شہر سے گھر آ رہا تھا کہ جنگل میں اچانک اس کی کار خراب ہو گئی اس نے گاڑی کو چیک کیا تو پانی ختم ہو گیا تھا اس نے کہیں اٹھایا اور پیشے کی طرف چلا گیا پانی بھر کر واپس آیا تو میں اس کی گاڑی کے پاس کھڑی تھی مجھے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں جھلسا بھرنے لگی میں اس کی آنکھوں کا مطلب سمجھ گئی تھی بولا اسے لڑکی تو کون ہے اور یہاں جنگل میں کیا کر رہی ہو۔

میں تیری موت ہوں تیرا ہی انتظار کر رہی تھی۔  
بھڑکی بات سن کر اس نے قہقہے لگانا شروع کر دیئے۔ اور بولا۔

تو شاید نہیں جانتی ہو کہ میں کون ہوں۔  
ہاں میں جانتی ہوں کہ تم کون ہو گھٹیا باپ کی گندمی اولاد ہو۔ آج تیرے باپ کی وجہ سے تیری موت میرے ہاتھوں لکھی ہوئی ہے۔ اتنا کہتے ہی میں نے اپنا حلیہ بدل لیا مجھے نئے ڈرائیو نے روپ میں دیکھ کر وہ کانپ سا گیا۔ اور میں نے لگا۔ کہ مجھے معاف کرو مگر مجھ پر انتقام کا بھوت سوار تھا میں بولا اس کو کیسے معاف کر سکتی تھی۔ میں نے اس کو گھر جا کر موت دینی اور اس کی آنکھیں اور دل نکال کر چوہدری کے پاس لے گئی اور کہا یہ لو چوہدری یہ تیرے بیٹے کا دل اور آنکھیں ہیں کل سے تمہارے نوکروں کی باری ہوگی۔ پھر میں نے اس کے دستوں کا بھی وہی حال کیا جو دلا اور کا کیا تھا۔

بھائی جان کو رنجیت سنگھ کے بیٹے کے مقابلے

کے لیے کوہ قاف جا بڑا میری طاقت اس کے بغیر  
 اوجھری تھی کوئی جادوگر میری روح کو اپنے قبضہ میں  
 کر سکتا تھا اس لیے میں بھی ان کے ساتھ کوہ قاف چلی  
 تھی اسی طرح دس سال بیت گئے۔ اور چوہدری  
 سلطان گاؤں چھوڑ کر شہر آباد ہو گیا۔ آنکھوں پہلے مجھے  
 پتہ چلا کہ چوہدری کی بیٹی کی شادی ہے۔ میں کیسے  
 برداشت کر سکتی تھی کہ دوسروں کی بیٹیوں کو برباد کرنے  
 والا اپنی بیٹی کی خوش منائے سواس لیے میں نے ان کی  
 بیٹی کی جان لے لی اب چوہدری سلطان اور اس کے  
 چھوٹے بیٹے بلاول کی باری ہے۔ یہ کہہ کر صبا کی  
 رون چپ ہوئی۔

مصباح بولی۔ مگر اب ہم تمہیں ایسا نہیں کرنے  
 دیں گے۔ تم نے چوہدری سے انتقام لینا تھا اس سے  
 لیتی ہماری پیاری دوست کو کیوں مار دیا۔

باں باں میں سب کو مار دوں گی جو جو بھی  
 میرے راستے کی دیوار بنے گی کوشش کر سنا میں اس  
 کو بھی مار دوں گی۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گئی چوہدری  
 سلطان اور اس کا بیٹا اپنی بیٹی کی موت پر غمگین بیٹھے  
 ہوئے تھے صبا کو دیکھتے ہی وہ اس کے پاؤں پڑ گیا  
 اور بولا جو غلطی میں نے کی تھی اس کی سزا مجھے ہی دو  
 میرے خاندان کو کچھ مت کہو۔

نہیں چوہدری نہیں میں کسی کو بھی زندہ نہیں  
 چھوڑوں گی بابا۔ آج میرا آخری دشمن بھی ختم  
 ہو جائے گا۔ پوری حویلی میں صبا کے قہقہے گونج رہے  
 تھے چوہدری اور اس کا بیٹا۔ تھر تھر کانپ رہے تھے  
 بلاول نے بھاگنا چاہا مگر صبا کے ہاتھوں سے نہ پایا اتنی  
 دیر میں مصباح بھی اپنے گروپ کے ساتھ وہاں پہنچ  
 گئی۔ اور بولی۔ رک جا صبا تیرا کھیل ختم اس نے  
 دروازہ کھولا پانی صبا کی طرف اچھال دیا۔ کہ اچانک  
 ایک چہرہ سامنے آ گیا صبا کے۔ مصباح نے جب اس  
 چہرے کو دیکھا تو بس دیکھتی ہی رہ گئی۔ وہ آج سے کئی  
 سال پہلے چلی گئی اس کے دل کی دھڑکیں تیز ہو گئیں

وہ بھولی گئی تھی کہ وہ کیا کرنے آئی تھی وہ چہرہ ندیم  
 عباس کا تھا۔ اتنی دیر میں صبا نے چوہدری اور اس کے  
 بیٹے کو مار ڈالا تھا۔ تاویہ نے مصباح کو بلایا تو مصباح  
 خیالوں کی دنیا سے واپس آئی اور دوڑ کر ندیم عباس  
 کے گلے لگ گئی نوید اور طالب کے سوا سب کے ہی  
 منہ حیرت سے کھلے کھلے دیکھتے ندیم عباس نے کہا  
 یا راب ہٹ بھی جاؤ سب دیکھ رہے ہیں تب جا کر  
 مصباح کو احساس ہوا اور وہ شرمندہ ہوتے ہوئے  
 الگ ہو گئی۔ تب صبا آگے بڑھی اور بولی اوئے  
 میرے بھائی پر کیوں قبضہ جمار ہی ہو دیکھ لیا ماں کہ  
 میرے بھائی میں کتنا دم ہے صبا بات کر دیکھ مجھے کس  
 دائرے میں قید کرنا ہے۔ مصباح تو ندیم عباس کو ہی  
 دیکھے جا رہی تھی تاویہ آگے بڑھی تو مصباح نے کہا  
 آبی جان یہ ہیں وہ ندیم عباس جن کا میں آپ سے  
 ذکر میں آپ سے کیا کرتی ہوں جب حمیرا اور فرخندہ  
 نے مجھے یہ بات سنی تو ان کی بس حالت ایسی تھی کہ جیسے  
 ان کی کھڑے کھڑے روح ہی پرواز کر گئی ہو وہ بس  
 ایک نظر ندیم عباس کو دیکھے جا رہی تھیں مصباح نے  
 ان کی نظروں کے سامنے ہاتھ لہرایا کہ یا تم لوگ کہیں  
 نظر ہی نہ لگا دو تب جا کر سب مسکرا دیے۔

میرے بھائی میں آپ کا شکر یہ ادا کرتی ہوں  
 کہ آپ نے میری مدد کی۔ صبا آگے بڑھتے ہوئے  
 بولی بس میرا ایک کام ہو کر دینا کہ میری لاش کو اسلامی  
 طریقے سے دفن کرو دینا۔ تاکہ میری روح کو بھی سکون  
 مل سکے۔ ندیم عباس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔  
 اور پھر دوسرے دن ہی وہ سب لوگ اسی گاؤں میں  
 گئے اور جا کر اس کی لاش کو ڈھونڈ کر اسلامی طریقے  
 سے دفن کر دیا۔ کیسی گلی میری شوری اپنی رائے سے  
 ضرور نوازے گا مجھے شدت سے انتظار رہے گا۔



# ہنی مسون

۔۔۔ تحریر: کاشف عہد کاوش۔ بے موڑی ٹھہرام۔ 0331.9352945

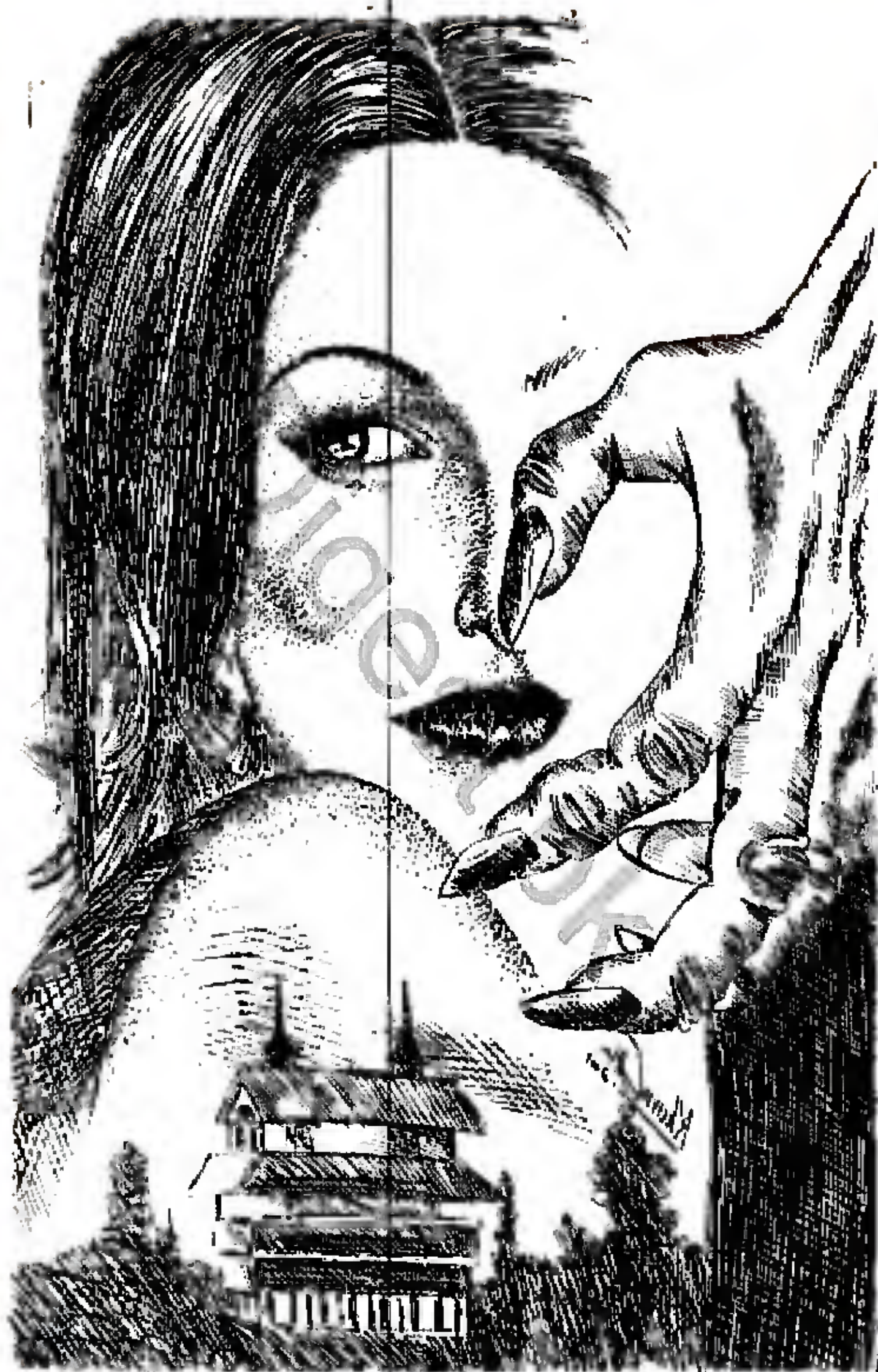
بادشاہ جو کہ چڑیلوں کا سردار تھا بہت ہی خوفناک تھا اس نے ان چاروں سے کہا کہ مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگ کیوں آئے ہو میں آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے دونوں لڑکی اور لڑکے کو تھوڑوں کا ٹکڑا ایک شرط پر وہ یہ کہ جب میں چاہوں ان دونوں کو ایک کے پاس سے بلا سکتا ہوں اگر آپ نے پھر انکار کیا تو میں آپ کے چہرے کو تباہ کر دوں ہولو منظور ہے چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔ آپ ڈھان اور آٹھل کو بلائیں ہم ان سے مشورہ کر نہیں تھوڑی دیر بعد وہ دونوں وہاں ان کے پاس آئے ان کے ساتھ ان کی بیوی اور شوہر بھی تھے۔ بیوی اور شوہر بہت ہی بد صورت تھے آٹھل اور عثمان ان لوگوں میں بہت ہی خواصورت لگ رہے تھے اٹھل نے ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس دنیا میں بہت ہی خوش ہیں اگر بابا ہم کو بہت یاد کرتے ہیں تو ہم ان کی خوشی کے لیے تھوڑے دنوں کے لیے اپنی دنیا میں سرور چاہیں گے۔ ان کی باتیں سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور ان کو جانے کی اجازت دے دی۔ لہذا یہ گروپ واپسی کے لیے چل واپ۔ بعد میں ان کو بابا کی آواز سنائی دی کہ بچو اپنے منہ میں مسواک رکھو ورنہ انہوں نے اپنے منہ میں مسواک رکھ کر ان سے ملنے کی باتیں کی ہیں۔ ان میں ایک لکھنوی بابائی کی آواز پھر سنائی دی کہ پھرنی قبیلے کی طرف پھینک دیا ہوں۔ نے پھرنی قبیلے کی طرف پھینک دی اس کے ساتھ ہی وہ چاروں بے ہوش ہو گئے۔ ایک دن آپ اور ہنی خیز کہانی۔

ساتھ والی گری سے اٹھتے ہوئے کہا تھا چیکم آپ نے اب مجھے بھی ذرا بات کہہ دینا چاہئے کہ تک ناظر اور فلیم کی چاہتے رہیں گے۔ اٹھل اتنا کہہ کر روانہ ہو گیا اور بعد یہ نے جی میں جواب دے کر ایک طرف دیکھتے ہیں مسروہ ہو گئی اور سوچنے لگی کہ ہمیں کوئی بندہ لانا چاہیے تھا جو کشتی چلا سکتا ہو تاکہ اب کیا ہو سکتا تھا ان چار بندوں کی ذاتی کشتی اب آبادی سے بہت دور اٹھ چلی تھی اسے کشتی سمندر میں رواں دواں تھی اپنی منزل کی جانب کشتی میں لائے چاروں نے اپنی ضرورت کی تمام اشیاء اپنے ساتھ رکھی ہوئی تھیں اب یہ لوگ کشتی میں سوار ہو کر ایک دور پڑیے کی جانب رواں دواں تھے مکمل اور ناصر دونوں کہن تھے اور دوست بھی یہ دونوں بچپن سے ہی ایک جان ووقا ب تھے کاش کے زمانے میں ان دونوں کی دوستی

کشتی سمندر میں رواں دواں تھی کشتی میں چار دوست سوار تھے اور کیا اور دو لڑکے شاید یہ چاروں یہ کہے گئے تھے جب کی تو اتنے خوش تھے چاروں طرف پانی ہی پانی تھا نیلے سمندر میں یہ نو شادی شدہ جوڑے بہت خوش نظر آ رہے تھے عجیب بات یہ تھی کہ انی مہن منانے کے لیے اس جوڑے نے سمندر کو کیوں ترجیح دی تھی شاید یہ دنیا کے نظروں سے عجیب کہانی مہن منانا جانتے تھے اور ایک دوسرے کو صحیح طرح جاننے کی کوشش میں تھے غرض کوئی صحیح طرف سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

مکمل جاؤ اب تم بھی ذرا کشتی چلاؤ ماں ناظر تو تھک گیا ہے بچاؤ۔ انہوں نے اپنی بیوی سعدیہ کی بات سن کر ان کی







رہنا چاہتے ہو تو بالکل رہ سکتے ہیں اگر آپ وہیں جانا چاہتے ہیں تو بالکل جا سکتے ہیں اور جبران کا دل بھی وہاں جزیرے میں لگا رہا ہے نے بیٹے کی خوشی کو دیکھ کر گھر کی راہ لی اور بھی بھی ملے آتا جاتا رہتا۔ پھر جبران کا والد فوت ہو گیا۔ اور ان کے اور بیٹے اور نو سوتے وغیرہ بھی بھی بھی جزیرے کا رخ کرتے جزیرے والے بہت خوش ہوتے تھے اور ان لوگوں نے بعد میں خلیل جبران کو اپنا سردار بنایا تھا کیونکہ وہ بہت ایماندار اور خوش مزاج تھا اب ناصر اور امل بھی اپنے بیویوں کے ساتھ ایک سال بعد جزیرے کی جانب روانہ تھے پور چاروں بہت ہی خوش نظر آ رہے تھے لیکن سلیم اور سعد یہ بہت خوش نہیں کیونکہ وہاں جانا ان دونوں کا پہلی بار اتفاق تھا ناصر اور امل تو پہلے ہی آتے جاتے رہتے تھے لیکن آج ایک سال بعد دونوں اپنے بیویوں کے ساتھ جزیرے کی جانب بھی روانہ ہوئے تھے۔

راستے میں بھی امل اور بھی ناصر نے رشتہ کو چلا یا ایک دوسرے کا ہاتھ بنایا اور اسی طرح تھوڑی دیر بعد کئی جزیرے کے نزدیک پہنچ گئی جزیرے کے قریب پہنچ کر چاروں کو دھچکا لگا کیونکہ جزیرے میں پہلی جیسی رونق نہ تھی گری کے موسم میں بھی سبز پودے اور درخت سبکھے تھے پرندے کا نام و نشان تک نہ تھا قبیلے کے بہت کم لوگ ادھر ادھر گھوم رہے تھے سب کے چہروں پر غم کے آثار نمایاں تھے۔ ان چاروں نے کئی ایک سوچاں کھڑی کر کے جزیرے پر قدم رکھا اس نے امل اور ناصر کو پہچانا اور ان دونوں کو اور بیویوں کو ساتھ لے کر خلیل جبران کی حویلی میں داخل ہو گیا۔ کچھ راہداریوں کو کراس کر کے اب یہ چاروں خلیل جبران کے کمرے میں حاضر تھے خلیل جبران نے اپنے دونوں بیٹیوں کو ان کی بیویوں کے ساتھ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ اور دونوں کو شادی کی مبارک باد دی۔ کچھ دیر بعد دونوں کی چچی خلیل جبران

سعد یہ اور سلیم سے ہوئی تھی یہ دوستی رفتہ رفتہ محبت اور پھر عشق کے پروان چڑھتی گئی۔ عشق کی دوستی ایک سال بعد شادی کے روپ میں آگئی چنانچہ آج ان چاروں کی شادی کی پانچواں دن تھا اور انی سون کے لیے ان نو شادی شدہ جوڑوں نے دور جزیرے میں جانے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ امل اور ناصر کا تایا ابو خلیل جبران جو انی کے دور سے ہی ان جزیرے میں آباد تھا وہاں کے راج کھاری نے خلیل جبران کو پسند کیا تھا راج کھاری بالادتی اپنے قبیلے کے کسی فرد سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی چنانچہ والدین نے لاڈلی بیٹی کی شادی کو مد نظر رکھتے ہوئے خلیل جبران سے اس کی شادی کی اصل واقعہ کچھ یوں تھا کہ امل اور ناصر کا دادا اور خلیل جبران کے والد اپنے زمانے میں ایک بڑا نامور تھا ان کا کاروبار بیرون ملکوں میں ہوتا تھا ایک دن والد نے خلیل جبران کو ساتھ لیے ہوئے سندھ ری سفر پر روانہ ہو گیا وہاں پر بہت زور کا طوفان آنے والا تھا جلد ہی جہاز میں لوگوں کو ایک جزیرہ دکھائی دیا چنانچہ طوفان سے بچنے کے لیے جہاز کا رخ جزیرے کی جانب کر دیا وہاں پر پہنچ کر سب حیران رہ گئے کیونکہ وہاں جنگلی قسم کے لوگ رہتے تھے پہلے تو یہ لوگ کھبرائے لیکن جنگلی قسم کے لوگوں نے ان جہاز والوں کو خوش آمدید کہا اور جہاز کو محفوظ کر کے لگوں کو محفوظ مقام تک پہنچایا اور قبیلے کے سردار جہاز کے لوگوں کی بہت خاطر مدارت کی بہت عزت دی لیکن سردار کی بیٹی کے خلیل جبران کو پہلے ہی نظر میں پسند کر لیا تھا لہذا اس نے باپ سے اپنی پسند کا اظہار کیا اور پھر سردار نے خلیل جبران کے والد سے بات کی جبران کا والد تو ان لوگوں کا بہت مشکور تھا ان لوگوں کا دل توڑتا نہیں چاہتا تھا لہذا اس نے اپنے بیٹے کو راضی کیا۔ اور اس طرح یہ شادی ہو گئی۔ پھر ان لوگوں نے خلیل جبران کو اپنے گھر اور قبیلے میں ہی رکھ لیا۔ خلیل جبران کو گھر جانے نہ دیا اور ان کے والد سے کہا کہ اگر آپ یہیں پر

تہوار سے بچوں کو اپنی دنیا میں لے جانا چاہتے ہیں چنانچہ تم خوش رہو اس کے بعد وہ دھواں بن کر ہوا میں معلق ہو گیا میں نے بہت کوشش کی کہ سردار کو روک دوں مگر وہ کہاں رکنے والا تھا وہ چلا گیا اور میرے دونوں بچوں کو اپنے ساتھ لے گیا۔ ہم قبیلے والوں نے سارا قبیلہ چھان مارا مگر میرے بچے کس نہ ملے مجھے امید ہے وہ سردار ضرور اپنے ساتھ ان کو لے گئے ہوں گے۔ اتنا کہہ کر ظلیل جبران رونے لگا اور ساتھ مالا بولی بھی رونے لگی۔ ان چاروں کی بھی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔ سعدیہ نے ایک خادم سے کہا کہ وہ جلدی پانی الائے خادم نے پانی ہاتھ میں لے کر آ یا مالا بولی اور ظلیل جبران نے پانی پیا اور پھر ظلیل جبران نے کہا سردار کے جاتے ہی گاؤں کے سارے بچے چھوٹے بچے مر گئے کچھ بوڑھے لوگ دوسرے دن مر گئے اور ہمیشہ کے لیے خاتم سردار جاوا کر اپنے قمار سے جزیرے پر خزان رقم کر دی ہم لوگ اپنے بچوں کو واپس نہیں لاسکتے تو آپ لوگ کہاں سلا میں گئے۔ اتنا کہہ کر ظلیل جبران کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ اہل نے کہا چاچا جی آپ فکر نہ کریں ہم بھر پور کوشش کریں گے اتنا کہہ کر اہل نے ایک آہ بھری اور خنوں میں بانیں ہولنی رہیں اس کے بعد ظلیل جبران نے ایک خادم کو بلایا اور وہ اچاروں کو ان کے کمروں تک پہنچا کر آئے کیوں چاروں بہت تھک چکے تھے صبح سے شام تک کشتی میں سفر کر کے آئے تھے بعد میں چائے وغیرہ ان کے کمروں تک پہنچادی گئی اور رات کا کھانا بھی ان دو جوڑوں نے کمروں میں کیا اہل اور سعدیہ نے جزیرے کے معاملے میں باتیں کی اور سو گئے اسی طرح ناصر اور نیلم نے بھی اس عجیب و غریب اچھے حالات پر بات کی اور سو گئے۔

صبح ان چاروں نے تقریباً نو بجے تک شاور لیا کپڑے بدلے مہمانوں کے کمرے میں چلے گئے

کی بیوی مالا بولی آئی وہ بھی بہت خوش ہوئی مگر جب ان چاروں نے اس میاں بیوی کو بخور دیکھا تو اصل میں وہ کچھ افسردہ تھے اصل پہنے ہمت کر کے اپنی چچی سے پوچھا کہ آپ لوگ کچھ مطمئن ہیں کیوں کیا ہوا ہے اصل کے سوال پر مالا بولی نے کہا کہ ہم لوگ جڑی مصیبت میں ہیں مین مینوں سے لکھے ہوئے ہیں پتہ نہیں کیسا یہ سب کچھ ہوا ہے کیوں ہوا ہے اور ہم لوگوں پر کیوں ہوا ہے ہم لوگ کچھ بھی نہیں جانتے ہیں مالا بولی نے اتنا کہہ کر سامنے رکھا ہوا بھولان کی جانب دیکھ لیا پھر ناصر نے ظلیل جبران سے پوچھا کہ آپ لوگ ایسی کون سی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ جن کا دل آپ کے پاس نہیں ہے۔ اگر ہم چاروں آپ لوگوں کے کام میں آتے ہیں تو ہمارے لیے بہت اعزاز کی بات ہوگی۔ نیلم اور سعدیہ جبران پر پریشان کم سہم چٹنبی شخصیں ناصر کی بات سنکر دونوں نے ہاں میں ہاں ملائی اور ناصر کہا کہ ناصر ٹھیک کہہ رہا ہے۔ آپ لوگوں نے دیکھا ہی ہوگا کہ اس گرمی کے موسم میں بھی ہمارے ٹولہ سمورت جزیرے پر خزان آ گیا ہے قبیلے کے لوگ بھی پچھلے سال کی نسبت کم ہوتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ میری بیٹی انکھیں اور چٹا نشان ایک دن جزیرے کے جنگل میں سیر کے لیے گئے تھے بد قسمتی سے جزیرے کے جنگل میں ان دنوں کھن دیا کے باقی جنگی سیر کے لیے آئے تھے ان دنوں دنیا کے سردار کے بیٹے نے میری بیٹی کو پھنسا لیا اور مجھ نے میرے بیٹے خٹان کو خواہوں کا شہزادہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا سردار نے جب اپنے دونوں بچوں کو محبت کے جال میں دیکھا تو فوراً میرے پاس آ کر مجھ پر قابو ہوا اور اپنے دونوں بچوں کے لیے میرے بچوں کا ہاتھ مانگ لیا میں اپنے بچوں کو ان دیکھیں لوگوں کے سپرد نہیں کرنا چاہتا تھا انہیں کھوتا نہیں چاہتا تھا لہذا میں نے انکار کر دیا مجھے اپنے دونوں بچے جان سے زیادہ عزیز تھے میرا فیصلہ تھی میں دیکھ کر سردار نے کہا ہم



وہاں سب نے مل کر ناشتہ کیا اور باتوں میں مصروف ہو گئے۔ معاملات کے سلجھنے کی باتیں کرنے لگے کچھ دیر بعد وہ اسی عنوان پر باتیں کرتے رہے سب نے اپنا اپنا خیال ظاہر کیا قبیلے کے بڑے بڑے لوگ بھی آگئے ان لوگوں نے بھی اپنی اپنی رائے دی۔ آخر کار وہ سب لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمیں شہر سے ایک بزرگ ہستی کو لانا ہوگا جو ہمارے بچوں کو واپس لانے میں ہمیں کوئی ترکیب یا سراغ بتا میں اور پھر یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ بزرگ ہستی کو لانے کے لیے اکل اور ناصر اور قبیلے کے ایک دو بندے روانہ ہوں گے اور سعد یہ اور نسیم تب تک کے لیے بھیج دیں گی۔ جب تک اکل اور ناصر واپس نہیں آتے سب اس فیصلہ پر بہت خوش تھے۔

کچھ دیر بعد اکل اور ناصر کی ذاتی مشتی میں اکل ناصر اور قبیلے کے دو بندے سوار ہوئے اور شہر کی جانب چلتے بنے۔ شہر پہنچ کر ان لوگوں کو ایک مسجد سے ایک ظہیم اور ایک بزرگ ہستی مل گئی۔ ناصر نے تمام کہانی ان کو سنادی اور مدد کی درخواست کی جو انہوں نے قبول کر لی اور ان کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی۔ ان کو ساتھ لے کر یہ سب کشتی پر سوار ہو کر جزیرے کی طرف چل دیے۔ اور ایک لمبا سفر سہندری کرنے کے بعد وہ جزیرے میں جا رہے۔ یہ لوگ جہراں کی حویلی کی جانب چل پڑے اور سلام دعا کے بعد ظلیل جہراں نے بھی ایک بار پھر تمام کہانی ان کو سنادی۔ بزرگ نے کہا مجھے عمل کے لیے کچھ چیزوں کی ضرورت ہوگی جو آپ جٹ دیں گے۔ انہوں نے فوراً وہ چیزیں دیے کی حامی بھر لی کیونکہ ظلیل جہراں کو عثمان اور اشعل ہر قیمت پر چاہیے تھے پھر شام کے وقت جزیرے کے جنگل میں ایک جھونپڑا سا تیار کیا گیا بزرگ کی ہدایت کے مطابق اس میں ایک جاسے نماز پڑھنے کا شفاف پانی چار مسواک ایک چھڑی اور ایک قرآن مجید حفاظت کے ساتھ رکھ دیا گیا

شام کے وقت قبیلے کا سردار ظلیل جہراں ملاؤتی اور جزیرے کے باشندے واپس اپنے گھروں کو آگئے بزرگ کی ہدایت کے مطابق اس نے بھی اور اکل ناصر نسیم اور سعد یہ نے بھی سفید لباس میں جوش ہو گئے اور قرآن پاک کو بزرگ نے اپنے سامنے رکھ لیا۔ اور چاروں ساتھی بھی ان کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ بزرگ نے کہا کہ وہ سب اپنی آنکھیں بند کر لیں اور بزرگ قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگے جب اس نے پہلا لفظ تسبیح پڑھنا شروع کیا ان چاروں کو ایک جھٹکا لگا۔ ان کے سامنے ایک عجیب و غریب ویرانہ تھا۔ بزرگ ہلکا کا وہاں خام و نشان تک نہ تھا وہ ویرانے میں چلے گئے وہاں کے درختوں کے پتے سرخ تھے جن پر بھوت بھانوں کی تصویریں آویزاں تھیں درختوں کے تنہ بدیوں کے بنے ہوئے تھے پھر پھاڑ کے پتھروں پر بھی خوفناک باتوں کی تصویریں تھیں ہولی تھیں اور یہ چاروں اپنی حقیقی دنیا سے بے نیاز اس خوفناک دنیا میں آگئے تھے ان چاروں کا دل تھا کہ حلق تک آگیا تھا چاروں کا دل بہت زروں سے دھڑک رہا تھا اور یہ لوگ سینے میں شراور ہو کر اس ان دیکھی اور ویران دنیا میں چل رہے تھے چلتے چلتے ویرانے کے آگے ایک دریا دکھائی دیا وہ یا میں پانی کی بجائے خون رواں دواں تھا پتہ نہیں یہ خون تھا یا سرخ پانی مگر سرخ پانی بہت آرام سے چل رہا تھا یعنی یہ خون کے دریا کا ٹکس جیش گمراہ تھا اور گمراہ سے پتھروں اور بتوں پر خوفناک تصویریں زور زور سے ہنس رہی تھیں مگر پھر بھی ان لوگوں نے ہمت کر کے دریا کا پل پار کر لیا آگے ان لوگوں کو ایک علاقہ سا دیکھائی دیا۔ جب یہ چاروں خوف و ہراس کے عالم میں ہستی میں داخل ہوئے تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ علاقے کے سب لوگ خوفناک بلا میں تھیں خادما میں اور خادم کام کرنے میں مصروف تھے سب لوگ بہت خوفناک دکھائی دے رہے تھے ہر

چاروں بے ہوش ہو گئے۔ جب ان کو ہوش آیا تو اپنی دنیا میں تھے سب ہی بہت خوش تھے بابا جی نے جب اخیل اور عثمان سے پوچھا کہ تم لوگوں نے کیوں کہا تھا کہ تم لوگ وہاں بہت خوش تھے انہوں نے بتایا کہ ہمیں بادشاہ سے بہت خوف آتا تھا ہم نے یہ بات بھوت نہیں تھی ورنہ اس دنیا میں جیتے ہم لوگ پریشان تھے یہ ہم ہی جانتے ہیں۔

ان سب لوگوں نے اپنا سامان اٹھایا اور قبیلے کی طرف چل دیئے۔ جب ان لوگوں نے باہر دیکھا تو باہر ہر طرف سزا بھری ہوا تھا۔ ہر طرف رونق ہی رونق تھی قبیلے کے سب افسر وہ چہرے مسکراتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے جبران اور ملاولی نے جب اپنے بچوں کو زندہ دیکھا مست دیکھا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی سب ہی بہت خوش تھے۔ پھر کچھ دن تک وہ لوگ وہاں جڑ بوسے چر رہے اور کشتی کی طرف چل دیئے۔ قبیلے والوں نے بہت سے انعامات سے ان کو نوازا تھا اخیل اور سعدیہ ناصر اور سلیم مویچ رہے تھے کہ ہم نے اپنے جانی مومن میں ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے ان لوگوں کو ان دیکھی مخلوق سے نجات دلائی ہے پورا اپنے جانی مومن میں بھر پور سیر کی ہے اور انعامات اور تحائف بھی اپنے ساتھ لائے ہیں ان کا خیال تھا کہ یہ ہمارے خیال میں سب سے پہلا اور عجیب و غریب جانی مومن تھا اور اسی طرح پھر کشتی نیلے سمندر میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی بزرگ بابا کشتی میں اپنے خدا کی عبادت میں مصروف رہے تھے ان کی وجہ سے یہ سب ہوا تھا خدا نے ان کی مدد سے یہ کام کروایا تھا۔ وہ چاروں خوشی خوشی اپنی دنیا میں پہنچ گئے اور گھر والوں کو تمام سنواری سنا دی۔ جسے سن کر سب نئی حیران رہ گئے۔

قارئین کرام کسی بھی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیجئے گا۔

نسی کی شکل چڑیل کا نسل پیش کر رہی تھی ان چاروں کو دیکھ کر سب جہاں میں ان پر متوجہ ہوئیں سب ان کی طرف آنے لگیں دوری کل سے ایک گرجی وار آوا سنائی دی کہ رکو رکو سب لوگ یہ ہمارے مہمان ہیں اور جلد ہی سب لوگ پھر اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے ان چاروں پر خوف ہراس نے اپنے پر بچلائے ہوئے تھے تھوڑی دیر بعد ایک خادم آکر ان چاروں کو بادشاہ کے محل میں لے گیا تھوڑی دیر بعد یہ بادشاہ کے محل میں تھے۔ بادشاہ تھا کہ چڑیلوں کا سردار تھا بہت ہی خوفناک تھا اس نے ان چاروں سے کہا کہ مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگ کیوں آئے ہو میں آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے دونوں لڑکی اور لڑکے کو چھوڑوں گا مگر ایک شرط پر وہ یہ کہ جب میں چاہوں ان دونوں کو ایک کے پاس سے بلا سکتا ہوں اگر آپ نے پھر انکار کیا تو میں آپ کے جزیرے کو تباہ کر دوں گا پلو منظور ہے چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔ آپ عثمان اور اخیل کو بلا میں ہم ان سے مشورہ کر لیں تھوڑی دیر بعد وہ دونوں وہاں ان کے پاس آ گئے ان کے ساتھ ان کی بیوی اور شوہر بھی تھے۔ بیوی اور شوہر بہت ہی بد صورت تھے اخیل اور عثمان ان لوگوں میں بہت ہی خوبصورت لگ رہے تھے اسلئے ان سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس دنیا میں بہت ہی خوش ہیں اگر باہم کو بہت یاد کرتے ہیں تو ہم ان کی خوشی کے لیے تھوڑے دنوں کے لیے اپنی دنیا میں ضرور جا میں گے۔ ان کی باتیں سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور ان کو جانے کی اجازت دے دی۔ لہذا یہ گروپ واپسی کے لیے چل دیا۔ یکدم ان کو بابا کی آواز سنائی دی کہ بچو اپنے منہ میں مسواک رکھ لو انہوں نے اپنے منہ میں مسواک رکھ لیں کہ یکدم اس ان دیکھی دنیا میں آگ لگ گئی بابا جی کی آواز پھر سنائی دی کہ چھڑی قبیلے کی طرف پھینک دو انہوں نے چھڑی قبیلے کی طرف پھینک دی اس کے ساتھ ہی وہ



# پری کی رہائی

-- تحریر: صبیحہ -- فیصل آباد --

چلتے چلتے وہ محل کے دروازے پر آگیا اور اسے دروازے پر اس کو کاتب قند پر مایا اس نے کہا کہ یہاں سے واپس چلے جاؤ میں یہاں پر تمہاری موت لکھ چکا ہوں تم سب مر جاؤ گے اس نے کہا کہ کیا ہوا جو میں مر بھی جاؤں میں اس شیطان کو مار کر ہی مردوں کا اور اندر داخل ہو گیا اس نے شیطان کو آواز دی باہر نکلو آج اگر میں مردوں کا تو تم کو ساتھ لے کر ہی مردوں کا تو شیطان باہر نکلا اس کی تمام تر ملاقاتیں تو اذان پہلے ہی ختم کر چکا تھا تو اذان نے اس پر جھٹک شروع کر دیا کبھی شیطان اذان پر بھاری ہوتا تو کبھی اذان شیطان پر بھاری ہوتا وہ کافی دیر تک لڑتے رہے اذان کافی نرمی ہو چکا تھا بلکہ ذمہ داری سے چور چور ہو چکا تھا شیطان کو بھی بہت سے ذمہ آئے تھے آخر کار جو اذان نے اس پر وار کیا اور اس گریبان جہاد کی دی اور وہ تڑپ تڑپ کر گر گیا اذان بھی گر گیا کیوں کہ وہ ذمہ داری سے چور تھا اذان کی دیر میں وہاں ماہ نور پری تھی اور اذان کو لیکر چلی گئی وہ زخمی حالت میں تھا آنکھ بھی نہیں کھول سکتا تھا پھر شہناہ جنت اذان کے گھر والوں کو بھی وہاں لے گئے تاکہ وہ بھی اذان کو مل سکیں دعا نے آکر اذان کو ہاتھ پکڑا اذان نے کہا کہ دعا میں نے اپنے مقصد کے ساتھ وفا کی ہے یہ تمہارے ساتھ وفا نہیں کی مجھے معاف کر دینا پلیز پلیز مجھے معاف کر دیتا کہہ کر اذان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں سب رونے لگے پری ماہ نور بھی رو رہی تھی اذان کے سبھی رشتہ دار تھے دلہا، چاچا، چاچا، اور فیصل اور دعا بھی رورہے تھے اذان نے بے شک دعا سے وفا نہیں کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا اذان نے بے وفائی کر کے بھی وفا کی وہ ایک نیک انسان تھا دعا بے سوچائی رہی تھی کہ وہاں ایک انسان نمودار ہوا اور اس کے ہاتھ میں ایک ورق تھا اس نے وہ ورق دعا کو دیا اس نے اسے گرجب کھولا تو اس میں اذان کی ایک تصویر تھی جس میں وہ سب کے ساتھ تھا سب اسے دیکھ کر خوش ہوئے اور پھر کافی دن دو پرستان میں ہی رہے اور خوش خوشیاں منائیں۔ ایک سنسنی خیز اور ڈرؤنی کہانی۔

وہ تھا تھی اس دنیا میں اذان بھی تو بالکل تنہا تھا اس کا بھی دعا کے بغیر کوئی نہ تھا دونوں یتیم خانے ایک ساتھ ہی بڑے ہوئے تھے دونوں نے یتیم خانے میں ہی اپنی تعلیم مکمل کی وہاں کے بہت چاہتے تھے کہ اب ان دونوں کی شادی ہو۔

پھر بڑوں کے کہنے پر ان کی دعاؤں کے ساتھ ان دونوں بچوں کی شادی ہو گئی اذان کو ایک جگہ پر نوکری مل گئی اذان یہ چاہتا تھا کہ ان کا اپنا گھر ہو اس

دعا اور اذان ایک دوسرے سے بہت پیار کر تے تھے دعا ایک اچھی اور سلیقہ مند لڑکی تھی اور خوبصورت تو وہ حد کی تھی۔

کوئی ایک بار دیکھے تو بلا یوں کہے کہ ایک بار دیکھا بار بار دیکھنے کی تمنا ہے لیکن دعا کہ دل دماغ اور زبان پر اذان کا ہی نام تھا۔

جو اس کی زندگی تھا پیار تھا اپنا تھا کیوں کہ دعا کا اذان کے بغیر اس دنیا میں کوئی نہ تھا۔







اس لیے آپ کو اب واپس گھر آنا چاہیے مگر آپ کو پتہ بتانا ہوں آپ نے کل کھاریاں آنا ہے جب آپ کھار یا آ جائیں گے۔

تو میں آپ کو لینے آ جاؤں گا خدا حافظ نون بند ہو گیا اذان بہت پریشان ہو اور اسی عالم میں گھر آ گیا دعا نے پوچھا تو اس نے کہا کہ آج مجھے ایک کال آئی تھی کہ ہاتھ کا کہ میں تیرا کزن ہوں اور تو چوبیس سال کا ہو گیا ہے کل کھاریاں آ جانا میں نہیں لینے آ جاؤں گا دعا بھی یہ سب سن کر پریشان ہو گئی بولی ایسا نہ ہو کہ کوئی آپ سے مذاق کر رہا ہو۔

اذان نے پھر ان بھبر پر کال کی بیلو بھائی ادھر سے آؤ تو آئی بھائی میں فیصل ہوں آپ پریشان نہ ہوں بھائی کو بھی لے کر آنا ہے دعا یہ سن کر خوش بھی ہوئی اور پریشان بھی پریشان اس لیے کہ یہ سب کچھ کیسے جانتا ہے اور خوش اس لیے کہ کوئی تو ہے جو اس دنیا میں ہمارا ہے صبح صبح دعا نے ناشتہ بنایا اور دونوں نے مل کر ناشتہ کیا۔

اور اور سفر کیلئے تیار ہو گئے دعا نے کچھ ضروری چیزیں گاڑی میں رکھ لیں اور روانہ ہو گئے پورے تین گھنٹے کے بعد وہ دونوں کھار یا میں موجود تھے۔

انتظار کر رہے تھے اور سوچ بھی رہے تھے کہ فیصل کو پچپائیس گے کیسے تھوڑی دیر میں ایک لڑکا مسکراتا اذان کے پاس آیا اور بولا سلام شیکم بھائی میں فیصل ہوں سواری تھوڑا انتظار کرنا پڑا اور پورے تیس منٹ بعد ہم ایک گھر کے سامنے تھے۔

وہ گھر نہیں کوئی تھی ایک بہت ہی بڑی کوئی اس نے ان دونوں کو ایک کمرے میں بٹھا دیا دونوں نے سامان رکھ کر باری باری خریدیں ہوئے۔

شام سے رات ہو گئی تھی مگر ابھی تک کوئی بھی نہ آیا تھا رات کے دس بجے ایک نوکر آیا اور کہا کہ آپ کو صاحب بلا رہے ہیں۔

کھانے کی میز پر آجائے کچھ ہی دیر میں وہ

لیے اس نے بینک سے لون لے کر اپنا گھر بنایا۔ اب دعا اور اذان اپنے گھر میں رہتے تھے آہستہ آہستہ بینک کا لون بھی ختم ہو گیا۔

اب دو قیمتی بچوں کی بہت خدمت کرتے تھے وہ بہت اچھی زندگی بسر کر رہے تھے بہت خوش تھے اپنی زندگی سے دعا کل آپ جلدی گھر آجائے گا اذان کیوں کل کوئی خاص بات ہے آپ کھانا کھائے میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے آپ سو جاؤں میں کھانا کھا کر سو جاؤں گا اوکے ابھی اذان سویا ہوا تھا کہ دعا نے اذان کے لیے ناشتہ تیار کیا اور اذان نے گرم گرم ناشتہ کیا اور اپنے آنس چلا گیا۔

دعا نے کچھ گفٹ اور پیسے قیمتی خانے بھجوائے اذان کے لیے اس کا من پسند کھانا تیار کیا اور تیار ہونے کمرے میں چلی گئی اذان سارا دن بھی سوچتا رہا کہ آج دعا نے اتنے دنوں بعد جلدی آنے کو کیوں کہا ہے پھر شام کو سات بجے وہ گھر آ گیا۔

دعا کو دیکھ کر بہت خوش ہوا گلابی کپڑوں میں اس کا سفید دھبہ اور بھی خوبصورت لگد ہاتھ۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے اچانک ہی اذان کے منہ سے یہ شعر نکلا

آج رات اس نے میری بہت کو ایک نیا موڑ دیا میرے لیے اپنی زلفوں کو کھلا چھوڑ دیا یہ شعر اذان نے دعا کی زلفوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے دعا نے کہا اذان آج کوئی خاص بات ہے دعا آج کے دن آپ میری زندگی میں آئے تھے کھانے سے فری ہو کر دعا نے اور اذان نے نماز پڑھی اور سونے چلے گئے ہاتھ کرتے کرتے دونوں سو چکے تھے۔

وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا کچھ دنوں بعد اذان کے فون پر ایک کال آئی بیلو جی کون اذان بھائی میں فیصل ہوں آپ کا کزن آپ آج چوبیس سال کے ہو گئے ہیں۔

دونوں ان کے ساتھ کھانے کی میز پر تھے سوچ رہے تھے کہ بڑے صاحب چا چا جی بتایا جی یا پھر نہ جانے کون ہوں گے مگر وہ تو دادا جی تھے۔

دادا جی نے اذان کو اپنے سینے سے لگایا اور ان کی آنکھیں بھرتائیں اذان نے کہا دادا جی یہ سب کیا ہے اور یہ کون کون ہیں۔

دادا جی نے بتایا کہ یہ تمہارے چا چا جی اور چاچا جی اور یہ فیصل ان کا بیٹا ہے اذان اور امی ابو کہاں ہیں۔

دادا جی پہلے کھانا کھا لو باقی باتیں بعد میں ہوگی چلو کھانا کھاؤ کھانے سے فری ہو کر سب دادا جی کے کمرے میں گئے دادا جی نے سب کو بٹھا کر کہا کہ سب میری بات کاں کھول کر سنو دادا جی کی نظر اذان پر پڑی اور وہ رو رہا تھا۔

دادا جی بولے کیا بات ہے اذان بیٹا اذان بولا اگر کوئی میری ٹیلی ہے تو میرے ماں باپ کہاں ہیں دادا جی کہنے لگے صبر کرو اور میری بات کو غور سے سنو۔ دادا جی آج سے کافی عرصہ پہلے کی بات ہے جب تمہارے ابو ہائیں سال کے تھے میں اور تمہارے ابو کسی عزیز کی شادی میں گئے۔

ہم شادی سے واپسی پر بہت لیٹ ہو گئے تھے اور پھر گاڑی کو پتہ نہیں کیا ہوا تمہارے ابو نے کہا ابو جان جانے کیوں گاڑی کو کیا ہو گیا ہے۔

ہم یہ باتیں کرتے ہوئے آرہے تھے کہ اچانک ایک لڑکی سامنے آئی اور کہنے لگی میرے ابو کی طبیعت بہت ہی خراب ہے آپ پلیز میری مدد کریں میں پریشان ہوں۔

ہم نے اسے کہا کہ کہاں ہیں تمہارے ابو تو وہ بولی میرے ساتھ آؤ وہ ہمیں ایک جھونپڑی میں لے گئی اور خود اندر چلی گئی ہم رک گئے۔

اس نے اندر آنے کا اشارہ کیا اور ہم اندر گئے تو اندر کا نقشہ ہی کچھ اور تھا ہم بہت حیران تھے کہ یہ کیا

ہے یہ تو ایک محل تھا جو کسی بادشاہ کا لگتا تھا وہ لڑکی جو کچھ دیر پہلے ایک غریب اور مجبور لگ رہی تھی۔

وہ ایک حسن پری لگنے لگی وہ لڑکی بولی آپ پریشان نہ ہوں شہنشاہ جنات کا محل ہے۔

اور آپ محفوظ ہیں میں ان کی بیٹی ہوں آپ کو ایک مقصد کے لیے یہاں لے کر آئی ہوں وہ ہم کو شہنشاہ جنات کے پاس لے گئی وہاں انہوں نے ہمارا بے حد خیال رکھا۔

اور بات شروع کر دی کہ اسد علی آپ میری بات غور سے سنو آپ باپ بننے والے ہیں سب کو پتا ہے لیکن ہم کو یہ بھی پتا ہے کہ آپ کی اولاد بیٹا ہوگا اور خدا نے اس دنیا میں ایک ظالم اور ظاک جادوگر سے پیدا کیا ہے۔

آپ کے بیٹے کی کمر پہ ایک چاند کا نشان ہوگا وہ جادوگر کو ختم کرے گا۔

اور اس دنیا سے برائی کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا لیکن آپ کو ایک بہت ہی بڑے امتحان سے گزرنا ہوگا۔

آپ نے اس بچے کا نام اذان رکھا ہے اور اس کو چوبیس سال تک خود سے دور رکھنا ہے جب وہ چوبیس سال کا ہوگا تو میں خود اس کو اپنے پاس بلاؤں گا اور اس کو اس کے پیدا ہونے کا مقصد بھی بتاؤں گا شہزادی ماہورہ آپ ان کو ان کے گھر تک چھوڑ آئیے۔

ہم نے آنکھیں بند کیں تو اچانک جیسے ہم ہوا میں اتر رہے ہیں کچھ دیر میں آواز آئی کہ آنکھیں کھولو ہم نے آنکھیں کھولیں تو ہم اپنے گھر کے سامنے تھے اور گاڑی بھی ہمارے ساتھ تھی۔

ہم نے گھرا کر سب کچھ بتایا ان دونوں میں تمہاری امی تمہاری مائی امی کے گھر گئی ہوئی تھیں کیوں کہ تم پیدا ہونے والے تھے کچھ دنوں بعد ہمیں خبر ملی کہ تم پیدا ہوئے ہو شام کو ہم آپ کو لینے گئے۔

اور واپسی پر تمہارے امی ابو الگ تھی اور تم



بہت بڑا دشمن ہے اس نے آپ کی دنیا پر اپنے بہت سارے چیلے چھوڑ رکھے ہیں۔

جو برائی بڑھار ہے ہیں اس ظالم نے ہمارے پرستان پر بہت ہی حملے کئے ہیں۔

جس کی وجہ سے ہمارے بہت سے شہزادے اور شہزادیاں لقمہ اجل ہوئے ہیں۔

اب تمہیں اس کو مارنا ہے لیکن کیسے تمہیں پتہ ہے کہ تمہاری کمر پر چاند کا نشان ہے تم ہی ہو جو اس شیطان کو مار سکتے ہو اذان اس کے گلے کے چار قسم ہیں وہ اس کی طاقت جینا تم نے چار سوال حل کرنے کے وہ مختصر قسم کرنا ہوگا۔

اور جب جا سکے وہ کمر و ہونکا جس سے اس کا مارنا آسان ہو جائے گا اب تم جاؤ جہاں اللہ تمہارا سہارا ہے یہ کہو جہاں ایک ضروری بات تو میں بتاتا ہوں ہی کیا ہوں میں نے اپنے جہاں کوئی ظلم سے تمہاری کمر کی نیکی کو نکالا دیا ہے۔

اور اپنا ظلم تمہارے کمر کے چاروں طرف پھیلا دیا ہے اب وہ ظالم تمہارے کمر کے کسی بھی مہر کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

تم یہ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ میں خود اس ظالم کا مقابلہ کیوں نہیں کرتا اس نے پریشان کر دیا ہے یہاں تک کہ کیا تھا تم نے بھی اس پر حملہ کرنے کا سوچا لیکن تم کو ایک بڑے ملک نے منع کر دیا تھا کہ بچو اس سال بعد ایک اذان نام کا لڑکا پیدا ہوگا۔

جو اس شیطان کو قسم کر کے اذان چار سوال یا رکھنا پہلا سوال تمہیں آگ کا سمندر پار کرنا ہوگا شیطان کا ایک پیلا جو دوسرے اندر لوگوں کو قتل کرنے سے اس کو مارنا ہوگا۔

تم نے ایک شہزادی کی مدد کرنی ہوگی پھر سوال ایک چمڑی ہونکا کے پاس ایک بڑا ہے تم نے دو بار حاصل کرنا ہوگا پھر اس بڑے کو مار کر اس کے دل سے ایک پانی نکال لی۔

ہمارے ساتھ الگ شام کو ہم واپس آ رہے تھے کہ تمہاری چاچی نے شور مچا دیا کہ میں اس کو اپنی ہی گود میں رکھوں گی اس کی اس بات پر سب ہنس پڑے کہ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا ہم ڈر گئے وہ دھماکہ تمہاری امی اور ابو کی گاڑی میں ہوا تھا۔

وہ ہم سب کو چھوڑ کر جا گئے تھے خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا تم نے اس شیطان کو قسم کرنا تھا اس لیے تم کو کچھ بھی نہ ہوا تمہارے آٹے سے بہت بڑی خوش خبری ملی تھی۔

لیکن ایک غم بھی ملا تھا دواجی پر کچھ کمر و لے لگے پھر اذان نے بھی رونا شروع کر دیا ہر کوئی رونا تھا لیکن اذان کچھ دیر ہی میں دواجی لے اذان کو لگے لگا یا اور بیاہر سے چپ کر دیا۔

پھر دواجی نے سب سے کہا کہ اپنے اپنے کمر وں میں جا کر سو جاؤ میں رات کا ایک ٹاچکا تھا میں لڑکھی پڑھتی تھی سب سوئے چلے گئے وہاں اذان بھی سوئے گئے پھر دیر موندے کے بعد اذان ڈر گیا اور دماغے جلدی سے اسے پانی دیا۔

اور پوچھا کہ کیا کوئی ڈرافٹ خواب دیکھا ہے کیا اذان پانی پی کر کچھ خوش میں آ گیا اور بولا کہ ہاں ہاں گیارہ تمام سب نے نماز پڑھی اور اذان اب بھی کھانسی دھاتھ سب پریشان تھے۔

کہ اذان کمرے سے نہیں آتا سب اسے باری باری آواز دیں وہ نے لگے اذان آگیا تو باتا نا اسے میں دواجی نے کہا بیٹا وہ شہنشاہ جہاں کی بیٹی سوئے سے سوئے اذان کو اپنے ساتھ لے گئی ہے وہاں پریشان ہوئی۔

کہ اب کیا ہوگا لیکن سب نے اسے باری باری سمجھایا کہ کچھ نہیں ہوگا وہ ایک ٹیک کام کرنے گیا ہے ایک شیطان کو مارنے گیا ہے۔

لیکن سب کی باتیں سن کر وہ نہ خوش ہوئی وہاں شہنشاہ جہاں نے اذان کو ہاتھ شربوں دیا کہ وہ نکلا

نے کہا کہ میں نے آگ کا یہ سمندر پار کرنا ہے جن  
نے کہا یہ لوگ کتنی یہ لوہے کی بنی ہے تم اس میں بیٹھ کر یہ  
سمندر پار کر سکتے ہو۔

اللہ تمہیں کامیاب کرے آمین، جیسے ہی آذان  
کی کشتی سمندر میں اتری تو اس پر غیب پرندوں نے  
چلنے کرنے شروع کر دیے آگ پر سامنے لگے گری کی  
جپ برداشت کرنا مشکل تھا۔

مگر آذان آگ کے سمندر میں تیرتا رہا کئی دن  
رہا جس گزر گئیں آگ کا سمندر ختم ہونے کا نام ہی نہیں  
لے رہا تھا کافی مہینوں کے بعد آگ کا سمندر ختم ہوا  
اور اس کو ایک کنارہ نظر آیا۔

وہ جیسے ہی کنارے پر اترا آگ کا سمندر  
بھولوں کا باغ بن گیا اور زمین پر بھو چال آگیا یہ آذان  
کی پہلی کامیابی تھی۔

نور شیطان کی پہلی طاقت ختم ہوئی تھی یعنی اس کا  
ایک قسم ٹوٹ گیا تھا کنارے پر اتر کر آذان کو ایک  
بامانی نظر آئے جو آذان کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے انہوں  
نے آذان کے سر پر پیار سے ہاتھ بھیرا اور دعا دی  
آذان کے جسم پر بہت زخم تھے۔

بامانی اس کے جسم پر ہاتھ بھیرتے جا رہے تھے  
اور زخم بھرتے جا رہے تھے جیسے ہی اس کے زخم بھرتے  
لگے اور اسے آرام ملا گیا آذان کو بہت زور کی بھوک  
لگی ہوئی تھی۔

اس نے جو کھانا سفر کے لیے رکھا تھا مکمل طور پر  
ختم ہو چکا تھا بامانی نے اسے کھانا دیا کھا کر اس کو کچھ  
شکون ہوا آچانک بہت دور سے ڈھول کی آواز آنے  
لگی آذان اس طرف چل پڑا۔

اسے ایک گاؤں نظر آیا وہاں کافی دھوم تھا ایک  
طرف ڈھول بجا رہا تھا ایک طرف بہت سے لوگ  
بہت سارا اناج اور اپنے جانور اور تین لڑکوں کو لے کر  
آگڑے تھے دوسری طرف ایک بہت ہی بد صورت  
ایک کالا سالبا سا آدمی بیٹھا تھا۔

اس چابی سے وقت کا دروازہ کھلے گا چلو جینا خدا  
حافظ وہ لئے لگا تو پیچھے سے ماہ نور نے آواز دی آذان  
رکو میں تم کو تمہاری دنیا سے اس راستے تک چھوڑ آتی  
ہوں آذان نے آنکھیں بند کیں اور ہوا میں اڑنے لگا  
ماہ نور نے کہا آذان آنکھیں کھولو۔

اچانک ایک طرف سے بہت سارے گھوڑا  
سوہر آئے جنہوں نے آذان پر حملہ کرنے کی کوشش کی  
لیکن ماہ نور نے ان کو روک کر ختم کر دیا اور آذان سے  
کہا کہ اب تم جاؤ اس دیوار کے پار ہو جاؤ آگے تمہارا  
سفر شروع ہو جائے گا وہ بھاگتا ہوا دیوار سے پار ہو گیا  
دیوار کے پار ایک بہت بڑا جنگل تھا۔

کچھ دور آگ کے شعلے آسمانوں کو چھو رہے تھے  
آذان پریشان ہو گیا کہ یہ کیا ہے وہ اچانک رگ گیا  
آگ کے سمندر سے اٹھنے والے شعلے آسمان تک جا  
رہے تھے وہ سوچنے لگ کہ میں اب کیسے جاؤں گا  
اچانک جنگل میں سے ایک شیر لگا آذان پر حملہ کر دیا  
اس کی قسمت اچھی تھی کہ بچ گیا تھا۔

ان دونوں کی جنگ جاری تھی وہ دونوں لڑ لڑ کر  
تھک چکے تھے شیر کا مقابلہ کرتے کرتے آذان بہت  
زخمی ہو گیا تھا۔

اچانک شیر کے پاؤں میں کاٹا چبھا وہ درد کی  
تکلیف سے غرغرائے لگا آذان نے اس کی درد بھری  
آواز سنی تو اٹھ کر اس کے پاؤں میں سے کاٹا نکال دیا  
جیسے ہی کاٹا نکلا۔

وہ شیر ایک بہت بڑا جن بن گیا اور اس نے  
آذان کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے  
ہو اس نے کہا میں جاؤں گا مگر نقاب کو مارنے آتا ہوں وہ  
ہمارا دشمن ہے جن نے کہا کہ وہ تو میرا بھی دشمن ہے  
اسی نے ہی مجھے شیر بنا کر یہاں پر چھوڑ دیا تھا۔

میں ایک نیک جن تھا اور لوگوں کی مدد کرنا میرا  
کام تھا مگر اس نے مجھے شیر بنادیا۔  
اب بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں آذان



چلی دیا انہوں نے سات پرندوں کا اور سات جانوروں کا خون الگ الگ بوتلوں میں بھر لیا تھا اور اور چلتے گئے برف کے پہاڑ تک چلے گئے۔

انہوں نے جیسے ہی پہاڑ پر پاؤں رکھا اوپر سے ایک بہت بڑا برف کا طوفان آگیا۔

وہ دونوں پہاڑ کے غار میں داخل ہو گئے اور بیٹھے گئے اندر بہت اندھیرا تھا آنے وقت اذان کو بابا جی نے ایک موتی دیا تھا اذان نے موتی کو ہاتھ میں لے کر لوہا پر کیا تو اس موتی میں سے بہت روشنی نکل اور غار روشن ہو گیا اچانک ہی سے ایک سانپ نکلا جس نے اسد کے پاؤں پر ڈس لیا۔

اس سے درد برداشت نہیں ہو رہا تھا اذان نے دی موتی اس کے پاؤں پر رکھ دیا اور موتی ٹیلا بد گیا۔

اور اس کو آرام مل گیا۔

کچھ دیر بعد موتی پھر سرخ رنگ کا ہو گیا اور روشن بھی انہوں نے جلد سے جلد اس موسم سے گدے کو تلاش کیا اور وہ خون کو گدے پر ڈال دیا جیسے ہی گدے پر خون پڑا کمرے میں ایک بہت ہی بڑی بو پھیل گئی۔

اور دونوں نے اپنی اپنی تاک پر ہاتھ رکھ لیا اور باہر کو بھاگے اور پورا پہاڑ ہی برف کا پانی بن گیا۔

اور وہ جیسے ہی گاؤں میں داخل ہوئے گاؤں کا تو نقش بدل گیا وہ جگہ جنت کا ٹکڑہ ہی لگ رہا تھا ایک دم پھر بھو چال آگیا

لیکن اس بار اذان پریشان نہ ہوا خوش ہوا کیوں کہ اس کو پتہ چل چکا تھا۔

کہ یہ شیطان کی بارہور میری جیت ہے وہاں اس شیطان کے چیلے کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ بن گئی سب گاؤں والے بہت ہی خوش ہوئے انہوں نے کافی دنوں تک جشن منایا اور اذان کو اس میں شامل کیا اور پھر اذان کو ایک تلواریں۔

وہ بہت خوش تھا اذھول کی آواز اب بند ہوئی وہ آدمی لوگوں کی طرف بڑھ گیا وہ چلتا چلتا بہت ہی بڑا ہوتا گیا اس نے ان سے بہت سارا مال لے کر کھالیا اور پھر ایک ایک کر کے سارے جانور کھا گیا۔

پھر لڑکوں کی باری تھی اس نے بہت بڑا منہ کھولا اور لڑکوں کو بھی لنگل گیا اور پھر واپس چلا گیا گھر دس سے روئے کی آوازیں آنے لگی اذان گاؤں میں داخل ہو گیا۔

اور گاؤں کے لوگوں نے کہا کہ کیا تم بھی ہمیں کھانے یا مارنے آئے ہو اذان نے کہا نہیں میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔

لوگوں نے کہا کیا تم اذان ہو تو وہ حیران ہو گیا کہ ان کو میرا نام کیسے پتہ چلا پھر ایک لڑکا اذان کے پاس آیا اور کہا کہ بھائی بگیز خدا کے لیے ہم کو اس سے بچا لو ورنہ یہ ہم سب کو کھا جائے گا۔

آج سے کئی سال پہلے ہمارا گاؤں جنت کا ایک ٹکڑا تھا ہم لوگ بہت خوش تھے۔

ہمارے گاؤں میں ایک شادی تھی ہم جشن منا رہے تھے اس رات یہ دشمن گاؤں کے لوہے سے گزرا دیکھا کہ گاؤں خوش حال ہے۔

تو ہمیں برباد کرنے اتر آیا بس جب سے ہم لوگ مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اس نے گاؤں کی ہر چیز ختم کر دی ہے لڑکان اس کو کیسے مارا جاسکتا ہے پتہ نہیں لیکن تم لوگ پریشان نہ ہوں میں اسے ماروں گا۔

لیکن اذان بھائی اس گاؤں سے آگے ایک برف کا پہاڑ ہے اور اس پہاڑ میں ایک گدا ہے اس گدے پر سات پرندوں اور سات جانوروں کا خون ڈالنا ہوگا۔

پھر وہ ایسے جانور جو حرام ہوں اذان بولا بھائی بہت رات ہو چکی ہے پھر پتہ ہی نہ چلا کہ کب دن ہو گیا پھر وہی لڑکا آیا اور اذان کو لے کر جنگل کی طرف

جس پر یا علی نکھتا تھا اور پرکھی تھنے اور کچھ کھانے  
پینے کی چیزیں دے کر رخصت کیا سفر کے لیے اذان  
کے پاس ایک گھوڑا تھا۔

جواذان کو بہت ہی پسند تھا زیادہ تر سفر پیدل کیا  
تھا اس کے گھوڑے کو بہت پیاس لگی تھی اذان پانی کی  
تلاش میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔

کچھ فاصلے پر اسے پانی نظر آیا وہ گھوڑے کو لیکر  
گیا گھوڑے نے بہت سارا پانی پیا اور گھاس کھانے  
لگا اور اذان ایک درخت کے نیچے سو گیا اس کو سوتے  
ہوئے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک کسی کے چیختے  
کی آواز آئی۔

تو اذان کی آنکھ کھل گئی وہ پریشان ہو کر ادھر  
ادھر دیکھنے لگا وہ اسی طرف چل پڑا جس طرف سے  
آواز آئی تھی سامنے ایک گل تھا آوازیں گل میں سے  
آ رہی تھیں ششے کی چیزیں تھیں جو لوٹ رہی تھیں  
اذان ایک کمرے کے سامنے رکا اور اس نے دیکھا  
کہ ایک بہت ہی خوبصورت شہزادی ہے جو اپنے  
کمرے کے گلہ ان لود ششے توڑ رہی ہے اس کمرے  
میں ایک کینز کھڑی تھی شہزادی کے گلے سے آواز نہیں  
نکل رہی تھی اذان پریشان ہوا کہ یہ سب کیا ہے کینز  
نے مجھ کو کچھ لیا تھا اور کہنے لگی شہزادی ماہ نور اذان آگئے  
ہیں اور پھر شہزادی ماہ نور اذان سے لپٹ گئی اور بہت  
روٹی اذان نے اسے خوب سے امگ کیا اور پوچھا کہ کیا  
ہو ہے تو ماہ نور شہزادی نے اشارہ کیا اور کینز بولی آپ  
کا یہاں آنے کا شکر یہ میرے محسن ایک آپ ہی ہیں  
جو میری آواز واپس لا سکتے ہیں اذان نے کہا میں کیسے  
آپ کی آواز لا سکتا ہوں اور آپ یہ سب مجھے کیا بتا  
رہی ہو شہزادی نے پھر کوئی اشارہ کیا اور پھر کینز بولنے  
لگی شہزادی صاحبہ کی آواز بہت پیاری تھی ہماری  
شہزادی کو اپنی آواز پر ناز تھا اور بہت مغرور تھی اس کو  
اپنی آواز کے علاوہ کسی کی آواز ابھی نہ ملتی تھی ہماری  
شہزادی اور ان کی کچھ سہیلیاں جنگل میں سیر کرنے

گئیں اور وہیں گانے لگیں اور گاتے گاتے بہت دور  
نکل گئیں اور بہت اونچی آواز میں گارہی تھیں وہاں  
ایک بابا جی تھے جو اللہ کی عبادت میں مصروف تھے  
شہزادی جت گاتے گاتے بابا جی پاس سے گزری تو  
بابا جی نے اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا کہ بیٹا میں دنیا  
جہاں سے دور یہاں اللہ کی عبادت کے لیے آیا  
ہوں گانا مت گاؤ اگر گانا بھی ہے تو یہاں سے چلی جاؤ  
اور شہزادی نے ان سے بہت بدتمیزی کی ان کو بہت برا  
کہا بابا جی نے ان کو بددعا دی کہ جا آج کے بعد تم  
کبھی نہیں بول سکو گی بس اس دن سے شہزادی کا یہ  
حال یہ ہے اور کچھ دن بعد شہزادی پھر گئی بابا جی اسی  
جگہ لے شہزادی نے بابا جی سے بہت معافیاں مانگیں  
بہت برائی پھر بابا جی شہزادی پہ ترس آگیا انہوں نے  
کہا میں اپنی بددعا واپس لیتا ہوں لیکن تمہاری آواز  
ایک اذان نام کا لڑکا آئے گا اس نے تمہیں کام کرنے  
جوئے یعنی تین سوال اور تین کام پھر تمہاری آواز  
واپس ملے گی اس دن سے یہ آپ کے انتظار میں اسی  
طرح روٹی ہے اور سب کچھ توڑ رہی ہے اذان بولا مجھے  
بابا جی کے پاس لے چلو کینز بولی کہیں بھی جانے کی  
ضرورت نہیں بابا جی ہمارے ہی محل میں ہیں اس  
کمرے میں جاؤ اور بابا جی کے تین سوال کا جواب  
دے کر ہماری شہزادی کی آواز لے کر آؤ اذان اس  
کمرے میں داخل ہو گیا اور سامنے ایک بابا جی بیٹھے  
تھے اللہ کی عبادت میں مصروف تھے ماہ شور تھے ان  
کے چہرے پر بہت ہی نور تھا اذان کا کمرے میں  
داخل ہونے کا ان کو پتا چلا چکا تھا بولے آؤ اذان کیا تم  
دینے کا امتحان کے لیے تیار ہو آپ مجھے بتائیے کہ مجھے  
کیا کرنا ہوگا پہلے تو بیٹا تم بہت خوش قسمت ہو کہ جو  
یہاں تک آئے ہو وہ دیکھو سامنے کچھ سانپ ہیں ان  
میں ایک ایسا سانپ ہے جو اللہ کا نام لیتا ہے جاؤ اس  
سانپ کو لی کر آؤ اذان نے سانپ کو ڈھونڈنا شروع  
کر دیا بابا جی نے کہا وہ کون سا پرندہ ہے جو سانپ



نیچے پھول اور کلیاں تھیں اذان سے چلا نہیں جا رہا تھا لیکن وہ شہزادی کیپاس گیا اور بوجھ کھول دیا اور شہزادی کی آواز واپس آئی اذان بے ہوش ہو گیا بابا جی کمرے میں داخل ہوئے اور نبیوں نے کنیز کو لپک دیا کہ اذان کے پاؤں پر لپک لگا دو اور خود پھر اسی جنگل میں چلے گئے اور شہزادی خود اذان کی خدمت کرتی رہی جب اذان کو ہوش آیا تا شہزادی بہت خوش ہوئی اذان نے کہا مجھے جانا ہو گا شہزادی نے روکنے کی کوشش کی لیکن جب اذان نے اپنا مقصد بیان کیا تو شہزادی کے دل میں محبت اور عزت دونوں بڑھ گئے شہزادی نے اذان کو ایک کالین دیا کہا کہ اگلا سفر بہت مشکل ہے اور صوفے پر سفر کرنا مناسب نہیں لوت جو حکم آپ کالین کو دیں گے وہ وہی کرے گا اذان نے اس پر بیٹھ کر اسے حکم دیا اور وہ آسمانوں میں اڑنے لگا اذان آسمان میں اڑ رہا تھا کہ نیچے اس کو ایک جھوم نظر آیا اور جھوم میں شور بھی تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے بہت سارے لوگ رو رہے ہیں اذان نے کالین کو حکم دیا کہ وہ زمین پر اترے جہاں پر جھوم تھا اذان نے لوگوں سے پوچھا کیا ہوا ہے تو ایک لڑکے نے کہا دعی ہوا ہے جو روز ہوتا آج پھر وہ ایک لاش جس کے جسم پر نہ گوشت ہوتا ہے نہ دل نہ آنکھیں کچھ بھی نہیں ہوتا اذان نے پوچھا یہ کیوں اور کون کرتا ہے لڑکا بوعلا یہ سب ہمارا ہی بادشاہ کر رہا ہے اس کی بیٹی ایک دیو کے پاس ہے اور وہ دیو ہر روز ایک آدمی کے دل گھرے اور گوشت کھا جاتا ہے اذان بولا کیا بادشاہ کو کوئی روکتا کیوں نہیں ہر انسان نے روکنے کی کوشش کی ہے بادشاہ کہتا ہے میں یہ سب بند کروں گا تم میری بیٹی مجھے واپس لا دو جو انسان اس پتھروں کی ولایت میں جاتا ہے وہ بھی پتھر ہو جاتا ہے اذان بادشاہ سے ملا اور اور جانے کی اجازت لی اور رات کالی ہو چکی تھی رات کو اذان نے آرام کرنا چاہا اسے رات کو یاد آیا کہ پرستان کی پری نے کہا تھا جب تم کو میری ضرورت

کھاتا ہے اذان نے کہا سانپ جیسے ہی اذان نے سوال کا جواب دیا سانپوں میں سے ایک سانپ کھڑا ہو گیا اور اپنا چھین پھیل لیا اور وہ سانپ اللہ جو اللہ ہو گا ورد کر رہا تھا اذان نے اس کو پکڑا اور بابا جی کے پاس لے آیا اور بابا جی اس سانپ کو جھولے میں ڈال لیا اور اذان نے کہا کہ بابا جی دوسرا سوال بابا جی نے کہا کہ وہ سامنے ایک مچھلی ہے تم نے اس کی آنکھ میں یہ تیر مارنا ہے اگر تم نے تمہیں نشانے سے یہ کام نہ کیا تو تم جل جاؤ گے اذان نے تیر اور کمان اٹھا یا اور پہلا تیر قتل ہو گیا اور اذان کے گھٹنوں میں آگ لگ گئی اذان نے آگ کی پروہ نہ کی اور دوسرا تیر مارا وہ بھی نہ لگا تو اذان کی کمر تک آگ لگ گئی پھر اذان نے آگ کی پروہ نہ کرنے ہوئے اللہ کا نام لے کر تیسرا تیر مارا تو سیدھا مچھلی کی آنکھ میں جا کر لگا بابا جی نے سوال کیا کہ دنیا کی کون سی چیز ہلکتی نہیں اذان نے جواب دیا کہ لوہا۔ چاندی۔ سونا۔ تو اذان کی آگ فتم ہو گئی اذان کے جسم پر جیسے کوئی بھی نشان نہ تھا وہ بالکل ٹھیک تھا اور اسے کوئی درد بھی نہیں ہو رہا تھا وہ بہت ہی خوش ہوا تھا اب اذان کا تیسرا اور آخری سوال رہ گیا تھا جو بہت ہی مشکل تھا تیسرا سوال شروع ہو چکا تھا اس کا یہ سوال آخری بھی اور خطرناک بھی پہلے اس نے جلتے ہوئے کوٹھن پر چلنا تھا اس نے چلنا شروع کر دیا کوٹھن بہت ہی گرم تھے اس نے پروہ نہ کی پھر اسے بعد میں کون کو پار کرنا تھا پھر کواہیں اور اس نے یہ سوال بھی پوار کر دیا اور بابا جی نے ایک سوال کیا کہ انسان کی زندگی کی سب سے بڑی چٹائی کیا ہے اذان نے جواب دیا کہ موت پھر وہ کواہوں پر سے گز رہا تھا کہ اس کے پاؤں سے بہت زیادہ خون بہہ رہا تھا اس نے خون کی پروہ نہ کرتے ہوئے آگے کا سفر جاری رکھا اس کا درد برداشت سے باہر تھا اور ہو جاتا تھا کہ اللہ اس کے ساتھ ہے وہ ایک پتھری کے پاس پہنچ گیا جیسے ہی اس نے پتھری ہاتھ میں پکڑی اس کے پاؤں کے

سب لوگوں کے جس اور سر مکمل تھے یعنی سب لوگوں کے جسموں پر سر موجود تھے اذان نے کہا کہ اب مجھے آگے جانا چاہیے وہ آگے کو چل پڑا سامنے ایک بہت بڑا پہاڑ تھا اس نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا جیسے ہی وہ اوپر چڑھا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بہت سے لوگ پتھر کے بنے ہوئے تھے وہ پہاڑ کی دوسری جانب نیچے اتر جیسے ہی نیچے اتر ہر طرف شور ہی شور مچا دکر دود کر دیا اذان سوچنے لگا چنانچہ اس کو پری کی بات یاد آگئی پیچھے ہٹ کر نہیں دیکھنا اذان آگے ہی آگے پڑھتے جاتا ہے سامنے ایک محل تھا وہ سوچنے لگا کہ پتھروں کی وادی میں اتنا خوب صورت محل جب وہ محل میں داخل ہونے لگا تو وہاں وہ جن سموار ہوئے انہوں نے اس پر حملہ کر دیا اذان نے دونوں کو ختم کر دیا وہ حیران تھا کہ اس نے کبھی بھی تکوید نہیں چلائی تھی اس نے اپنی تکوید کے بارے سے دونوں کو وہی ختم کیا اور وہ اس سوچ میں اندر داخل ہو گیا اور وہاں پر بہت سے لوگ پتھر بنے ہوئے تھے وہ ان جسموں کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ وہ جسے بڑا تو ہوں گے اسے دیکھ کر غصہ بھی آ رہا تھا انھیں کی صورت میں وہ ایک کھلے سے محسن میں تھا وہاں اس نے دیکھا کہ ایک بہت ہی بد صورت دیو بیٹھا ہوا ہے اور کچھ لڑکیوں کے مرد و جسم اس کے سامنے پڑے ہیں اور وہ ان کو حرے سے کھا رہا ہے اذان کا دل بہت ہی خراب ہوا اس نے اسے آواز دی کہ بڑا دل مرد و جسم کھانے والے اگر مت ہو تو مجھ سے مقابلہ کر وہ اسے دیکھ کر ایسے اٹھا جیسے کوئی بھوکا شیر شکار کو دیکھ کر اٹھتا ہے اس نے اذان پر ایک خطرناک حملہ کیا جس سے اس کا بازو زخمی ہو گیا اذان نے بہت ہی ہوشیاری سے اس پر ایک زوردار وار کیا جس سے وہ بچ نہ سکا اور ایک ہی وار سے اس کا خاتمہ ہو گیا اور ایک زوردار دھماکا ہوا جس جو بہت پتھر کپوئے تھے وہ بھی ٹھیک ہو گئے محسن کے ساتھ والے کمرے سے رونے کی آواز آرہی تھی اذان نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک لڑکی

پڑے مجھے یاد کرنا میں حاضر ہو جاؤں گی اذان نے اسے یاد کیا اور ہوا آگئی اور ہو چھا کہ کیا ہوا ہے اذان نے ساری بات پری کو بتا دی پری نے کچھ دیر اپنی آنکھیں بند رکھیں اور پھر کھولیں اور کہا کہ اذان وہ پتھروں کی وادی بہت زیادہ خطرناک ہے اور آج تک وہاں جو بھی گیا ہے وہاں نہیں آیا اذان بولا جب لوگ پتھر کے بن جاتے ہیں اور اس کی کوئی توجہ ہوگی پری بولی ہاں جب لوگ جاتے ہیں تو ان کو پیچھے سے آوازیں آتی ہیں ہماری مدد کرو ہماری مدد کرو جب وہ پیچھے دیکھتے ہیں تو پتھر کے بن جاتے ہیں اور کچھ ضروری باتیں اذان نے پری سے پوچھیں اور پری بتا کر واپس چلی گئی اذان نے صبح ہوتے ہی اپنا سفر جاری کر دیا سب سے پہلے اذان کو ایک پھولوں کا باغ نظر آیا اذان جیسے ہی اس میں داخل ہوا کہ کہا دیکھتا ہے اس کو پھولوں کے بجائے انسانوں کے سر لگ رہے ہیں وہاں ایک سفید درخت تھا جس میں سے آوازیں آرہی تھیں اور اکہرہ ہاتھ اذان رک جاؤ ہم تمہیں کچھ بھی نہیں کہیں گے تم ایسا کرو ایک پہاڑ کا ایک غار ہے تم اس میں چلے جاؤ وہاں ایک کتاب ہے اس کا ہر ورق خالی ہے تم جیسے جیسے اس کا ورق پلٹو گے تو ہر ورق تم سے ایک سوال کرے گا اگر تم نے ہر سوال کا سبب جواب دیا تا ہم سب آزاد ہو جائیں گے پہاڑ زیادہ بڑا بھی نہیں تھا اور دور بھی نہیں تھا وہ جیسے ہی گیا اور پہاڑ میں داخل ہو گیا سامنے ایک میز پر کتاب پڑی تھی اذان نے کتاب کھولی اور اس کا ہر ورق کو خالی تھا اذان نے کتاب پر ہاتھ رکھا اور کتاب میں سے آواز آئی اس دنیا کا کون سا درخت ہے جس کے پتے چنے دھوپ میں نہ رہ سائے میں ہیں اذان پڑھا کھٹا تھا پانچ وقت کی نماز باقاعدہ پڑھتا تھا اس نے کہا کہ ظہر عصر اور مغرب تین نمازیں دن میں اور دو اندھیرے میں پڑھی جاتی ہیں جیسے ہی اذان نے سوال کا جواب دیا وہ غار سے باہر نکل آیا اور سارا غصہ ہی بدل گیا تھا



بھوکے شیر کی طرح وہ بونے کا سینہ چیرنے لگا اور اس کے سینے سے ایک چابی نکلی اس نے بونے کو ایک طرف دھکی کر دیا اور چل پڑا چلتے ہوئے اسے بہت سردی لگ رہی تھی اس کے پاس ایسی کوئی چیز بھی نہ تھی کہ جو اپنے اوپر اوڑھ لیتا اور اس نے دیکھا کہ موسم تو بالکل ٹھیک ہے اور دھوپ بھی ہے پھر یہ سردی کیوں وہ کچھ پریشان سا ہو رہا تھا اس نے سامنے دیکھا کہ ایک دروازہ بنا ہوا تھا لیکن وہ دروازہ کوئی عام نہ تھا ایک گھڑی کی طرح تھا جس پر نام نظر آ رہا تھا اور ایک طرف چابی کا نشان بنا ہوا تھا یعنی کالا بنا ہوا تھا اور برف اس دروازے کی طرف سے پڑ رہی تھی لیکن سردی نہیں تھی اذان نے جیسے ہی دروازے کو چابی لگائی تو دروازہ غائب ہو گیا اب اذان کسی اور ہی جگہ تھا جہاں آگ ہی آگ اور پہاڑ ہی پہاڑ تھے اب اسے گرمی لگنا شروع ہو گئی اور اس کی کوئی بھی طاقت کام نہیں کر رہی تھی اسے بہت بھوک بھی لگی تھی نہ بولی بس بکوار بھی اور لذان کے سامنے بہت سی آگ تھی ہوئی تھی اذان نے سوچا شیطان کا مکمل اس طرف ہی ہو گا وہ سوچ رہا تھا کہ کیا کروں اس کے کانوں میں ایک آواز آئی اس نے دیکھا تو ایک مکان تھا وہاں تین لڑکیاں رہتی ہیں وہ لڑکیاں نہیں پڑھیں ہیں تم کو ان تینوں سے کسی طریقے سے بھی شادی کر لی ہوگی پھر ایک بات کو جاننا ہو گا اور یہاں سے پار جانے کے لیے ان تینوں سے ایک ایک ہتھیار لینا ہو گا تاکہ تم اپنی منزل تک پہنچ جاؤ اذان نے مکان کے دروازے پر دستک دیا اندر سے آواز آئی جی کون اذان نے کہا کہ میں اپنا راستہ بھول گیا ہوں پلیز میری مدد کر یہ ان میں سے ایک لگی اور اسے اندر لے گئی اسے پیچھا کر کہا کہ میں تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں تینو عاشق مزاج تھیں اسے دیکھ ہی عاشق ہو گئیں ایک کا نام نیلا پھیلا۔ مہربان کو پسند تھے انہوں نے وہی نام رکھے ہوئے تھے جس کو نیلا رنگ پسند تھا اسے نیلا کہتے تھے اور جس

بچی رو رہی تھی اس نے پوچھا کہ تم دو کیوں رہی ہو اور پھر مسکراتے لگی وہی نے رونے اور مسکراتے کی وجہ پوچھی تو اس لڑکی نے کہا کہ تو لڑکی ہالی بھائی اللہ نے آپ کو یہاں بھیجا ہے میں نے اس دیو کو مار ڈالا ہے اب تم اللہ کا شکر کرو اور وہ لڑکی زیادہ عمر کی نہیں تھی سولہ یا سترہ سال کی تھی وہ بونے اس پر بہت ہی ظلم کیا تھا اذان نے سب لوگوں سے کہا کہ آپ چلیں ہم آتے ہیں اذان نے کالین کو حکم دیا کہ ہمیں بادشاہ کے محل تک لے چل تو کالین نے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا کچھ ہی دیر میں اذان اور شیرازی تاج بادشاہ کے محل میں تھے اس نے شیرازی کو اٹھا رکھا تھا اور جا کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوا بادشاہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پھر بادشاہ نے سب لوگوں سے معافی مانگی سب نے بادشاہ کو معاف کر دیا اور بادشاہ نے سب کو بہت ساری دولت بھی دی اور ایک بہت بڑے جشن کا اعلان کیا پھر ایک جشن ہوا ان سب کاموں کے بعد اذان نے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی ہوتا ہے بادشاہ نے کہا ہاں ہے اور آج تک جو بھی کام کہتے ہیں اس بونے نے ہی کئے ہیں اس لیے میں نے اسے قید میں ڈال رکھا ہے تاکہ وہ کسی اور کو پریشان نہ کرے بادشاہ نے کہا کہ تم یہ باتیں چھوڑو تم کو کیا انعام دوں تم نے میرے دل کو موہ لیا ہے میرے سارے لٹاؤ معاف کر دو تم نے میری بیٹی کو بچایا ہے مانگو کیا مانگتے ہو اذان اگر مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو مجھے وہ بونا دے دیں اس بات پر بادشاہ نے تالی بجائی اور ایک نوکر حاضر ہوا بادشاہ نے حکم دیا کہ بونے کو لے کر آؤ تو وہ بونے کو لے کر آ گیا اس نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور بونے کو لے کر جنگل کی طرف چل پڑا میں ایک بار پھر زور زور سے تھر تھرائی کیوں کہ اس شیطان کا چوتھا قسم بھی گر چکا تھا اس کی ادھی طاقت ختم ہو چکی تھی اب اذان کے لیے اسے مارنا آسان تھا لیکن اتنا بھی نہیں اذان نے جنگل میں جا کر اس کا سر قلم کر دیا اور پھر ایک

کو جیلا اسے پیلا کہتے اور سبز کو سبز کہتے تھے اذان کو ان کے ساتھ رہتے ہوئے کافی دن ہو گئے تھے اذان آج صبح اٹھا اور دیکھا کہ سبز تو گھر پر ہے اور پیلا نہیں ہیں اذان نے سبز سے کہا کہ وہ دونوں کہاں ہیں تو اس نے کہا کہ وہ دونوں آقا کو ملنے گئی ہیں اس نے باتوں باتوں میں پوچھا کہ تم یہاں کیوں رہتی ہو اور آگ کیوں لگائی ہوئی ہے اس نے کہا کہ ہمارے آقا کامل ہے وہاں کوئی نہ جاسکے اس لیے یہاں آگ مل رہی ہے ہم یہاں اس لیے ہیں کہ ہم تینوں کی وجہ سے یہ آگ ختم ہو جائے گی اذان نے پوچھا کہ کیسے تو سبز بولی کہ ہم تینوں اگر الگ الگ ہوں تو ہم کمزور ہوں گی اور اگر ایک ساتھ ہوں تو کوئی بھی ہمیں ہرا نہیں سکتا اس نے کہا کہ تم اس طرف کس طرف چلتی ہو تو سبز نے کہا کہ اس شیشے کی مدد سے کیوں کہ آگ میں تو ہم بھی جل جائیں گے اس کی وجہ سے ہم وہاں پار کر سکتی ہیں اس نے پوچھا کہ درمیان میں کیا ہے اس نے کہا کہ ایک پل ہے جو صرف شیشے سے ہی نظر آتا ہے اذان نے اس سے وہ شیشہ لیا اور سبز کو آگ میں پھینک دیا اتنی دیر میں وہ دونوں بھی آگ میں نہ سبز کا پوچھا تو اذان نے کہا کہ اس طرف تھی ہے اس نے آگ کی طرف اشارہ کیا وہ اس کو آگ کے پاس دیکھ رہی تھی کہ اذان نے اسے بھی دھکا دے دیا اور ان تینوں کا اسی طرح خاتمہ ہو گیا اور اذان شیشے کے گرجاں پڑا اور پچھتے پچھتے وہ محل کے دروازے پر آگیا اور اس دروازے پر اس کو کاتب تقدیر ملا اس نے کہا کہ یہاں سے واپس چلے جاؤ میں یہاں پر تمہاری موت لکھ چکا ہوں تم یہی سر جاذبے اس نے کہا کہ کیا ہوا جو میں مر بھی جاؤں میں اس شیطان کو مار کر ہی مروں گا اور اندر داخل ہو گیا اس نے شیطان کو آواز دی باہر نکل آج اگر میں مروں گا تو تم کو ساتھ لے کر ہی مروں گا تو شیطان باہر نکلا اس کی تمام تر طاقتیں تو اذان پہلے ہی ختم کر چکا تھا تو اذان نے اس پر جنگ شروع کر دیا

کبھی شیطان اذان پر بھاری ہوتا تو کبھی اذان شیطان پر بھاری ہوتا وہ کافی دیر تک لڑتے رہے اذان کافی نرمی ہو چکا تھا بلکہ زخموں سے چور چور ہو چکا تھا شیطان کو بھی بہت سے زخم آئے تھے آخر کار جو اذان نے اس پر وار کیا اور اس گردن جدا کر دی اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا اذان بھی گر گیا کیوں کہ وہ زخموں سے چور تھا اتنی دیر میں وہاں ماد نور بری آئی اور اذان کو لیکر چلی گئی وہ زخمی حالت میں تھا آنکھ بھی نہیں کھول سکتا تھا پھر ہفتہ جنت اذان کے گھر والوں کو بھی وہاں لے گئے تاکہ وہ بھی اذان کو مل سکیں دعائے آکر اذان کا ہاتھ پکڑا اذان نے کہا کہ دعا میں نے اپنے مقصد کے ساتھ وفا کی ہے برتھا ہے ساتھ وفا نہیں کی مجھے محاف کر دینا پلیز پلیز مجھے محاف کر دو وفاقا کہہ کر اذان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں سب رونے لگے پری ماں مار بھی رو رہی تھی اذان کے سچی رشتہ دار تھے دادا دادا چاچا چاچا اور لیصل اور دعا سچی رو رہے تھے اذان نے بے شک دعائے وفا نہیں کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا اذان نے بے وفائی کر کے بھی وفا کی وہ ایک نیک انسان تھا دعا یہ سوچ ہی رہی تھی کہ وہاں ایک انسان نمودار ہوا اور اس کے ہاتھ میں ایک ورق تھا اس نے وہ ورق دعا کو دیا اس نے لے کر جب کھولا تو اس میں اذان کی ایک تصویر تھی جس میں وہ سب کے ساتھ تھا سب اسے دیکھ کر خوش ہوئے اور پھر کافی دن دو پرستان میں ہی رہے اور خوش خوشیاں منائیں کچھ دنوں بعد دعا کے گھر میں دو بچے پیدا ہوئے ان کی کم پر بھی چاند کا نشان بنا ہوا تھا لیصل نے جنتے ہوئے سب کی ایک تصویر بنائی اور سب ہی خوش ہو گئے اور اسی خوش رہنے لگے۔

جی جناب میری یہ پہلی کہانی ہے پلیز مجھے ضرور بتائیے گا کہ کیسے لی



# عجب کھیل

--- تحریر: فلک زاہد - لاہور ---

میرے اعصاب شل ہو رہے تھے اور اگلے ہی لمحے میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ ہوش تب آیا جب سلینا میری کلائی سے اپنا منہ لگائے نہ جانے کیا کر رہی تھی۔ اگلے ہی لمحے میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کر رہی ہے سلینا میرا خون چوس رہی تھی مجھے مثل طور پر ہوش آچکا تھا میں جھٹ سے اٹھا اور سلینا کو ایک طرف دھکا دے دیا وہ بندہ نیچے جا گری جب کہ میں بیڈ پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ سلینا کی شکل دیکھ کر میرے دل میں کھلے کھڑے ہو گئے وہ کوئی پھری ہوئی شیرنی معلوم ہو رہی تھی ایک دیسپار کی طرح اس کے دانت لو کیلے تھے اور آنکھیں خدا کی پناہ کیسی دہشت ناک تھیں مجھ اپنی کلائی پر چلن کا احساس ہوا تھا میں نے دیکھا تو وہاں پر دروازہ کھلا تھا جس نے اپنے نوکیلے دانتوں سے کئے تھے سلینا نے میری طرف خونخوار نظروں سے دیکھا اب سمجھ آ گیا تھا سلینا ہی وہ قاتل تھی جس کی ہم سب کو تلاش تھی سلینا جھٹ سے اٹھی۔ اور اگلے ہی لمحے وہ مجھ پر حمل آور ہونے لگی تھی کہ میں نے اسے ایک بار پھر دھکا دیا اور وہ دوبارہ دوسری طرف چائٹری میں لٹی بیڈ سے اتر گیا اگر عین وقت میری آنکھیں کھلتی تو میرا حال بھی وہی ہوتا جو باقی لڑکیوں کا ہوا تھا سلینا ایک بار پھر اٹھ کر گھڑی ہوئی وہ ہانپ رہی تھی۔ سلینا تم یہ سب کیوں کر رہی ہو تم تو مجھ سے پیار کرتی ہو نا۔ میں نے سلینا کو پرسکون کرنے کیلئے کہا۔ تم میں تم سے پیار نہیں کرتی میں ایک بد روح ہوں مری ہوئی ہوں میرے دوسرے ساتھی نے ان لڑکیوں کو جو حال کیا میں بھی تمہارے ساتھ آیا کر کے اپنی پاس بچانا چاہتی ہوں سلینا نے آنکھیں نکال کر کہا۔ سلینا کی روح وہی بات من کر میں دم بخود رہ گیا تو تم یہ سب کرتے ہو کتنے ساتھی جو تم لوگ۔ میں نے ہمت سے کہا۔ کیونکہ وہ خود ایک قاتل تھی اور میں کتنا بے وقوف تھا اور وہ کتنی ماہر نکل دو مجھے اپنے پیار میں پھنسل رہی اور میں پھنسا چلا گیا اتنی دیر سے قاتل میرے سامنے تھا اور میں بے خبر تھا۔ ہم دو ہیں میرے دوسرے ساتھی کا نام جیک ہے جیک نے ان پانچ لڑکیوں کو اپنی محبت میں پھنسایا اور انہیں ہول لاکر انکے ساتھ چوس کی اور ان کا خون چوس کر اپنا پیٹ بھی بھر سلینا نے خفارت بھری آہی ہستے ہوئے کہا سب سمجھ آ گیا بھی تو پست مار غم کی رپورت میں لکھا ہوتا تھا کہ خون کی کمی ہونے کی وجہ سے موت ہوئی اور یہ سب تو روح تھے کبھی لڑکیوں کے جسم پر ان کی چوس کا ڈی این اے موجود نہیں ہوتا تھا مجھے دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی میرے دل سے نہیں اٹھ رہی تھی کہ میں نے جسے چاہا وہ آخر کیا لگی مگر میں نے حقیقت کو قبول کیا مگر میں نہیں اپنے ساتھ یہ سب نہیں کرنے والوں کا میں نے کہا اور جلدی سے شیشہ توڑ کر نیچے کود گیا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

اس وقت شیر کے سب سے مہلے ہوٹل کے  
میں کمرے میں کھڑا تھا۔ جس کے بیڈ پر ایک  
نوجوان لڑکی کا جسم ساکت پڑا تھا اس کے جسم  
پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی لڑکی شکل و صورت  
سے خوبصورت تھی کہ دیکھ کر پیار آتا ایک فوٹو گرافر  
نے لڑکی کے بدن کو سفید چادر سے ڈھانپ دیا

جولائی 2014

خونخاک ڈائجسٹ 92

عجب کھیل







خیال آیا تھا کہ ضرور یہ لڑکیاں اور قاتل اپنے جذبات کی تسکین کے لیے یہاں بوسہ کنار کر رہے تھے اور ہوس پوری کرنے کے بعد قاتل نے لڑکیوں کو مار دیا یہ خیال جب میرے ذہن میں آیا تو میں نے سنیر اسپیکر ڈونلڈ سے اس بات کا اظہار کیا تھا انہوں نے میرے خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے لڑکیوں کی لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دیا تھا رپورٹ سے ظاہر ہوتا تھا کہ لڑکیوں کو گوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا اور نہ ہی انہیں قتل کرنے کے لیے اوزار کا استعمال کیا گیا ہے لیکن جو بات میرے روگنے کھڑے کرنے کی تھی وہ یہ تھی کہ لڑکیوں کے جسم سے خون کی کمی پائی گئی ہے اور یہی ان کی موت کی وجہ بنی ہے ان سب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل لڑکا ہے لیکن اسے یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی اور وہ یہ ایسا کیوں کر رہا ہے کس کے لیے کر رہا ہے یہ وہ سوال تھے جنہیں جاننے کے لیے پورے شہر کی پولیس کمر توڑ محنت کر رہی تھی۔

اسپیکر کورٹنلس۔ اسپیکر ڈونلڈ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

جی سر۔ میں نے سنچلتے ہوئے کہا۔  
اس لڑکی کا بیک گراؤنڈ چیک کرو اور اس کے ماں باپ کو اطلاع کرو اسپیکر ڈونلڈ نے کہا۔  
جی سر میں نے احتراماً جواب دیا۔

لڑکی کے والدین ایک نئے کے لیے فرانس سے باہر گئے تھے اپنی بیٹی کی موت کی خبر سننے ہی وہ روتے چلے آئے اور بیٹی کی لاش پر روتے چلے گئے ہم پولیس والے انہیں تسلیم دیتے رہے اور ساتھ میں یہ بھی یقین دلاتے رہے کہ ہم قاتل کو جلد از جلد پکڑ لیں گے یہ خاندان بھی بھلا معلوم ہو رہا تھا لڑکی کی تدفین کے بعد میں نے اس کے والد سے سوال کیا۔

سر کیا آپ کی بیٹی کا کوئی بوائے فرینڈ تھا۔

اور پھر باقی نو نو گرافر پورے کمرے کی تصویر اتارنے لگے میرے ساتھ میرے سنیر اسپیکر ڈونلڈ بھی یہاں موجود تھے شہر میں کھرام مچا ہوا تھا ایک میچے میں یہ تیسرا قاتل تھا وہ بھی خاتون کا لیکن اب تک یہ ہم چتہ نہیں لگا پائے کہ قاتل کون ہے اور وہ صرف لڑکیوں کو ہی کیوں نشانہ بناتا ہے اس سے پہلے وہ خواتین بھی اسی ہوٹل کے کمرے میں بے جا تپائی گئی تھیں کمرے میں کوئی کھڑکی یہ بالکلونی موجود نہیں تھی صرف ایک دروازہ تھا جس سے اندر باہر آیا جاتا تھا اس بار بھی پہلے کی طرح اندر سے قفل پایا گیا تھا۔ سوچنے کی بات یہ تھی کہ قاتل عورتوں کو مار کر جاتا کہاں ہے اور وہ ایسا کیوں کرتا ہے جبکہ کمرے میں آنے جانے والے کے لیے صرف ایک ہی دروازہ ہے تو پھر ہمیشہ کمرے کا دروازہ اندر سے قفل کیوں پایا جاتا ہے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہوٹل کے منیجر نے انہیں فون کر کے اطلاع دی تھی کہ ایک خاتون کمرے میں موجود ہے کئی بار کھٹکھٹانے پر بھی وہ دروازہ نہیں کھول رہی ہے پہلے پہل تو یہ بات ہمیں متنبی سی لگی لیکن پھر ہم اپنی ٹیم کو لے کر پہنچے اور دروازہ توڑ دیا لیکن کیا دیکھا کہ عورت بند پر بے لباس اور مردہ پڑی ہے اور آج یہ تیسری بار ہوا تھا ہوٹل کے نام کا اس بار بھی نہیں کہنا تھا کہ اس نے خاتون کو ہوٹل میں اسکیلے ہی داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا اور وہ اسکیلے ہی کمرے میں موجود تھی جس کا مطلب تھا کہ قاتل پہلے ہی سے منصوبہ بنا کر ہوٹل کے اندر موجود تھا۔ سب یہ بات تو سمجھ میں آتی تھی لیکن جب دروازہ اندر سے بند ہوتا تو قاتل مار کر کہاں سے بھاگتا سوال تھا جو کہ چین سے نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ پچھلی دو لڑکیوں کا فیملی بیک گراؤنڈ چیک کیا گیا تو وہ اچھے خاندان کی معلوم ہوئی ورنہ ان کی لاشوں کا حال دیکھ کر میرے ذہن میں کال گر لڑکا

تھیں ان کو دیکھ کر لگتا نہیں تھا کہ ان کو کوئی بیماری ہو سکتی ہے اور ہوش میں قدم رکھنے کے ٹھیک آدمی سمجھنے بعد یعنی رات کے پورے ساڑھے دس بجے تینوں لڑکیوں کی موت دائمی ہوئی تھی وہ بھی اسی ہوش کے اسی کمرے میں اسی حالت میں ان کی لاش کو دیکھ کر لگتا تھا کہ جیسے ان کے جسم سے پورا خون نچوڑ لیا ہو لاش کا رنگ سفید پڑا ہوا تھا لیکن خون کی بھی ہوش میں ہی کیوں ہوئی وہ بھی تینوں کی ایک ہی وقت میں اور ایک ہی کمرے میں اور ایک ہی حالت میں پہلے کیوں نہیں پورے کمرے کا جائزہ لیا گیا تھا لیکن ایسی کوئی چیز ہمارے ہاتھ نہ لگ سکی جس سے کچھ معلومات فراہم ہوتی کیا راز تھا اس کے پیچھے میں جانے بغیر زمین سے نہیں بیٹھ سکتا تھا میں یہ سب سوچتی رہا تھا کہ ایک ابھار نے اندر آ کر مجھے یہ اطلاع دی کہ مجھے انسپکٹر ڈونلڈ اپنے آفس میں بلا رہے ہیں میں نے کافی کام اپنے منہ سے لگایا اور ایک سانس میں اپنی بیٹی ہولی کافی بیٹھی گیا میں اپنا منہ ٹشو سے صاف کرتا ہوا انھ کھڑا ہوا اور انسپکٹر ڈونلڈ کے آفس میں پہنچ کر میں نے ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی انہوں نے ہمیشہ کی طرح خوش اخلاقی سے مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی انسپکٹر ڈونلڈ ایک اوجیز ہر اور منجیدہ مزاج آدمی تھے ہاہر سے ان کی شخصیت میں کافی رعب لگتا تھا لیکن اندر سے وہ بہت نرم اور نیک دل انسان تھے انہوں نے مجھ سے ہمیشہ اپنے سگے بیٹے جیسا سلوک کیا تھا میں ان کی قربت پا کر بہت خوش تھا۔ میرے ساتھی کو نیک اس بات پر مجھ سے حسد کرتے تھے لیکن مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا میں اپنے کام سے کام رکھتا تھا میں انسپکٹر ڈونلڈ کے سامنے براجمان ہو گیا وہ تین منٹ وہ کسی قائل کی ورق گردانی کرتے رہے پھر اسے ایک طرف رکھتے ہوئے مجھ سے مسکراتے

مجھے نہیں معلوم انسپکٹر صاحب لیکن جہاں تک میں جانتا ہوں وہ سنگل تھی اگر ایسا کچھ ہوتا تو وہ ہمیں ضرور بتاتی لڑکی کے والد نے دوتے ہوئے کہا۔ یہی جواب مرنے والی مکی لڑکیوں کے والدین بھی دے چکے تھے اس کا مطلب تھا کہ تینوں لڑکیوں کو مارنے والا ایک ہی شخص تھا میں نے مزید سوال کرنا بہتر نہ جانا اور وہاں سے واپس آ گیا۔ خاصا الجھا ہوا کیس تھا اگر قائل لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ بنانا تو یقیناً ان کے جسم پر اس کا ڈی این اے موجود ہوتا جس سے اس کی شناخت ہو سکتی تھی لیکن ایسا کچھ نہیں تھا رپورٹ بتاتی تھی کہ لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا ان کی موت خون کی کمی ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے یہ بات صرف میرے لیے نہیں پورے شہر والوں کے لیے حیران کن تھی پہلی بار ایسی موت کا تذکرہ سنا تھا پھر بھی ایک اور بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ اگر لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا تو پھر ان کے جسم پر لباس کیوں نہیں ہوتا اور پھر لڑکیوں کے جسم پر کسی قسم کا نشان بھی نہیں پایا جاتا تھا جس سے پتہ چل سکتا کہ خون یہاں سے نکالا گیا ہے لڑکیوں کی میڈیکل رپورٹ بتاتی تھی کہ وہ بہت صحت مند تھیں تو پھر خون کی کمی کیسے اور کہاں سے پیدا ہوئی شہر میں لوگوں نے ہڑتال کر رکھی تھی کہ ہم تینوں لڑکیوں کو انصاف دلوائیں قاتل تک پہنچنا تو میں بھی چاہتا تھا لیکن کیسے بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن کہاں تھا کچرا گیا تو سزائے موت اس کی یقینی تھی میرا بہن سوچ سوچ کر بہت تھک گیا تو میں نے ایک ابھار سے کہہ کر کافی کام منگوا یا جب ابھار کافی لے کر آیا تو میں چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر کافی پینے لگا لیکن پھر بھی میرا ذہن اسی کسی کے متعلق سوچے جا رہا تھا ہوش والوں کا کہنا تھا کہ لڑکیاں بہت صحت مند اور مند دست



ہوئے مخاطب ہوئے۔  
 میں اس کہیں میں اپنی جان لڑاؤں گا سر  
 میں نے اعتماد سے کہا اور انسپکٹر ڈونلڈ سے  
 اجازت لے کر ان کے آفس سے اپنے آفس میں آکر  
 براہمان ہو گیا۔ میں یتیم تھا میری ماں مجھے ہم  
 دیتے ہی چل بسی تھی اور والد صاحب کو گزیرے  
 صرف دو تین سال ہی گزرے تھے مجھے خوشی تھی کہ  
 اپنے جیتے جی وہ مجھے ایک پولیس انسپکٹر کے طور پر  
 دیکھ چکے تھے ان کا شروع سے یہ خواب رہا تھا کہ  
 ان کا بیٹا ایک پولیس انسپکٹر بنے جو میں نے پورا کیا  
 میں گھر پر اکٹا ہوا تھا کہانا چتا تھا میرا میرے  
 لیے والد صاحب نے دوسری شادی نہیں کی تھی اسی  
 ذرے کہ نکاح نے دوسری ماں کا میرے ساتھ بھار  
 دیا ہو میں ان سے بے حد محبت کرتا تھا اور ان کی  
 عزت کرتا تھا میں باقاعدگی سے اپنے والدین کی  
 قہر پہ حاضر رہتا تھا میں خوبصورت دراز قدم  
 نو جوان تھا کہ آئیں اور گولڈن ہالی تھے پانچ  
 کے زمانے سے ہی لڑکیاں مجھ پر مان پھرتی تھیں  
 لیکن یہ حسن و خشن میرے بس کی بات نہیں تھی  
 میرا وہ یہ بر لڑکی کے ساتھ خشک ہوتا تھا جس وجہ  
 سے وہ پرماننا جاتی تھیں انسپکٹر ڈونلڈ کی اہلیہ بھی  
 ولات پائی تھیں وہ اپنی انگوٹھی بنی کے ساتھ رہتے  
 تھے بننے کی آمد ان کی پوری نہ ہو سکی کیونکہ  
 ڈاکٹروں نے مزید بچے پیدا کرنے سے خبردار  
 کر دیا تھا اس لیے ان کو میری تنگی میں ایک چھوٹا  
 اتنا اور میں ان کی توقعات پر پورا نہیں اترتا تھا ان  
 کی جی آفس نے اکثر مجھے اظہار محبت کیا تھا لیکن  
 میں نے کبھی اس کی اس بات پر کان نہیں دیا  
 تھے جس وجہ سے وہ مجھ سے آج کل ہراسن لگی ہوئی  
 لڑکی جو بول میں مری تھی اس کے کسی کی ذمہ داری  
 کسی اور انسپکٹر کو سونپی گئی تھی وہی شخص نے والی  
 لڑکی کا نام کہت تھا۔ اور جو انسپکٹر اس نے کام  
 کر رہا تھا وہ انسپکٹر نام تھا نام سے یہ فی بات سب

کیوں ابھی ندوس ہوسر ڈونلڈ ہکا سا بنے۔  
 جی سر۔ میں نے ہشکل کہا۔  
 کوئی بات نہیں نو جوان مجھے تم پر پورا بھروسہ  
 ہے تم یہ کیس ضرور حل کرو گے انسپکٹر ڈونلڈ نے  
 بھر پور انداز سے کہا۔ ان کا لہجہ دیکھ کر میرے اندر  
 بھی حوصلہ پیدا ہوا اور میں نے یہ کیس قبول کر لیا  
 قبول ہی کر رہا تھا کیونکہ انکار کر نہیں کر سکتا تھا میں  
 نے کھڑے ہو کر سر ڈونلڈ کو سلام کیا اور واپس  
 جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ انہوں نے مجھے روک  
 لیا وہ اپنی سیٹ سے اٹھے اور میرے ساتھ چلے گئے  
 جوش سے مصافحہ کیا  
 گولڈن ہالی سن۔ انہوں نے مضبوط لہجہ  
 میں کہا میرے لیے یہ بہت عزت کی بات تھی کہ  
 انسپکٹر ڈونلڈ نے میرے ساتھ مصافحہ کیا تھا۔  
 اور مجھے بچے کا درجہ دیا تھا ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا وہ  
 تو اکثر مجھے اپنے ساتھ لے جاتے تھے  
 انٹر میرے ساتھ افضل نہیں لیتے تھے غرض وہ  
 ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ رکھتے لیکن پھر بھی میں نے  
 کبھی غرور نہیں کیا تھا ہاں میں پہلے سے زیادہ اچھی  
 طرح اپنی ذہنی انجام دیتا لیکن اس بار کے  
 مصافحے میں پہلا اور ہی اہلیت تھی شاید اس لیے کہ  
 وہ مجھ پر بھروسہ کرتے تھے بھی تو انہوں نے ایک  
 اہم کیس میرے حوالے کیا تھا۔ اس سے پہلے میں  
 کئی کیس سلجھا چکا تھا۔ یہ ارادہ کار اچھا تھا لیکن ایسا  
 عجیب و غریب کیس پہلی بار سلجھا رہا تھا۔

جواب نہیں دیا تھا جس وجہ سے وہ مجھ سے کافی دن  
تاخیر بھی رہی مگر میں نے اسے مٹانے کی زحمت  
نہیں کی کیونکہ میرا اس سے اس طرح کا تعلق  
وہ دور تک نہیں تھا مرلیین خوبصورت تھی اس پر  
سٹاف کے کافی لڑکے مرتے تھے لیکن وہ بھی کہ  
صرف مجھ پر ہی مرتی تھی اور میں اسے گھاس تک  
نہیں ڈالتا تھا مرلیین مجھے گہری نظروں سے دیکھتی  
ہوئی میرے سامنے براجمان ہوئی۔ میں نے المکار  
سے کہہ کر کافی کے تین تک منگوا لیے۔ اور گفتگو کا  
آغاز کر دیا۔

یوں اچانک آپ دونوں یہاں کیسے۔  
دراصل ہم تمہیں مبارک باد دینے آئے ہیں  
کہ تمہیں یہ کیس سوچنا تھا ہے اسپیکر نام نے کہا۔  
بھلا اس میں مبارکباد کیسی۔ میں نے سوچا۔  
کوئی ٹیکس تم چاہو تو ہم تینوں اس کیس پر مل  
کر کام کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارا شمار ایک ہی ہے۔  
مرلیین نے اپنی نظریں میرے چہرے پر مرکوز  
کرتے ہوئے کہا۔

نہیں شکر یہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں  
ہے میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور مرلیین کا چہرہ  
اتر سا گیا۔

ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی اب دیکھنا یہ ہے  
کہ ہم تینوں میں سے سب سے پہلے یہ کیس کون حل  
کرنا ہے اسپیکر نام نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے  
ہوئے کہا۔

جی بالکل میں نے اسی لہجے میں کہا کافی کے  
دوران ہم تینوں نے سچ صرف کیس کو لے کر ہی  
گفتگو کی کہ کیا برا سراہ کیس ہے ہمیں بڑی احتیاط  
سے کام لینا ہوگا کیونکہ قاتل بہت ہی ہوشیار ہے  
اسپیکر نام نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ کیس کو سب سے  
پہلے کون اور کس طرح حل کرنا ہے اور میں نے بھی  
ان کا یہ چیلنج قبول کر لیا تھا جو بات پہلے میرے ذہن

سلام و جانتک ہی محدود تھی مجھے لوگوں سے زیادہ ملنا  
چلتا پسند نہیں تھا اور دوسرے قتل ہونے الی لڑکی کا نام  
روز تھا جس کی ذمہ داری ایک لیٹی اسپیکر کو سونپی گئی  
تھی جس کا نام اسپیکر مرلن تھا اپنے کیس کو حل کرنے  
کے لیے مجھے جانا ضروری تھا کہ باقی دونوں اس  
کیسوں کو حل کرنے کے لیے کیا کر رہے تھے کیسے  
کام کر رہے ہیں اور کس طرح کا طریقہ اپنا رہے  
ہیں میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اگر میں یہ کس حل  
نہ کر سکا تو اپنی جاب سے استعفیٰ دے دوں گا کیونکہ  
اسپیکر ڈونلڈ کے ساتھ لوگوں لڑکیوں کے والدین  
اور میڈیا دونوں کی نظریں بھی جلد مجھ پر ہوں گی جو  
مجھ سے امید لگائے بیٹھے ہوں گے باقیوں کا تو مجھے  
پتہ نہیں ابھی لیکن اسپیکر ڈونلڈ کے بارے میں مجھے  
یقین تھا کہ وہ مجھ سے کامیابی کی امید رکھتے ہیں اگر  
میں کامیاب نہ ہوا تو میں ان کی نظروں میں گر  
جاؤں گا اور دوبارہ ان سے آنکھ ملانے کی جرات  
شاید ہی مجھ میں نہ ہوگی اس لیے یہ فیصلہ میں نے  
سوچ سمجھ کر کیا تھا لیکن یہ بعد کی بات تھی ابھی تو مجھے  
صرف کامیابی کے بارے میں سوچنا تھا اور لکسن سے  
کام کرنا تھا۔

کیا میں اندر آسکتا ہوں۔ میں نے نظریں  
اٹھا کر چونک کر اس آواز کی سمت دیکھا۔  
آجائے۔ اسپیکر نام میں نے مسکراتے  
ہوئے کہا۔ اسپیکر نام میرے سامنے براجمان  
ہوا گیا۔

بتائیے کیسے آنا ہوا۔ میں نے گفتگو کا آغاز  
کیا۔ ہی تھا کہ اسپیکر مرلیین بھی آدھنکل۔

کوئی ٹیکس کیا میں اندر آسکتی ہوں۔ اسپیکر  
مرلیین نے ہمیشہ کی طرح اپنے حسن کے جلوے  
بکھیرتے ہوئے کہا اسپیکر مرلیین مجھ سے محبت  
کرتی تھی جس کا اظہار اس نے خدا ایک دفعہ مجھ  
سے کیا جا جواب میں میں نے کوئی قابل بخش



فرق نہیں پڑا لانا میں نے سکون کی سانس لی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کہاں سے شروع کروں ایسا کوئی ثبوت بھی نہیں تھا جو ہمیں قاتل تک لے جاسکتا میں نے گلے سے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ڈیوٹی آف ہوتے ہی گھر کی جانب چل پڑا راستے میں میں نے پہلے کھانا کھایا اس کے بعد گھر کو آیا میں اپنے اس چھوٹے اور کشادہ گھر میں بہت ہی خوش تھا مجھے بھی تنہائی کا اتنی کمی نہ تھی میں نے اسے آباد کرنے کرنے بارے میں بھی سوچا تھا ذرا مگر بہت مصروف گزار رہی تھی۔ کبھی کوئی کیس تو کبھی کوئی جس وجہ سے ان فضول چیزوں کے لیے میرے پاس وقت نہیں تھا فارغ وقت اکثر میرا اسپیکٹر اولڈ کے ساتھ گزارتا تھا میں خود کو اکیلے گھر میں بند کر دیتا لڑکیاں دے غار تھیں مجھے پسند کرنے والیں مگر میرا بے کسی کو پسند نہیں کیا تھا میں اپنے آپ میں اکیلا خوش تھا میرا صرف ایک ہی خواب تھا کہ میں اسپیکٹر سے جلد ترقی کے کرے کشر بن جاؤں میرے نزدیک لڑکیاں مردود تھیں میں لڑکیوں سے دور بھاگتا تھا بیڈ پر دراز ہو کر میں نے بیڈ فون کانوں سے لگا لیا اور کب موسیقی سننا سنتا خوابوں کی دنیا میں چلا گیا مجھے پتہ نہیں چلا۔

صبح میری ٹھیک سات بجے آنکھ کھل گئی زبا دھو کر ناشتہ کر کے میں پورے آٹھ بجے اپنے آفس میں موجود تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنی نیم کیسا تھ اس ہونٹیں گیا جہاں کل ہوئے تھے میں نے استقبالیہ کی دس دن کی پوری لسٹ چیک کی جس دن سڈنی کا کل ہوا تھا اس دن اندر آئے اور جانے والوں کے نمبر اور ایڈریس نوٹ کر کے سب سے پوچھ چاچھ کی گئی لیکن ان سب میں سے کوئی بھی وہ قاتل نہیں تھا میری حیرت وہ چند ہی میں نے سختی سے دو تین بار استقبالیہ میں نام درج کرنے والے سے پوچھا کہ کہیں اس سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی

میں آئی تھی کہ مجھے ان کے کیس پر کام کرنے کے طریقے پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کیسا کام کر رہے ہیں یہ خیال میں نے رو کر دیا۔ اور خود سے کہا کہ میں اپنے طریقے سے خود ہی یہ کیس حل کروں گا اس کے لیے مجھے کسی کی نقل یا مدد کی ضرورت نہیں جانتا تھا کہ بے شک یہ اتنا آسان نہیں لیکن پھر بھی میں نے ان دونوں کی مدد لینے سے انکار کر دیا تھا میں نے ایسا کیوں کیا میں خود نہیں جانتا تھا کافی قسم ہونے کے بعد اسپیکٹر نام میرے آفس سے چلے گئے۔ لیکن مریلین براجمان زہی میں اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ کہ یہ اٹھ کر کیوں نہیں جا رہی ہے۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہو مریلین نے اٹھا کر کہا۔ نہیں پوچھ نہیں۔ میں یکدم چونکا۔

کو ریلنس مجھ میں ایسی کیا کی ہے جو تم مجھ سے اتنا سرور و یہ دیکھتے ہو مریلین نے گہری سانس لے کر کہا۔ یہی کہنے کے لیے مریلین اٹھ کر نہیں گئی تھی اس نے تنہائی کا فائدہ اٹھا کر مجھ سے یہ سوال کر ڈالا مریلین کے روز روز کے سوالوں سے میں تنگ آ گیا تھا وہ اکثر مجھ سے یہی سوال کرتی تھی نچانے کیوں مجھے اس میں کشش محسوس نہیں ہوتی تھی میں نے بھی اس کے ایسا کہنے کا ناجائز فائدہ بھی نہیں اٹھا یا تھا میری جلد کوئی اور ہوتا تو یقیناً وہ ناجائز فائدہ اٹھاتا۔

اسپیکٹر مریلین یہ پولیس انٹیشن ہے یہاں ایسی باتیں آپ کو شوپ نہیں دیتیں آپ ڈیوٹی پر ہیں زیادہ مریلین موفورو بننے کی کوشش مت کیجئے۔ اگر آپ کو ایسا کچھ کرنا ہی ہے تو پلیز آپ فلم لائن میں جائیے میں نے غصہ سے کہا۔

مریلین کو میری بات کا بہت غصہ لگا وہ خوشنوار نظروں سے مجھے گھورتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی وہ کوئی بھری ہوئی شیرنی معلوم ہو رہی تھی مریلین پاؤں بٹختی ہوئی میرے آفس سے باہر چلی گئی مجھے کوئی

نے شوٹی سے کہا جب میں اسپیکر ڈونلڈ کے ساتھ  
ان کے گھر جاتا تھا تو میری کوشش ہوتی تھی کہ  
آؤں سے میرا سامنا نہ ہی ہو تو اچھا ہے اور فون  
اکڑوہ مجھے خود ہیکر لی تھی میں نے اسے بھی کوئی  
فون یا سچ نہیں کیا تھا جب بھی اس کا فون آتا تھا تو  
میں اٹھایا تو بھی فون آف کر دیتا اور سچ کا  
جواب دے دیتا ویسے ہی دینا پسند نہیں کرتا تھا۔

معروف تھا اسی لیے میں نے سرویس میں کہا۔  
آپ کو میری یاد نہیں آتی آؤں نے  
رہنٹنگ ہوتے ہوئے کہا۔ دل و چاہا کہ نہ کروں  
مگر بہت نہیں ہوئی۔

میں اسکی کوئی بات نہیں۔ میں نے ٹک آکر  
کہا آؤں کھلکھلا کر ہنس پڑی۔  
پھر یہی بات ہے۔

مجھے نہیں معلوم۔ مجھے غصہ آ گیا۔  
مجھے تو آپ کی بہت یاد آتی ہے۔ میرا بس  
چلے تو میں زندگی کا ہر لمحہ آپ کیساتھ گزاروں آؤں  
کی جذبات میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔

اچھی بات ہے ہوتا ہے ایسا میں نے سنجیدگی  
سے کہا۔

آپ کہتے ہو دیکھ انسان ہیں۔ آؤں سمجھ گئی  
کہ میرے ساتھ اس کی بات نہیں بننے والی۔  
تقریب کا شکر یہ میں نے زیر لب مسکراتے  
ہوئے کہا

بھاڑ میں جاؤ۔ آؤں غصے سے بول کر فون  
بند کر گئی۔ میں نے جنتے ہوئے فون ایک طرف  
دکھ دیا اور شکر یہ دیا کہ آؤں سے جان تو چھوٹی  
بدلت ساڑھے دس بجے میرے ساتھ پورے  
ٹک کے لیے یہ دھماکے خیز اور حیران کن خبر تھی کہ  
نوبم سب کے روٹھے کھڑے کرنی تھی وہ یہ کہ اس  
ہول کے اسی کمرے میں ایک اور لڑکی کا قتل منظر  
عام پر آیا قتل ہونے والی لڑکی کا نام لوی تھا ایسا

لیکن ہر بار اس کا ایک بچہ اب تھا کہ اس دن جتنے  
لوگ یہاں آئے تھے انب کے نام درج ذیل ہیں  
ان کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں آیا یہ سب کرتے  
کرتے سہ پہر ہو گئی تھی میں دلہن پولیس اسٹیشن  
آ گیا اور ابکار سے کہہ کر کھانا منگو کر کھانے لگا کچھ  
سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کافی پراسرار اور دلچسپ کھیل  
تھا ساتھ میں الجھا ہوا بچہ مری دلہن اس میں مزید  
پڑھتی جا رہی تھی کچھ بھی کر کے میں اس کیس کی تہہ  
نگھانا چاہتا تھا میں نے شہرے تمام ہوٹلز کے باہر  
بغیر وردی کے پولیس کھڑکیروں کی بھی اور سب کو بھی  
سے ہدایت کی تھی کہ ہر آنے جانے والے آدمی پر  
نظر رکھی جائے کہ کون کیا کر رہا ہے سڑک ڈونلڈ کی طرح  
نہ سے اجازت تھی کہ اس کیس کو حل کرنے کے  
لیے جو کچھ بھی کرنا پڑے کرو کیونکہ یہ پولیس والوں  
کی عزت کا سوال تھا۔ لوگوں نے بڑتال کر رکھی  
تھی۔ میڈیا والے الگ بات کو اچھا حال رہے تھے  
اور تینوں لڑکیوں کے والدین ان کو انصاف دلانے  
کے لیے کوشاں تھے۔

سچ میں مجھے اور نام کو جوائن کرو گے انیسٹر  
مریلین کی آواز پر میں چونکا

جی نہیں شکریہ۔ میں سچ کر چکا ہوں۔ میں  
نے ساٹ لہجے میں کہا مریلین مجھے دو تین منٹ  
بجپ نظروں سے گھورتی رہی پھر بغیر کچھ کہے دلہن  
چلی گئی میں نے بے خیالی میں کدھے اچکائے وہ  
ایک بار پھر ناراض ہو کر چلی گئی ہے میں نے کرسی  
سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں جب ہی فون کی  
تھنٹی نے مجھے ایک بار پھر چونکا دیا فون میرے  
موہاں پر آ رہا تھا اور اسکرین پر میں آؤں کا نمبر  
جنگل گارہا تھا میں نے اتار کر فون اٹینڈ کیا۔

ہیلو میں نے کہا۔

لگتا ہے آپ ہمیں بھول ہی گئے ہیں اتنے  
دن سے نہ کوئی سچ نہ فون ملنے بھی نہیں آئے آؤں



کیسے ممکن تھا جب کہ میں نے پورے شہر سے کے ہوٹلوں کے باہر بغیر وردی کے پولیس کمری کی ہوئی تھی اور کالی اچھے سے نظر رکھی جا رہی تھی۔

میں نام اور مرلیین ہوٹل پہنچے تو سب پولیس والے شرمندگی سے سر جھکائے ہوئے کمرے تھے وہ شاید ہماری ڈانٹ ڈپٹ سننے کے لیے تیار تھے۔

نام ان سے باز پرس کرنے لگا میں اور مرلیین استقبال پر پہنچے لیکن وہاں سے پہلے کی طرح اس بار بھی چٹا کر لڑکی اکیلی ہی یہاں موجود تھی ایسا کیسے ہو سکتا تھا ہمیں ہوٹل والوں پر شک ہوا کہ کہیں یہ لوگ عورتوں کا دھندا تو نہیں کرتے نہانے کیوں ہمیں شک ہو رہا تھا کہاں لڑکیوں کے قتل کے پیچھے

ہوٹل والوں کا ہی ہاتھ ہے جب ہی تو ہم خالی ہاتھ واپس لوٹ جاتے تھے ہمیں شک ہو رہا تھا کہ یہ لوگ ہم سے جھوٹ بول رہے ہیں اور انہی ہوٹل والوں کا وہ آدمی ہے جو ایسا کرتا ہے اور شاید یہ

سب اسے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں مرلیین اپنی ٹیم کے ساتھ ہوٹل کے تمام افراد سے پوچھنا چھ کرنے لگی اور میں اس کمرے میں آ گیا جہاں ہونے والا یہ چوتھا قتل تھا دروازہ اندر سے قفل تھا

میں نے ہوٹل والوں سے چابی لے کر اسے کھولا اور اپنی ٹیم سمیت اندر داخل ہو گیا۔ میں نے اپنے ساتھ آئے ہوئے ہلکار ساتھیوں سے کہا کہ وہ کمرے کا کون کونا چھان ماریں جو سکتا ہے کہ یہاں کوئی تہہ خانہ ہو یہ خیال اچانک سے میرے ذہن

میں آیا تھا کیونکہ دروازہ ایک بار پھر قفل دیکھ کر مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے کہ قاتل کہاں سے بھاگا مگر کمرے میں تہہ خانے کا کوئی نام

وہ نشان تک موجود نہیں تھا میں نے دور ہی سے ایک نظر ڈال کر بیڈ پر پڑی مرد لڑکی کو دیکھا لڑکی شکل سے ہی بیس سال کی ہوگی اس کے جسم پر لباس نام

کی کوئی چیز نہیں تھی میں نے آنکھیں چرا تے ہوئے

اس پر چادر ڈال دی اور اس کی وحشت سے کھل آنکھیں بند کر دیں جو کہ اس طرح کھلی تھیں جیسے مرنے سے پہلے اس نے بے حد خوفناک چیز دیکھ لی

ہو میری ٹیم نے کمرے کا اچھے سے معائنہ کیا لیکن اس بار بھی کوئی قابل بخش چیز ہمارے ہاتھ نہ لگ سکی میرا ذہن ماؤف ہو گیا۔ کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اس

کیس کو کیسے حل کروں کیس مزید الجھا جا رہا تھا۔ بہت سے سوال تھے جن کا جواب میں ہر حال میں

چاہتا تھا۔ ہم سب کام ختم کر کے پولیس اسٹیشن واپس آ گئے کھانے کھانے کو بھی دل نہیں کر رہا تھا میرا ذہن مسلسل کسی کے متعلق سوچے جا رہا تھا نام

اور مرلیین بھی میرے ساتھ موجود تھے۔ ہوٹل والے تمام لوگ بے قصور ہیں انکا لڑکیوں کے قتل سے کوئی لینا دینا نہیں ہے میں نے

انکا بار یک منی سے پتہ لگایا ہے لیکن کچھ ہاتھ نہیں لگ رہا مرلیین نے گفتگو کا آغاز کیا۔ میں خاموش رہا اور اس بار لڑکیوں کے قتل کا ذمہ دار نہانے میرا

دل مجھے کیوں کہہ رہا تھا وہ اس لیے شاید کہ میں ایک پولیس انسپکٹر ہو کر ان کے لیے کچھ کرنے سے قاصر تھا۔

ہمیں مل کر اس کیس پر کام کرنا چاہیے نام نے کہا تو میں یوں چوٹا جیسے نیند سے بیدار ہوا ہوں

میں اپنا سوچوں سے باہر آ گیا۔ ہاں م ٹھیک کہتے ہو میں نے نام کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں اسے کچھ نہیں کر سکتا اس دن خواہ خواہ میں کسی ملے کی خوشی سے پاگل ہو گیا تھا جو راز یادہ کہہ گیا تھا مجھے اپنے کہے پر ندامت ہوئی۔

تو ہمیں سب سے پہلے کیا کرنا ہو گا۔ مرلیین نے سوال کیا۔ اسی دوران ایک ہلکار اندر آیا اور اس نے ہم

عجب کھیل

خونفاک ڈائجسٹ 100

جولائی 2014

انسپکٹر ڈونلڈ کو ہماری باتوں پر یقین تھا انہوں نے کہا۔ میں سب جانتا ہوں لیکن وہ لوگ نہیں سمجھ رہے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم پولیس والے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔

آپ فکر نہ کریں سر ہم جلد ہی یہ کیس حل کر لیں گے میں نے مضبوط لکچر میں کہا۔ رات ہو چکی تھی ڈیوٹی آف ہو جانے کے بعد ہم تینوں پولیس اسٹیشن سے نکلے تو میڈیا والوں نے ہمیں گھیر لیا۔

سر ڈیڑھ ماہ میں چوتھی لڑکی کو مار دیا گیا اس بارے میں پولیس کچھ کر کیوں نہیں رہی ہے ایک صحافی نے سوال کیا۔

دیکھئے ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں جلد ہی قاتل سلاخوں کے پیچھے ہو گا میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ میں میڈیا والوں سے جان چھڑانا چاہتا تھا بمشکل ہم تینوں اپنی اپنی گاڑی تک آئے اور گھر آ گئے میں نے بیڈ پر لیٹر سکون کی سانس لی میری عادت تھی کہ باہر کا کام باہر ہی چھوڑ کر آتا تھا گھر پر اس بارے میں بالکل کچھ نہیں سوچتا تھا لیکن یہ ایسا کیس تھا جس نے میری زندگی حرام کر دی تھی ایک بل مجھے چین نہیں آتا تھا ہر وقت کیس کے متعلق سوچتا رہتا اس وقت بھی میرا ذہن کیس کی طرف ہی تھا میں چاہتے ہوئے بھی اس کا خیال اپنے ذہن سے نہیں نکال پار ہاتھ آخر کو کسی لاپرواہی ہوئی ہے مجھ سے جو ایک اور مصوم لڑکی کی جان چلی گئی ہے اگر آج کوئی لاپرواہی نہ ہوئی ہوتی تو یہی لڑکی کی جان بچ سکتی تھی اور قاتل ہماری حراست میں ہوتا یہی سب سوچتے سوچتے نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی اور مجھے ہر طرح کی پریشانی سے نجات مل گئی۔

اگلا دن معمول کے مطابق گزر رہا تھا ہم تینوں مل کر ڈیوٹی نبھا رہے تھے ہماری کوشش تھی کہ اس بار

تینوں کو سلوٹ کر کے پیغام دیا کہ انسپکٹر ڈونلڈ ہمیں اپنے آفس پر طلب کر رہے ہیں۔ ہم تینوں کی سائیس ٹیم ہو گئیں بے شک وہ مجھے پٹا سمجھتے تھے لیکن ڈیوٹی کے وقت رشتے داری بھی نہیں چلتی اور پھر یہاں تو چار لڑکیوں کے قتل کا معاملہ تھا ہم تینوں جانتے تھے کہ ہماری خوب کلاس لگنے والی ہے ہم تینوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا اور خود کو انسپکٹر ڈونلڈ کی ڈانٹ سننے کے لیے تیار کر لیا۔ اور اٹھ کر ان کے آفس چلے گئے ہم نے ان سے اندر آنے کی اجازت لی اور ان کو سلوٹ کر کے ان کے سامنے شانے چوڑے کر کے ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت وہ لوی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کی ورثی گردانی کر رہے تھے۔ جس پر لکھا تھا لڑکی کی موت خون کی کمی ہونے کی وجہ سے واقع ہوئی ہے انسپکٹر ڈونلڈ نے پوسٹ مارٹم رپورٹ ایک طرف رکھ کر ہم تینوں کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ کیا ہو رہا ہے تقریباً ڈیڑھ ماہ میں یہ چوتھا قتل ہے اور اب تک قاتل ہماری پہنچ سے دور ہے تم لوگ اپنی ڈیوٹی ٹھیک سے انجام کیوں نہیں دے رہے انسپکٹر ڈونلڈ نے نرم مگر اونچے لہجے میں کہا۔ سر میں نے تمام ہوٹلوں کے باہر پولیس کھڑی کی تھی لیکن اس کے باوجود وہ قاتل نہانے اندر گئے آیا اور ہوٹل والوں کا کہنا ہے کہ اس بار بھی لڑکی اگلی ہی اندر موجود تھی اور اس بار بھی دروازہ اندر ہی سے بندھا میں نے کہا۔

سر ہمیں ہوٹل والوں پر شک ہوا اور میں نے سب کے بارے میں ہر ایک جہی سے چھان بین کی مگر کچھ خاص نہیں ملا وہ سب بے قصور ہیں یعنی ان میں سے کوئی بھی وہ قاتل نہیں اس بار سریلیمن نے حوصلہ دیکھا یا۔

سر ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں نام بولا۔



چھٹی نہیں کی تھی میں نے اپنے فون سے مرہیلین کے نمبر پر کال کی مگر دوسری طرف سے آواز سنائی دی کہ موبائل بند ہے۔ میں نے کال بند کر کے فون جیب میں رکھ لیا اور انسپکٹر تام کے کیمین میں چلا گیا۔

آؤ کورٹنٹس بنیو۔ آج صبح انسپکٹر تام نے خوشدلی سے کہا میں کرسی پہنچ کر براجمان ہو گیا۔

مرا آج انسپکٹر مرہیلین نہیں آئی حیرت۔ یہ میں اصل موضوع پر آیا۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں میں یہاں آنے سے پہلے اسی کے پاس سے پھر لگا کر آ رہا ہوں انسپکٹر تام نے جواب دیا مجھے تسلی ہو گئی کہ میں تام کے آفس میں بیٹھا۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا اور پھر اپنے آفس میں آ کر براجمان ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ ڈیوٹی آف ہوتے ہی مرہیلین کا حال دریافت کرنے جاؤں گا اس کے بعد میں باقی کاموں میں مصروف ہو گیا۔ اور کب رات ہوئی پتہ ہی نہیں چلا مجھے کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ ٹھیک ساڑھے دس بجے فون کی گھنٹی بجی میں نے فون کا لے لگا کر کہا ہیلو انسپکٹر کورٹنٹس سیکرٹریک۔

مر جلدی یہاں آئے ایک اور قتل ہو گیا ہے دوسری طرف سے طرف سے آواز سنائی دی۔

کیا میرے منہ سے بے اختیار نکلا فون اسی ہوٹل کی طرف سے تھا جہاں پہلے چار قتل ہوئے تھے میں نے فون رکھا اور انسپکٹر تام اور اپنی ٹیم کے ساتھ ہوٹل کی طرف گاڑی دوڑائی میں اور تام استقبالیہ میں پہنچے۔

مر میں نے آپ کو فون کیا تھا ہوٹل کے ریپٹنٹ نے کہا۔ سب کے چہروں کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں کیونکہ ہوٹل کے باہر پولیس کا پہرہ تھا پھر دوبارہ قتل کیسے ہوا اس بار بھی اندر آنے والی واحد لڑکی تھی جو اکیلی ہی اندر موجود تھی ہوٹل کا منیجر

کئی قتل نہ ہو اور قاتل پکڑا جائے ہم دن رات کمر توڑ محنت کر رہے تھے مگر کچھ ہاتھ نہیں لگ رہا تھا لوسی کے والدین کو خبر کر دی گئی تھی وہ رونے لگے اور ہم تسلیاں دیتے گئے پورا ایک مہینہ ہمیں ادھر ادھر چھان بین کرتے ہوئے گزر گیا۔ مگر ہم تمام کوششوں کے باوجود ناکام تھے میڈیا والوں نے ناک میں دم کر رکھا تھا لڑکیوں کے والدین روز پولیس اسٹیشن آ کر پوچھتے کہ کیس کہاں تک پہنچا ہے ہم ہر دفعہ انہیں ایک نئی امید دلا کر چلا کر دیتے ہاں اگر اس مہینہ میں جو خاص بات ہوئی وہ یہ کہ دوبارہ کسی لڑکی کا قتل نہیں ہوا شاید قاتل پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو گیا تھا مکمل خاموشی چھا گئی تھی باہر قاتل شہر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا کچھ پتہ نہیں تھا لیکن کسی اور شہر سے اس طرح کے قتل کی خبر نہیں آئی تھی جس کا مطلب تھا کہ قاتل اسی شہر میں کہیں نہ کہیں موجود تھا اور صحیح موقع کی تلاش میں تھا ایک اور خاص بات جو اس مہینے ہوئی وہ یہ کہ انسپکٹر مرہیلین کافی دلوں سے سب سے پہلی تھیں سی تھی مجھ سے بھی دو صحیح طرح سے ڈیوٹی بھی انجام نہیں دے رہی تھی صحیح معنوں میں اس کا کام پر دل نہیں لگ رہا تھا وہ اکثر خیالوں میں کھوئی رہتی تھی میرے پوچھنے پر بھی نہ بتاتی بس ہنس کر ٹال جاتی مرہیلین کا یہ رویہ میں سمجھ نہ سکا وہ ایسی کون ہو رہی تھی ایک طرح سے تو میں خوش بھی تھا کہ انسپکٹر مرہیلین سے میری جان چھٹ گئی مگر بھی کبھار مجھے خیال آتا کہ وہ ایسا جان بوجہ کر تو نہیں کر رہی تاکہ میں اس کے قریب آ جاؤں کیونکہ اس کے اس رویے کو صرف میں نے ٹوٹ کیا تھا کسی اور نے نہیں لیکن پھر خود ہی اپنی سوچ پر ہنس پڑتا اور اس خیال کو جھٹک دیتا۔

آج صبح میں پولیس اسٹیشن آیا تو انسپکٹر مرہیلین موجود نہیں تھی پتہ کرنے پر پتہ چلا کہ آج وہ چھٹی پر ہے ایسا پہلی بار ہوا تھا اور نہ انسپکٹر مرہیلین نے بھی

تخت پریشان تھا کہ یہ سب اسی کے ہونے میں کیوں ہو رہا تھا میں اور نام ہونے کے اسی کمرے میں بھاگے لیکن دروازہ اندر سے مقفل تھا ہم نے زور لگا کر دروازہ کھول دیا اندر کا منظر دیکھ کر میرے اور نام کے پیروں تلے سے زمین اٹھ گئی بیڈ پر بے لباس انسپکٹر مریلین بے سد ہڑی ہوئی تھی۔ اب سارا معاملہ سمجھ میں آیا کہ مریلین جب برتاؤ کیوں کرنے لگی تھی شاید وہ انجانے میں اس قاتل سے دل لگا بیٹھی تھی جس نے اس کی جان بچائی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے مریلین کے بارے میں بھی دعویٰ کیا تھا کہ پہلے چار لڑکیوں کے بارے میں بتا چکی تھی خون کی کسی شخص کا مطلب تھا کہ قاتل ہم سے دو ہاتھ آگے نکلا ہمیشہ کی طرح اس بار بھی کمرے سے کچھ حاصل نہ ہوا اور مریلین کی بھی رپورٹ نے ہی بتایا کہ اسے حوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا لیکن پھر وہ بے لباس کیوں میں ریسٹورنٹ کے باہر پہنچی کر ایک بیچ پر اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا مجھے بہت دکھ ہو رہا تھا مریلین کے ہونے چلے جانے سے اگر مجھے پتہ ہوتا کہ اسی کی زندگی کا یوں اختتام ہو گا تو میں اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیتا جو میں نے اس کا دل دکھا کر کئے تھے مجھے بہت شرمندگی ہو رہی تھی ایک عجیب بوجھ چڑ گیا تھا۔ میرے دل میں کاش میں اس کے ساتھ ایسا نہ کرتا پھر میں اس سے کسی طرح پوچھ ہی لیتا کہ اسے کیا ہو گیا ہے وہ آج کل عجیب برتاؤ کیوں کر رہی ہے اسی اثنا میں نام میرے برابر براہمان ہو گیا اور میرا شانہ چھتا کر بولا۔

میں جانتا ہوں دوست تم اس وقت کیا سوچ رہے ہو خیر کوئی بات نہیں اب وہ بہت دور چلی گئی ہے آہستہ آہستہ بھول جاؤ گے اسے بہت پیار کر لی تھی وہ تمہیں لیکن تمہاری بے رخی اسے تکلیف دیتی تھی میں نے کئی بار اس سے پوچھنے کی کوشش کی کہ

وہ بولتی ہے ایسا کیونکر ہے مگر وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ کہہ کر مائلتی تم کیا سمجھتے تھے کہ اس کا بدلاؤ صرف تم نے فور کیا تھا نہیں دوست وہ سب میں اس قاتل سے محبت کرنے لگی تھی میں جانتا تھا کہ ایسا کچھ ضرور ہے مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ جس سے وہ پیار کرنے لگی ہے وہ وہی ہی قاتل ہے جس کی ہمیں تلاش ہے میں آخری بار جب ملا تھا اس سے تو اس نے سیدھے منہ بات نہ کی بس اتنا کہ کہ اس کی طبیعت عجیب نہیں ہے اس لیے آج وہ پولیس اسٹیشن نہیں آ رہی قاتل بہت ہی شاطر ہے اس نے مریلین کو خوب الجھے سے اپنے شکلبے میں پھنسا لیا تھا بھی تو وہ اپنا منہ نہیں کھولتی تھی لیکن شاید مریلین کو اپنی موت کا دکھ نہ ہو کیونکہ جس سے وہ پیار کرتی تھی اسی نے اس کی جان لی نہ کہ کسی اور نے محبوب کی ہانپوں میں جان دینا قسمت والوں کو نصیب دیتا ہے نام نے گہری سانس لے کر بات ختم کر دی۔

لیکن وہ اتنی بیوقوف کیسے ہو سکتی ہے کہ اس آدمی کے ساتھ اسی ہونے کے اسی کمرے میں چلی گئی میں نے بھیگی ہوئی ہانپوں کے ساتھ کہا۔

عشق اندھا ہوتا ہے دوست جب ہو جاتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا ہے اور پھر مریلین کون سا جانتی تھی کہ اس کا محبوب قاتل ہے رقی ہونے اور اس کمرے کی بات وہ مریلین نے زیادہ غور نہیں کیا ہو گا نام نے آسمان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

تمہیں کسی سے پیار ہوا۔ میں نے انجانے میں ہی یہ سوال کر ڈالا۔

ہاں نام اٹھ گیا۔ مریلین سے نام نے کہا اور چلا گیا اور میں اسے دم بخود جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا۔

ساری رات کروٹیں لیتے ہوئے گزر گئی ایک مل کے لیے بھی سکون کی نیند نہ آ سکی مریلین کا چہرہ



آنکھوں پر رقص کرتا رہا۔ اگلی صبح مریمین کی تدفین کے بعد میں نے جیب سے موبائل نکال کر آئرس کو فون کیا رابطہ ہوتے ہی میں نے اس سے کہا۔  
اگر میری کسی بات سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو تو پلیز مجھے معاف کر دینا لیکن میں اور تم ایک نہیں ہو سکتے۔ میری بات پر آئرس بہت خیران ہوئی تھی اس کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔  
کو ریٹیکس یہ تم ہو۔

ہاں اپنا خیال رکھنا گڈ بائے۔ میں نے کہہ کر فون بند کر دیا اسے کچھ کہنے کا موقع بھی نہیں دیا نبھانے وہ کیا سوچ رہی ہوگی لیکن مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا میرے دل پر جو بوجھ تھا وہ میں نے اسے کہہ دیا تھا اب آگے اس کی مرضی۔  
میں اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا جب ہی فون کی تھنڈی کی آواز سنائی دی میں نے چونک کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا اور فون اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

ہیلو انسپکٹر کو ریٹیکس۔ دوسری طرف سے بہت ہی باریک اور خوبصورت آواز آئی جو کہ لڑکی کی تھی سر میں آپ کو کچھ انفارمیشن معلومات دے سکتی ہوں کہ یہ چار لڑکیوں کا قتل کون اور کیسے کرتا ہے میں حیرت سے چونکا۔

ہاں ہاں بتاؤ تم نے اسے کہاں دیکھا سب بتاؤ تفصیل سے میں سن رہا ہوں میں نے ہاتھ میں کاپی پنسل پکڑ لی۔

نہیں سر میں آپ کو فون پر نہیں بتا سکتی۔ جواب میں اس لڑکی نے کہا۔  
کیوں۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

یہ جاننے کے لیے آپ کو کہنے میں آنا ہوگا میں آپ کا وہاں انتظار کر رہی ہوں وہیں پر میں آپ کو سب تفصیل سے بتاؤں گی لڑکی نے کہنے کا نام بتا کر رابطہ منقطع کر دیا۔ مجھے بہت غصہ آیا لیکن

ضبط کر گیا کیونکہ قاتل تک پہنچنے کا یہی ایک ذریعہ تھا اگر اس لڑکی سے کچھ پتہ چلتا ہے تو یہ میرے لیے بہت ہی اچھا ہوگا اور میں کیس جلد پورا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا ساتھ میں میری شہرت بھی زیادہ ہو جائے گی اور انسپکٹر سے کمشنر بن جاؤں گا میں نے ان خیالوں کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا کیا فضول سوچ رہا تھا میں۔ میں نے سر پر کیپ لی اور پولیس اسٹیشن سے پیدل ہی چل دیا کیونکہ جس کیفے میں وہ تھی وہ نزدیک ہی تھا میں ان کیفے کے اندر داخل ہو کر ارد گرد نظر میں دوڑا میں ایک لڑکی نیپل پر اکیلی ہی براہ بیان تھی اس نے گلابی شرٹ اور نیلی جینز پہنی ہوئی تھی بال اس کے گولڈن تھے جو کہ اس کی صرف گزروں کو ڈھانپے ہوئے تھے دھودیا رنگت معصوم چہرہ ایسی خوبصورتی میں نے پہلی بار دیکھی تھی میرا دل خوشی سے اچھلتے لگا۔ جب لڑکی نے اپنے خوبصورت چہرے پر ایک دل نشین مسکراہٹ بکھیر کر مجھے ہانچ کے اشارے سے بلوایا میں مردانہ چال چلتا ہوا اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔  
اور نرمی سے پوچھا۔

آپ ہی نے مجھے کال کر کے یہاں آنے کے لیے کہا تھا۔  
جی ہاں۔ وہ مسکرا کر بولی۔

میں کرسی کھینچ کر اس کے سامنے براجمان ہو گیا اپنی اس کیفیت کو میں کن فنکشن میں بیان کروں۔ اس کا اتنا حسین چہرہ نزدیک سے دیکھنے کے بعد نہانے کیوں میں ناچا ہے ہوئے بھی اس کے سر میں گرفتار ہو رہا تھا۔ میں نے خود کو سنبھال لیا کیونکہ میں لڑی ہوئی پر تھا۔

جی آپ کا نام۔  
سلیما۔ اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا پھر وہیٹر کو دو کپ چائے کا آرڈر دیا وہیٹر چائے دو پیالے رکھ کر چلا گیا تو میں نے گفتگو کا

آغاز کرو۔

آپ نے قاتل کہاں دیکھا اور آپ اس کے بارے میں کسے جانتی ہیں کیا آپ اس کے ساتھ کسی قسم کے تعلق میں رہ چکی ہیں وہ دکھتا کیسے ہے کہاں رہتا ہے مجھے سب تفصیل سے بتائیں مجھے بہت تجسس ہو رہا تھا میں نے ایک ہی سانس میں سلیٹا سے بہت سارے سوال کر ڈالے سلیٹا ابھمن آمیز ہنسی ہنسی کہ یہ اچانک سے مجھے کیا ہو گیا ہے سلیٹا نے چائے کا کپ اپنے ہونٹوں سے انگ کر کے ایک طرف رکھا اور میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

اتنی بھی جلدی کیا ہے میں خیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

میرا ڈیوٹی پر اب دل نہیں لگتا تھا میرا زیادہ وقت اب سلیٹا کے ساتھ ہی گزرتا تھا ڈیوٹی کے اوقات میں بھی ہم فون پر رابطہ رکھتے اور فرسٹ میں تو دسے ہی وہ میرے ہمراہ ہوتی ہم دونوں اکٹھے ڈنر کرتے اور ادھر ادھر مگھوتے پھرتے تھے میں سلیٹا کے عشق میں ہر طرح گرفتار ہو چکا تھا وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتی تھی میں اس کی قربت پا کر بہت خوش تھا میری زندگی بہت خوبصورت ہو گئی تھی میں خود کو دنیا کا خوش نصیب مرد سمجھتا تھا۔ کیونکہ میں نے جسے ایک نظر میں اپنے دل میں بسا لیا وہ مجھے بنا چاہے بنانا لگے یونہی مل گئی تھی میری نظر میں سلیٹا سے بڑھ کر کوئی خوبصورت لڑکی نہیں تھی شاید ہم دونوں بنے ہی ایک دوسرے کے لیے تھے بھی تو میں سلیٹا سے پہلے عشق لفظ سے کوسوں دور تھا مگر سلیٹا کے آجانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ حقیقت میں پیار سے کام میں نے سلیٹا سے دوبارہ کبھی قاتل کے تعلق نہیں پوچھا تھا نہ ہی اس نے مجھے کبھی قاتل کے بارے میں کچھ بتایا ہم جب بھی

ملتے ہمارے سچ صرف پیار و محبت کی باتیں ہوتیں اور اتنے پیار سے کاموں کے سچ کوئی یہ قوف ہی ہو گا جو ڈیوٹی نبھائے گا۔ میں تو جیسے بھول ہی گیا تھا کہ میں ایک پولیس انسپکٹر ہوں مجھے پانچ لڑکیوں کو انصاف دلوانا ہے مجھے تو ان سب کی بھی پروا نہیں رہی تھی کہ میڈیا والے لڑکیوں کے والدین لوگ اور انسپکٹر ڈائریکٹ نے مجھ سے امیدیں لگا رکھی ہیں سلیٹا جب بھی میرے سامنے آتی اس کا خوبصورت ہنسا مسکراہٹ ہوا چہرہ دیکھ کر میں سب کچھ بھول جاتا ساری حکمت پریشانی یونہی لمحوں میں دور ہو جاتی میں دنیا و مافیاء سے بے خبر اپنی ہی دنیا میں مست ہو جاتا۔ آج سلیٹا کا ہاتھ لے لے تھا میں نے اسے سر پر اتار دینے کا فیصلہ کیا میں نے ایک ہونٹ میں خوبصورت کمرہ بک کر دیا ہے شک میری تنخواہ زیادہ نہیں تھی لیکن پھر بھی میں نے سلیٹا کے لیے مہینے ہونٹ کا کمرہ صرف ایک رات کے لیے خریدا میں جانتا تھا کہ وہ ضرور یہ سر پر اتار دیکھ کر بہت ہی خوش ہوگی۔ کیونکہ اکثر وہ مجھ سے خفیہ ملاقاتوں کا منتظر تھی چکا مطلب تھا دنیا والوں کی نظروں سے اوجھل کہیں دور صرف وہ اور میں مجھے اس کا ایسا کہنا بہت ہی اچھا لگتا تھا لیکن یہ سر پر اتار میں اسے اچانک اور خاص دن دینا چاہتا تھا۔ اور آج یہ سر پر اتار دینے کا دن آ گیا تھا سلیٹا کی ہاتھ لے لے پر ایسا گفت و شنید تھا مجھے بہت بہتر لگا۔ چنانچہ میں نے تمام تیاریاں مکمل کر لیں یہ دن میرے اور سلیٹا کے لیے بہت خاص دن تھا جس کی یاد میں ہم برسوں تک بھلا نہیں پائیں گے ہم دونوں نے مل کر مستقبل کی بھی پلاننگ کر لی تھی ہم دونوں ایک دوسرے سے شادی کے خواہش مند تھے میں ہونٹ کے کمرے میں موجود تھا کمرے میں نیلا کالین بچھا ہوا تھا کمرہ بہت ہی بڑا اور عاید شان تھا۔ شیشے کی دیوار ہائیں طرف تھی جہاں سے فرانس کا باہر کا نظارہ نظر آتا تھا کمرے

جولائی 2014

خونک ڈائجسٹ 105

عجب کھیل



خوبصورت آنکھوں میں سے موتی جیسے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے کہا میں نے مشروب کا گلاس اٹھا کر سلینا کو دیا اور ایک خود پکڑ کر ہونٹوں سے لگا یا سلینا نے ٹیپ پر مسکراتے ہوئے والا گانا لگایا ہوا تھا۔ میرا جنون تھا میری آنکھیں دھندلی ہونے لگیں میرے کانوں میں موسیقی کی آواز جاری تھی۔ ذریعہ لومی ٹو۔ میں نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولیں سلینا نشے میں نہیں تھی وہ مسکراتے ہوئے عجیب نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

I will always  
my tying love you till  
day ایک بار پھر موسیقی کی آواز میرے سماعت سے نکل آئی میرے اعصاب شل ہو رہے تھے اور اگلے ہی لمحے میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ ہوش جب آیا جب سلینا میری کلائی سے اپنا منہ لگائے نہانے کیا کر رہی تھی۔

اگلے ہی لمحے میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کر رہی ہے سلینا میرا خون چوس رہی تھی مجھے کھلے طور پر ہوش آچکا تھا میں جھٹ سے اٹھا اور سلینا کو ایک طرف دھکا دے دیا وہ بیڈ سے نیچے جا گری جب کہ میں بیڈ پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ سلینا کی شکل دیکھ کر میرے رونگھٹے کھڑے ہو گئے وہ کوئی بھری ہوئی شیرنی معلوم ہو رہی تھی ایک دیہات کی طرح اس کے دانت نوکیلے تھے اور آنکھیں خدا کی پناہ کیسی دہشت ناک تھیں مجھ اپنی کلائی پر جھکن کا احساس ہوا تھا میں نے دیکھا تو وہاں پر دوسرا رخ تھے جو سلینا نے اپنے نوکیلے دانتوں سے کئے تھے سلینا نے میری طرف خونخوار نظروں سے دیکھا اب مجھ آگیا تھا سلینا ہی وہ قاتل تھی جس کی ہم سب کو تلاش تھی سلینا جھٹ سے اٹھی اور اگلے ہی لمحے وہ مجھ پر حملہ آور ہونے والی تھی کہ میں نے اسے ایک بار پھر دھکا دیا اور وہ دوبارہ دوسری طرف جا گری

میں جلد یہ قسم کا ہر فریج پر آراستہ تھا جن کی ضرورت پڑ سکتی تھی کمرے کے درمیان میں ایک بیڈ تھا جسے خوشی سے گھورتے ہوئے میں نے پورے دربانوں کے ساتھ نہانے کتنے پیارے خواب جانتی ہوئی آنکھوں سے دیکھے ہوئے تھے اپنی جیب سے فون نکالا اور سلینا کا نمبر ملا یا رابطہ ہوتے ہی اس کی خوبصورت ہارنیک آواز میری سماعت سے نکلائی کوریلیکس ڈارلنگ کہاں ہو تم کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں میں نے مسکراتے ہوئے سلینا کو ہوٹل کا نام دور پہنچا کر اسے سیدھا یہاں آنے کے لیے کہا۔ سلینا کی آواز میں حیرت بھری خوشی تھی اس نے اوکے کہہ کر فون بند کر دیا میں نے اپنا فون ایک طرف صوفے پر پھینک کر سلینا کے ان خیالوں میں کھو گیا جو تقریباً چند منٹ بعد ہونے والا تھا میں اپنی خوشی کو کن الفاظ میں بیان کروں خوشی کے بارے میں تو جیسے پاگل ہو رہا تھا سلینا صرف میری ملکیت تھی یہ سوچ سوچ کر میرا دل خوشی سے پھولنے نہیں سارا تھا۔

میں نے بمشکل دس منٹ ہی انتظار کیا تھا کہ سلینا سرخ گاؤں میں چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی میں نے اس کی آمد اس کے پسندیدہ پرفیوم سے لگائی تھی مجھے اس کے اتنے جلدی آجانے پر حیرانی ہوئی مگر اس کا خوبصورت چہرہ دیکھ کر میں سب بھول گیا۔

وہی برتھ ڈے مائی وائل۔ میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا سلینا کی آنکھوں میں خوشی کی نمی اتر آئی۔

کوریلیکس تم نے اتنا کچھ میرے لیے کیا۔ سلینا کے آخری الفاظ اس کے گلے میں ہی رہ گئے۔

آج کی رات دس مت رو پلیز آج کی رات رونے کے لیے نہیں ہے میں نے سلینا کی

میں بھی بیڈ سے اتر گیا اگر عین وقت میری آنکھ نہ کھلتی تو میرا حال بھی وہی ہوتا جو باقی لڑکیوں کا ہوا تھا سلینا ایک بار پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی وہ اپنے رعبی تھی۔

سلینا تم یہ سب کیوں کر رعبی ہو تم تو مجھ سے پیار کرتی ہو۔ میں نے سلینا کو پرسکون کرنے کے لیے ایسا کہا۔

نہیں میں تم سے پیار نہیں کرتی میں ایک بدروح ہوں مری ہوئی ہوں میرے دوسرے ساتھی نے ان لڑکیوں کو جو حال کیا میں بھی تمہارے ساتھ ایسا کر کے اپنی پیاس بجھانا چاہتی ہوں سلینا نے آنکھیں نکال کر کہا۔

سلینا کی روح والی بات سن کر میں دم بخود رہ گیا تو تم یہ سب کرتے ہو کتنے ساتھی ہو تم لوگ۔ میں نے ہمت سے کہا۔ کیونکہ وہ خود ایک قاتل تھی اور میں کتنا بے وقوف تھا اور وہ کتنی ماہر لگی وہ مجھے اپنے پیار میں پھنساتی رہی اور میں پھنستا چلا گیا اتنی دیر سے قاتل میرے سامنے تھا اور میں بے خبر تھا۔

ہم دو ہیں میرے دوسرے ساتھی کا نام جیک ہے جیک نے ان پانچ لڑکیوں کو اپنی محبت میں پھنسایا اور انہیں ہونٹ لاکر انکے ساتھ حوس کی اور ان کا خون چوس کر اپنا پیٹ بھی بھر اسلینا نے عیادت بھری کسی ہنستے ہوئے کہا سب سمجھ آ گیا تھی تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں لکھا ہوتا تھا کہ خون کی کمی ہونے کی وجہ سے موت ہوئی اور یہ سب تو روح تھے بھی لڑکیوں کے جسم پر ان کی حوس کا ڈی این اے موجود نہیں ہوتا تھا مجھے دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی میرے دل سے ٹھیس اٹھ رہی تھی کہ میں نے جسے جاواؤ آخر کیا کلنگر میں نے حقیقت کو قبول کیا مگر میں سمجھیں اپنے ساتھ یہ سب نہیں کرنے دوں گا میں نے کہا اور جلدی سے شیشہ توڑ کر پیچے کود گیا۔

میں دہشت کے مارے اٹھ کر بیٹھ گیا دیکھا تو میں ہسپتال میں تھا میرے ارد گرد نرسیں اور ڈاکٹر موجود تھے میرے دل میں سلینا کا خوف بہت گیا تھا۔ آہستہ آہستہ سارا منظر میری آنکھوں کے سامنے گھوم گیا اور میں رونے لگا اسپیکر ڈونلڈ اور اسپیکر نام بھی میرے پاس ہی موجود تھے مجھے روتا ہوا دیکھ کر کچھ پریشان ہو گئے مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے کہ میں ہوئی میں کیا کر رہا تھا کیوں تھا وہاں کس کے ساتھ تھا اور ششے سے نیچے کیوں کودا میں نے گول مول کر کے تمام سوالوں کے جواب دیئے انکے چہروں سے لگتا تھا کہ انہوں نے میرے جوابوں کا یقین نہیں کیا مگر میں نے کوئی پروا انہیں کی میں سلینا کے بارے میں سب بتا کر اپنا مذاق نہیں بنانا چاہتا تھا میرے کہنے پر استقبالیہ رجسٹر لایا گیا اور یہ دیکھ کر میرے چہرے کا رنگ اڑ گیا کہ کمرے میں صرف میں اکیلا ہی موجود تھا ہونٹ والوں کا بیان بھی نہیں تھا کہ میں کمرے میں اکیلا موجود تھا اس کا مطلب تھا کہ سلینا کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی وہ ایک روح تھی میرے سوا وہ سب کے لیے غائب تھی صرف میں ہی اسے دیکھ سکتا تھا سب صاف سیدھا اور کچھ میں آ گیا تھا بھی دروازہ اندر سے مقفل ہوتا تھا کیونکہ وہ غائب ہو جاتے تھے انہیں بھلا کھڑکی یا دروازے سے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی۔

اگلے دن میں کافی بہتر محسوس کر رہا تھا میں نے اسپیکر ڈونلڈ کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ انہوں نے قدرے حیرت سے چونک کر میری جانب دیکھا۔

یہ کیا ہے۔  
میں ریزائن کر رہا ہوں سر میں قاتل کو پکڑنے کا



میں شرمندہ ہوں کہ میں ان پانچوں کو انصاف نہ دلواسکا۔ میں نے دونوک جواب دیا۔

لیکن بیٹے کو شش جاری رکھو انسپکٹر ڈوئل نے کچھ کہنا چاہا مگر میں نے ان کی بات کاٹ دی۔

میں سر میں ہار مانتا ہوں اب میں اس کیس پر کام نہیں کر سکتا۔ میں نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر میرے استعفیٰ پر ناخوش تھے مگر کچھ نہیں بولے انسپکٹر نام کے علاوہ شاف کے دیگر لوگوں نے

اور میڈیا والوں نے مجھ سے کئی سوال کئے میرا جواب ایک ہی تھا کہ میں ناکام ہو گیا ہوں جس مجھے معاف کیجئے۔

میں اپنے گھر آ کر بیڈ پر دراز ہو گیا سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ اکیلے گھر میں خوف محسوس ہونے لگا تو اٹھ کر باہر آ گیا باہر کی تازہ ہوا

اور لوگوں کو دیکھ کر کچھ اطمینان ہوا اچانک سے میرے دل میں خیال آیا جس نے مجھے پریشان کر دیا

میرا سکون چھین لیا وہ یہ کہ بے شک میں سلیٹا کے ہاتھوں سے بچ گیا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں

کہ وہ بھی بار بار مان جائے ضرور وہ اور اس کا ساتھی جیک کسی اور کو پھنسا دیں گے یہ سب میں ابھی سوچ

ہی رہا تھا کہ میرا سوا بکل بچے لگا میں نے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔ فون کرنے والا انسپکٹر نام تھا۔

ہیلو۔ میں نے کہا۔

کوئینیکس میں تمہیں اچھے سے جانتا ہوں تم ہار ماننے والوں میں سے نہیں ایسا بھی کیا دیکھا کہ تم

نے جو تم استعفیٰ دینے پر آ گئے۔ انسپکٹر نام نے کہا۔

تو میں نے کہا۔

میں بہت پہلے سے سوچ چکا تھا کہ اگر ناکام ہوا تو ریڈائن کر دوں گا جو میں نے کر دیا چ میں

میں کچھ نہیں کر سکتا اور میرے دوست تم اپنا خیال رکھنا کسی بھی ایسے شخص کی باتوں میں مت آنا جو

تمہیں کہے کہ وہ تمہیں کیسے کے متعلق کچھ بتائے گا

میں نے حبیہ کرتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب۔ نام نے نا سمجھتے والے انداز میں کہا۔ تو میں نے کہا۔

مطلب صاف ہے کہ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا معاف کرنا میں تمہیں پوری تفصیل

نہیں بتا سکتا میں نے دونوک انداز میں کہا۔

کیوں۔ نام نے اچھے ہوئے کہا۔

بس نہیں میں تم سے بعد میں بات کروں گا میں نے کہہ کر فون بند کر دیا اور سوچنے لگا کہ آخر

کیا کیا جائے میرے دماغ میں خیال آیا اور میں چرچ کی طرف بھاگا چرچ پورا خالی تھا صرف ایک

پادری موجود تھا میں نے پادری کو اعتماد میں لے کر سب بچ بتا دیا۔ جو میرے ساتھ پیش آیا تھا اور وہ

پانچ لڑکیوں کا والدہ بھی پادری نے بڑے چل سے میری بات سنی کیونکہ وہ بھی اس طرح کے گھر سے

واقف تھا اور میری مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ٹھیک دو دن بعد مجھے پادری کا فون آیا جس سے مجھے پتہ چلا کہ سلیٹا اور اس کے ساتھی جیک کو

کسی نے سرعام قتل کر دیا تھا وہ قاتل مارنے تو کسی اور کو آ یا تھا مگر طلحے سے سلیٹا اور جیک اس کا نشانہ

بن گئے دونوں درود سے کراہتے رہے مگر کوئی بھی ان کی مدد کو آ گئے نہیں بنے ہا دونوں کو گولیوں سے

مارا گیا تھا سب انہیں مرنے ہوا دیکھتے رہے ان کے جسم سے سارا خون خارج ہو گیا اور وہ دیں مر گئے

تھے۔

مجھے سلیٹا اور جیک کی کہانی سن کر دلی دکھ ہوا مگر جس بات سے مجھے خوشی ہوئی کہ انہیں سکون

نصیب ہو گیا تھا سلیٹا اور جیک اب اس دنیا میں موجود نہیں تھے یہ سب پادری کی بدولت ہوا تھا

اور یہ سب اس نے کیسے کیا یہ وہی جانتا تھا میں نے اس کا شکر یہ ادا کر کے فون بند کر دیا دل کو اطمینان

ہو گیا تھا کہ میں نے مزید جانیں ضائع ہونے سے

بچا لیس سلینا اور جیک اپنی موت کا کافی بدلہ لے چکے تھے اب ان کا یہ دنیا چھوڑ کر جانا بڑا تھا کیونکہ یہ دنیا ان جیسوں کے لیے نہیں ہے بلکہ زندہ لوگوں کے لیے ہے طویل عرصہ کے بعد جب کوئی ایسا مل دو بار ہند ہوا تو اس کیس کی فائل بند کر دی گئی پورا شہر خوش تھا کہ قاتل پکڑا نہ گیا تو کوئی بات نہیں کم از کم کتل ہونے بند ہو گئے تھے مگر کچھ لوگ خوفزدہ تھے کہ اگر قاتل واپس آ گیا تو لڑکیوں کے والدین بھی خوش نہیں تھے وہ ہر حال میں اپنی بیٹیوں کو انصاف دلوانا چاہتے تھے لیکن حقیقت میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا تھا اور نہ ہی میں نے کسی کو بتانا پسند کیا پادری نے بھی میرے کہنے پر اپنی زبان پر نالا لگایا ہوا تھا پولیس کی نوکری چھوڑ کر میں بھی ایک پادری بن گیا میں آج بھی اکیلا ہوں اور دوبارہ پھر کبھی کسی لڑکی سے عشق نہیں کیا میرے دل میں آج بھی سلینا ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ مر چکی ہے لیکن دل تو پاگل ہے میری کلائی پر اکثر جلن ہوتی ہے جہاں سلینا نے اپنے نو کیلے دانٹوں سے مجھے کانٹا تھا وہ دو نشان اب بھی موجود ہیں جو مجھے یقین دلاتے ہیں کہ سلینا ایک حقیقت تھی میرا وہم نہیں میں ہمیشہ اس کی مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور شکر کرتا ہوں کہ اس طرح کے قتل ہونا بند ہو گئے یقیناً سب بھول گئے ہوں گے ان قتلوں کو مگر جو نہیں بھولا وہ میں اور وہ لڑکیوں کے والدین ہوں گے جن پر یہ قیامت گزری تھی آج اس واقعہ کو چالیس سال گزر گئے ہیں لیکن آج بھی یہ واقعہ اور سلینا کا چہرہ میرے ذہن میں اور دل کی کتاب میں روشن ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو۔

قارئین کیسے رہتی میری کاوش اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازے گی گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا تاکہ میں پھر سے آپ کے اس سے بھی بہتر کہانی لے کر حاضر ہو سکوں۔

وہ بیٹا دور

ماما کی گود اور بابا کے کندھے  
نہ شادی کی فکر نہ بچہ کے سنے  
وہ سکول کے دوست وہ کپڑے گندھے  
وہ گھومنا پھرنا وہ تفریح کرنا  
وہ ہر عید میں کہنا ابو ہمارے نئے کپڑے

اب کل کی ہے فکر اور ادھر سے ہیں سنے  
مڑ کے دیکھو تو بہت دور ایسا ہے  
منزلوں کو ڈھونڈتے ہوئے کہیں گھوم گئے ہم  
اور کئی جگہ کی بڑے ہو گئے ہم

شاہد اقبال۔ چٹوکی

عہد الہاسط کے نام

ٹھکرا کر محنت میری نہیں جانے کا ارادہ ہے  
مجھے کسی کے کس موڑ پہ لانے کا ارادہ ہے  
یہ جو آپ خفاخفا سے رہنے لگے ہو  
یہ پیار کا عروج ہے یا چھوڑ جانے کا ارادہ ہے  
جاتے جاتے جاتے جاتے تو بتا جاؤ  
میرے پیار میں کی تھی یا کسی اور سے دل لگانے کا  
ارادہ ہے  
میری بھہ میری یاد تو مڑ کے نہ دیکھنا اے دوست  
کیونکہ تیرے بعد میرا بھی اس دنیا کو چھوڑ جانے کا  
ارادہ ہے

شاہد اقبال۔ چٹوکی



# خمیازہ

۔۔ تحریر: شمیم طاہر بٹ ۔۔ بھگت پورہ لاہور ۔۔

پوچھوان سے عبدالکریم تم جو بار بار کہہ رہے ہو ناوان بنے ہیں غلطی ہوئی ان سے تو جانتے ہو ان کی چھوٹی سوتی شرارتیں اور غلطیاں تو ہم نے بھی کبھی نہیں کیونکہ جس طرح ہم اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں یہ بچے بھی ہمیں پیار سے لگتے ہیں اللہ کی مخلوق ہیں یہ بھی مگر اس دن ان سب نے مدھی کر دی تھی پہلے تو احاطے والے مزار شریف پر جا کر دھیما چوڑی بچائی اور پھر اپنی کمر اس لڑکے نے پوری کر دی جہنم والے احاطے میں جوتوں سمیت گھستا چلا آیا تمہیں بتا ہے عبدالکریم دادا کی کی بری تھی اس روز اور درس قرآن پاک ہوا ہاتھ اس قدر مقدس محفل اس قدر پاک ماحول اور ایسے میں یہ ناانہی نہیں چھپائی کھلتا ہوا اسی جگہ چھپنے کے چکروں میں گھس آیا اپنے کندھے جوتوں سے ساری چاند نیاں خراب کریں اور تو اور اندھا دھند دڑتا ہوا آیا اور اپنے دھینے دھینے درس پاک سنتے ہوئے ہمارے معزز مہمانوں کے ہاتھ اور پاؤں چل ڈالے اور پھر اپنی بری اس نہیں کیا سیدھا قاضی صاحب کے اوپر ہی چڑھتا چلا گیا اب تم خود بتاؤ کہ کیا یہ غلطی تھی اس قابل کہ میں انہیں معاف کر دیتا۔ شاہ میر نے غصہ سے کہا۔ میں مانتا ہوں عبدالجلال غلطی ہوئی ہے ان سب سے معاف کر دو انہیں یہ تو ناوان ہیں مگر تم تو ناوانیہا ناوان اپنی دانائی کا ثبوت دو اور ایک بار معاف کر دو انہیں میں تمہیں یقین دلانا ہوں کہ اب آئندہ ایسا نہیں ہوگا کم از کم اس خاندان کا کوئی بچا اب کبھی کھیلنے کے لیے قبرستانوں اور ویرانوں کا رخ نہیں کرے گا۔ کیوں محمد زید صاحب میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔ جی جناب آپ بالکل درست فرما رہے ہیں میں اس خاندان کا بزرگ ہونے کے باطنی ذمہ داری پر وعدہ کرتا ہوں کہ اب ہونا کوئی بچہ بلا وجہ اس جگہوں پر نہیں جائیگا انہوں نے فوراً ہی عبدالکریم صاحب کی ہاں میں ہاں ملا کر پکا وعدہ کیا تو وہ ایک بار پھر شاہ میر عبدالجلال کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لو عبدالجلال یہ پانی پیا تو انہوں نے پانی سے بھرا گلاس ایک بار پھر شاہ میر کی طرف بڑھایا تو وہ انہیں دیکھنے لگا۔ ٹھیک ہے عبدالکریم۔ اگر یہ لوگ وعدہ کرتے ہیں تو آفری بار انہیں معاف کرنے کو تیار ہوں لیکن بتا دینا ان کو اب اگر انہوں نے ایسی دیکھ کوئی حرکت کی تو ذمہ دار یہ خود ہوں گے۔ شاہ میر نے ان کے ہاتھ سے گلاس پکڑتے ہوئے کہا پھر جیسے ہی اس نے پانی سے بھرا گلاس منہ کے قریب کیا تو کمرے میں موجود تمام نفوس ایک بار پھر دہشت زدہ ہو گئے کیونکہ پلک جھپکتے ہی پانی ایسے غائب ہو گیا تھا جیسے کسی نے اس کے ذریعے پکھت ہی کھینچ لیا ہو۔ ایک سنسنی خیز اور ڈرائی کہانی۔

جون کی تھی دو پہر تھی گرمی کا وہ عالم کہ  
اوائل چیل بھی اندھ چھوڑ کر بھاگ جائے۔  
تمہیں انسان تو انسان چہ نہ برہم بھی اس جتنے بیست  
موسم کی تھی اور اس دھوپ کی پیش سے بچنے کے  
لے کوٹوں کندروں میں پتاہ لے چکے تھے ایسے میں  
مزکیں سنسان اور کلیاں جیسے ایک دم ویران ہو گئی







ہونا بھی نرا عذاب ہی ہے اب سب کے سوالوں کے جواب بھی مجھے ہی دینے پڑیں گے اور سب سے زیادہ مار بھی مجھے ہی کھائی پڑی گی ان تمام کزنز میں شمیم سب سے بڑی تھی اور چھٹی بڑی تھی اتنی ہی دیوبھی۔

ماں باپ کا سب سے زیادہ رعب بھی اس پر تھا تو چھوٹے بھائی بہنوں کی ذمہ داری بھی اس بے چاری کے ہاتھوں اندھوں پر رہتی تھی جو ایک سے بڑے کر ایک شرارتی اور لٹکے تھے حکیم اکثر ان کی شرارتوں کی بھینٹ چڑھتی رہتی تھی اور پھر ان کی شرارتوں کی وجہ سے اسی جان کے دھوکے بھی کھاتے رہتی تھی اس لیے شاہ میر کی تمسک دینے سب سے زیادہ اس کے ہی اور سان خطا کئے تھے۔ عرفان۔ عدنان خدا کے لیے ڈھونڈ رکھیں سے شاہ میر کو اگر وہ نہ ملا تو ماموں اور مائی تو بعد میں کوئی ایکشن لیں گے اسی ضرور بے ہوش ہو جائیں گی یہ خبر سن کر اور پھر ابو ہمیں بھی ماموں کی طرف نہیں آنے دیں گے۔

خدا کیا کریں اب

ادے کچھ تو کر دتم لوگ اب ایسے کیوں کھڑے ہو گئے ہو پھر بن کر۔

شمیم کا دادیلا ابھی ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ ماہ رخ شاہ میر کی بڑی بہن وہائیاں دینے لگی۔ اس کا حال بھی کچھ شمیم جیسا ہی تھا بڑی ہونے کے باطن زیادہ پوچھ کچھ ہمیشہ اسی سے ہوتی تھی۔

ادے بیٹا آج پھر آگئے اور حرم لوگ شور مچانے کے لیے منع کیا تھا ناں تم لوگوں کو اور حرمت آنا لیکن تم لوگ بھی ناں باز نہیں آتے ہو شرارتیں کرنے سے لگتا ہوں تم لوگوں کی شکایت بڑے ڈار صاحب کی وہ ہی کان کھینچیں گے تم لوگوں کے میری تو سنتے ہی نہیں ہو تم لوگ اور یہ تم رو کیوں رہی ہو دونوں۔ کیا ہوا چوٹ لگی ہے کہتا یا پھر

بڑے سے بڑا جگر والا بھی قبرستان کے نام سے ہی ہول اٹھتا ہو گا مگر بچپن تو پھر بچپن ہی ہے نہ اسے کسی کا ڈر نہ خوف نہ آنے والے وقت کا خیال اور نہ ہی گزرتے وقت کی پروا۔ اس تہی سستی دوپہر میں شہر کے سب سے پرانے اور بڑے قبرستان کے ایک طرف بنے الگ تھلک سے احاطے میں جو گھنے درختوں کی چھاؤں کی وجہ سے سس موسم میں بھی خوب ٹھنڈا اور پرسکون ہو رہا تھا چند بچے چھپن چھپائی تھیلے میں مشغول تھے یہ بچے نزدیکی محلے کے رہنے والے محمد نذیر کے بھانجا بھانجی بھینجے بھینجیاں اور خود ان کے اپنے بچے تھے۔ ان کی بہن بچوں کے ساتھ چھٹیاں منانے آئی ہوئی تھی اور تو ان کا تقریباً ہر سال کا معمول تھا ابھی وہ گوجرانوالہ آجاتے تو بھی ان کے ماموں زاد ان کے پاس لاہور چلے جاتے

شاہ میر کہاں چھپے بیٹھے ہو تم کب سے ڈھونڈ رہے ہیں لیکن یہ میر کا بچہ جانے کس کو نے کیا کھس کر بیٹھ گیا ہے کہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

شاہ میر شاہ میر باہر آ جاؤ یا رہم ہار گئے تم جیت گئے بس اب تو آ جاؤ۔ باہر فرخان نے اپنے پھوپھو زاد شاہ میر کو ڈھونڈنے کے ہر کوشش میں ناکام ہونے کے بعد با آواز بلند اپنی ہار کا اقرار کرتے ہوئے پکارا تھا تاکہ وہ جہاں بھی ہو جیت جانے کی خوشی اسے باہر کھینچ لائے مگر اس کے باقی تمام کزنز سمیت اس کی بھی یہ کوشش ناکام ہی رہی تھی اور شاہ میر نہیں سے بھی آتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

دیکھا میں تم لوگوں کو پلے ہی منع کر رہی تھی ناں کہ اس بھری دوپہر میں اس سنسان دیران جگہ پر کھیلنے کا پروگرام مت بناؤ۔ اب دیکھا ناں ہو گیا ناں شاہ میر تم میری تو کوئی سنتا ہی نہیں اب ہم پھوپھو کو کیا جواب دیں گے اور امی ابو تاپا ابو ہائے میرے اللہ امی تو میرا قہر بنادیں گی سب سے بڑا

ڈر گئی ہو تم۔

قبرستان کے رکھوالے منگو بابا نے انہیں پریشان حال روتے ہوئے دیکھ کر پہلے تو خوب ڈانٹا مگر پھر شمیم اور ماہ رخ کو بری طرح سے رونا دیکھ کر خود بھی پریشان ہو گئے۔

شمیم بابا انہیں ابھی تو چوٹ نہیں لگی ابھی تو چوٹیں لگیں گی جب ہم لوگ شاہ میر کے بغیر گھر جائیں گے اور امی اور مایوں کے سوالوں کے ساتھ ساتھ ان کی مامی بھی کھانسی گے تو چوٹیں تو پھر تکیں گی ابھی تو ہم اس لیے رورہے ہیں کہ شاہ میر گم ہو گیا ہے ہر جگہ دیکھ چکے ہیں اسے مگر وہ کہیں بھی نہیں مل رہا۔

ماہ رخ نے روتے ہوئے اپنے اکلوتے چھوٹے بھائی کی گمشدگی کی خبر سنائی تو بابا منگو بھی پریشان ہو گیا۔ پھر انہوں نے ایک بار پھر شاہ میر کی تلاش میں دوڑ بھاگ شروع کر دی جلد ہی انہیں احاطے سے باہر کافی دور درختوں کے جھنڈ کے پاس شاہ میر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا ہوا نظر آیا اسے اس طرح اچانک اپنے سامنے دیکھ کر وہ سب اس قدر خوش ہوئے کہ اس سے ہوں غائب ہونے اور پھر آپوں آپ تھیں جانے کے بارے میں بھی پوچھنا یا دیکھ نہیں رہا۔ مگر منگو بابا اسے اس طرح اور اس جگہ بیٹھے دیکھ کر وہ سے زیادہ پریشان نظر آنے لگے۔

شاہ میر بیٹھے تم کیسے آگے یہاں۔ اور اس طرح کیوں بیٹھے ہوئے کیا تمہیں ان سب کے پکارنے کی آوازیں سنائی نہیں آ رہی تھیں۔

بابا نے اسے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے پوچھا تو وہ بے حد عجیب لگا ہوں سے انہیں دیکھنے لگا اس کی آنکھیں غیر معمولی سرخ و درنی تھیں اور چہرہ بھی لال بھبھوکا ہو رہا تھا بال اور پنڈے پیٹنے سے اس طرح ہلکے ہوئے تھے جیسے ابھی ابھی

کپڑوں سمیت نہا کر آیا ہوں۔

شمیم پتر مجھے کچھ اچھے آثار دکھائی نہیں دے رہے ہیں اس لیے تم لوگوں کو منع کرتا تھا کہ بھری دوپہروں میں یہاں نہ آیا کرو اللہ خیر کرے اب جانے کیا ہونے والا ہے شاہ میر کو خالی خالی انہیں لگا ہوں سے اپنی جانب کھینچتے پا کر بابا منگو نے اپنی پریشانی کا اظہار کچھ اس طرح کیا کہ تمام بچوں کے دل میں خوف سا بھرا آیا۔

جند ہی بابا منگو کے اس خوف نے پوری ٹیلی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا شام تک شاہ میر سخت بخار میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اس کا جسم ایسے جل رہا تھا جیسے گھٹی سارے گھر والے اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو چکے تھے اور پھر اسی پریشانی میں لاہور میں کریم علی صاحب کو بھی بلا لیا گیا۔ انہوں نے جب اکلوتے بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو ان کا دل جیسے جینہ سا گیا۔ فوری طور پر انہوں نے اسے گاڑی میں ڈالا اور لاہور بھاگے وہاں اسے شہر کے سب سے بڑے اور اچھے ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں وہاں اس کی حالت سنبھلنے میں ہی نہیں آ رہی تھی وہ اس دن سے جیسے گم سم ہو چکا تھا جانے خلاؤں میں کیا کھو جتا رہتا تھا۔ اور جب چلانے پر آتا تو سارا ہسپتال سر پر اٹھالیتا کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ بڑے سے بڑے ڈاکٹر کو دکھایا جا رہا تھا مگر بے سود۔

محمد علی صاحب نامید بیگم اور ماہ رخ بے حد پریشان تھے ان دنوں نامگی کا رخ جیسے ایک دم سے بدل گیا تھا شاہ میر ان کا بے حد لاؤلا اور چلبلا سا چلتا تھا پورے گھر میں بلکہ پورے خاندان کی رونق دور جان ہو جیسے۔ اور اب اس کی ڈر کی حالت دیکھ کر وہ سب بے جان ہوئے جا رہے تھے

جولائی 2014

خونناک ڈائجسٹ 113

شہزادہ



بھائی جان کھانا بھی لے آؤں یا ڈاکٹنگ  
ٹیمپل پر لگا دوں ان کی پرانی خاندانی ملازمہ جیلہ  
بی جسے دونوں بچے خالہ بی کہتے تھے نے اندر آ کر  
معصومی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے انہی میں  
سر ہلا کر کھانے سے منع کر دیا۔

لیکن بھائی جان باجی نے بھی صبح سے کچھ  
نہیں کھایا اور مارخ بے چاری بھی۔۔۔؟

اللہ۔۔۔ اللہ۔۔۔ معافی۔۔۔ اللہ۔۔۔ معافی کر  
دے اللہ ابھی جیلہ بی کا جملہ بھی پورا نہیں ہوا تھا  
کہ شاہ میر کی حالت بگڑنے لگی وہ دونوں ہاتھ  
جوڑے کمرے میں لے جا بھا قمرانی آیات  
والے قلعوں اور خطاطی کے اعلیٰ نمونوں سے  
مزین پور نہیں لے سکا تھا ہمارا اتحاد دیکھتے ہی  
دیکھتے اس نے زور زور سے چیخا چلا نا شروع  
کر دیا۔ اس کا جسم جھڑپ سے درویش اور پراچل  
رہا تھا وہ کسی کے قابو میں آ رہا تھا اس کا شور سن کر  
گھر کے دوسرے ملازم بھی اندر بھاگے آئے تھے  
اور اب معصومی صاحب کے ساتھ مل کر شاہ میر کو قابو  
کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے تھے۔ مگر اس  
وقت اس میں جانے کہاں سے اتنی طاقت آگئی تھی  
کہ وہ ان تینوں بندوں معصومی صاحب جیلہ بی  
اور شہرہ منور اور بیٹے انور کے قابو میں نہیں آ رہا تھا  
اس کی حالت نے کمرے میں موجود دونوں  
خواتین اور مارخ کی بھی چیخیں ٹکڑا دیں تھیں  
اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سر ایک دم گھوم گیا  
اس طرح کے اس کا چہرہ پیچھے کی طرف ہو گیا اس  
کی یہ حالت دیکھ کر ناہیدہ قلم اور مارخ بے ہوش  
ہو گئیں۔ اور جیلہ بی مارے دہشت کے کانپنے  
لگیں۔ کانپ تو معصومی صاحب منور بھی رہے تھے  
مگر وہ مرد تھے اس لیے خود پر قابو رکھ کر میر کو  
سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

نہیں تھوڑوں کا۔ کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا

معصومی صاحب ہم سے جو کچھ بھی ہو سکتا تھا ہم  
کر چکے اس سے آگے ہماری ڈاکٹری ہماری  
سائنس ہے بس ہو چکی ہے آپ شاہ میر کو لے کر گھر  
جائیں اور اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ اسے  
صحت عطا فرمائے۔ اب اس سے زیادہ ہم آپ  
کی مدد نہیں کر سکتے۔

چند روز تک ہر طرح کی ناکام کوششیں  
کرنے کے بعد ڈاکٹر نے انہیں جواب دے دیا  
تھا اور اس خبر نے اس ٹیمپل کے صحیح معنوں میں ہوش  
ارادے تھے ناہیدہ قلم کے آنسو رکنے میں نہیں  
آ رہے تھے اور معصومی صاحب کی تو لگتا تھا جیسے کمر  
بی ٹوٹ گئی ہو۔

اللہ۔۔۔ اللہ مجھے معافی کر دے اللہ۔۔۔ یا اللہ  
معصومی ہوئی مجھ سے معافی۔۔۔ معافی۔۔۔ شاہ میر کی  
چیخوں سے پورا گھر گونج رہا تھا دو ماہ سے اوپر  
ہو چکے تھے ہر طرح کا علاج کروایا جا چکا تھا وہ  
دروہ جہاز چھوٹک ٹھونڈ دھاگے کے بھی کام نہیں  
آ رہا تھا۔ شاہ میر کی حالت دیکھ کر سب کالوں  
کو ہاتھ لگاتے تھے اور تو اور ماہ درخ سمیت تمام  
کے تمام بچے اپنی جیسا بچہ کڑیاں بھاگے تھے شاہ  
میر کی حالت نے ان سے جیسے ان کی شاخیاں ہی  
چھین لی تھیں اس ٹیمپل میں ہر طرف ڈر اور خوف کا  
راج سا ہو گیا تھا۔

اس وقت بھی معصومی صاحب جمعہ کی نماز پڑھ  
کر مسجد سے آئے تھے اور بے حد مایوسی کے عالم  
میں سر جھکانے بے سدھ لیٹے شاہ میر کے سر ہانے  
پٹتے تھے اس کے دوسری طرف ناہیدہ قلم بھی سوزہ  
یا سین کی صداوت کر رہی تھی اور اسی کمرے میں  
ایک طرف کونے میں جائے نماز بچھائے ہوئے  
مارخ دروہ کمر اپنے بھائی کی زندگی تندرستی  
اور سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

ایک ایک سے بدل لوں گا جن جن کو ماروں گا تم سب کو کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا گیارہ سال شاہ میر کے منہ سے نکلنے والی آواز ہرگز بھی گیارہ سالہ بچے کی نہیں تھی بے حد بھاری مردانہ غصہ سے بھری ہوئی گڑ گڑاتے بادلوں جیسی گھن گرج والی آواز شاہ میر کی ہرگز نہیں تھی۔

کون ہو تم۔ اور کیا بگاڑا ہے میرے بچے نے تمہارا کیوں پیچھے پڑ گئے ہو اس معصوم کے تھیں اللہ کا واسطہ ہے جان چھوڑ دو ہماری ارے ہماری تو کسی انسان کے ساتھ بھی کبھی دشمنی نہیں رہی تو پھر کسی دوسری مخلوق سے دشمنی کیسے مول لے سکتے ہیں ہم بھلا۔

مصطفیٰ صاحب سے بیٹے کی حالت دیکھی نہ مٹی تھی تو انہوں نے روتے ہوئے اس کے سامنے بی باتھ جوڑ دیے۔

اب کیوں معافیاں مانگ رہے ہو پہلے اپنے بچوں کو غلطی چھوٹ دیتے ہو انہیں تیز تہذیب سکھانے کی بجائے لاڈ پیار میں اتار بٹاڑ دیتے ہو کہ یہ چھوٹے بڑے اچھے برے کی تیز پہول جاتے ہیں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں بے ادب بدتمیز اور بے ہودہ ہو جاتے ہیں اور تم لوگ تم انسان انکی ایسی حرکتوں کو ان کی شرارتیں سمجھ کر خوش ہوتے ہو اور سے وہ کسی کی جان لٹی اور آپ کی ادا بھری بس بہت برداشت کر لیا میں نے اب اور نہیں اب تو سزا ملے گی اور مل کر رہی رہے گی۔ اس لڑکے کو تو میں نے نہیں چھوڑا اور اس کے بعد باقی کے ان سارے بچوں کی بھی باری آئے گی جو بھری دو چہروں میں سندان قبرستان کو کھیل کا میدان سمجھ کر کد کڑے لگاتے پھر رہے تھے۔

بس عبد الجلال بس۔ بہت ہو گیا۔ ان بچوں کی غلطی سے زیادہ تم ان کو سزا دے چکے ہو اب کیا

جان لو گے ان معصوموں کی۔

کمرے کے کھلے دروازے کی جانب سے بھرنے والی آواز نے ان سب کے ساتھ ساتھ شاہ میر کو بھی جیسے چونکا دیا۔ دروازے سے چند قدم آگے محمد خذیر اور محمد لطیف کھڑے تھے اور ان کے درمیان ایک دروازہ قد پارلش نورانی صورت والا جوان جس نے آسمانی سا وہ سا لباس پہن رکھا تھا کھڑا تھا۔ اس کے سر پر سفید غلامہ بندھا ہوا تھا۔ اس کا سفید نورانی چہرہ سیاہ چمکدار داڑھی سے سجھا تھا ان کے پورے وجود سے جیسے نور کی لہریں اٹھ رہی تھیں اور آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک جس سے شاہ میر پریشان نظر آنے لگا تھا وہ عبد انکریم۔ تو آگئے تو میرا راستے کاٹنے میں کیا تھا ہاں میں نے تمہیں کہ میرا پیچھا چھوڑ دو میں نہیں معاف کروں گا کسی کو بھی۔ نہیں ہرگز نہیں میں چھوڑوں گا کسی کو بھی۔

شاہ میر کے غلظ سے ایک بار پھر بھاری گرجا و دروازہ نکلی اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک بار پھر ترپے اور اچھٹے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی گردن ایک بار پھر منکر پیچھے جا لگی اور کی حالت نے ایک بار پھر یا ہید بیگم اور جیلہ بی اور ماہ رخ کی چیخیں نکلا دیں تھیں۔

بھائی جان میرا بچہ۔ میرا میر۔ بھائی جان۔ امید بیگم روتی ہوئی بھائیوں کی طرف بڑھی اور ان کی ہانپوں میں جھول گئی۔ یہی حال ماہ رخ کا بھی ہوا تھا۔

محمد لطیف صاحب آپ ان بیبیوں کو باہر سے جائیں اور دب تک میں نے گویں انہیں کمرے میں نہ لے دیا جائے اور ایک گلاس پانی منگو اور بیجئے مجھے عبد انکریم صاحب نے بیڈ کے پاس پڑی ہوئی کرسی پر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا تو شاہ میر نے بے حد غصہ سے انہیں گھورا۔



عبدالکریم سنا نہیں تم نے میں نے کیا کہا ہے۔ جاؤ چلے جاؤ یہاں سے اور ان کو انکے حال پر چھوڑ دو میں اپنا بدلہ لیے بغیر نہیں رہوں گا۔ عبدالجلال کی آواز شاہ میر کے غلق سے پھر برآمد ہوئی تھی مگر عبدالکریم صاحب نے اس کا کوئی اثر نہیں ہوو اطمینان سے اس پانی پر دم کرنے میں مصروف رہے جو انہیں انور نے لا کر پکڑا یا تھا۔

عبدالجلال ضد چھوڑ دو کیا ملے گا تمہیں بدلہ کے کر یہ بچے تو نادان ہیں تم تو سمجھدار ہو ناں جانتے ہو اچھی طرح سے کہ بدلے اور انتقام کی راہ کس قدر خطرناک ہوتی ہے مسلمان ہونا تم بھی تو پھر اپنے نبی پاک ﷺ کا فرمان کیسے بھول سکتے ہو کہ بدلہ لینے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی معاف کر دینا سب سے افضل عمل ہے تو تم بھی معاف کر دو ان کی نادانی اور او یہ پانی پی لو۔ اس کی برکت سے تمہارا غصہ بھی کم ہو جائے گا اور تمہیں فیصلہ کرنے میں بھی آسانی ہو جائے گی میری بات مان لو عبدالجلال کیونکہ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ ہماری طرح تمہاری بھی کچھ حدود مقرر ہیں اور اگر تم ان سے تجاوز کرو گے تو بلاشبہ ناظر مانوں میں شمار ہوں گے اور تم جو ایک بلیک اور اچھے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو نیلو کاروں میں شمار ہونا ہے تمہارا اور تمہارے بزرگوں کا تو کیا تم چاہو گے کہ ایک معمولی ضد اور غصہ اور انتقام کی وجہ سے تم دھکا دے دے جاؤ تمہاری وجہ سے تمہارا قبیلہ بدنام ہو جائے کیا تم پسند کرو گے بناؤ مجھے عبدالجلال کیا تمہیں اچھا لگے گا۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو عبدالکریم میں واقعی نہیں چاہتا تھا کہ اپنی حدود سے تجاوز کر کے ہمارے اور گستاخ بن جاؤں اپنے غصہ اور انتقام کی آگ میں اپنے معزز قبیلہ کا نام بدنام کر ڈالوں مگر میں کیا کرتا تم خود انصاف کر لینی ہار منع کیا ان

انسانوں اور ان کے بچوں کو اس منگو بابا کو بھی کئی بار سختی سے تنبیہ کی کہ ان بچوں کو منع کرے مگر یہ بچے یہ شرارتی اور نافرمان بچے کسی کی سنتے ہی نہیں اور ان بچوں کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کا بھی پورا پورا تصور ہے خاص طور پر انکی مائیں جو خود تو گرمیوں کی بھری دو پہروں میں پچھلے چلا کر ٹھنڈے نیم تاریک کمروں میں سو جاتی ہیں اور بچوں کو باہر نکال دیتی ہیں آوارہ اور لور لور پھرنے کے لیے اور یہ بھی نہیں سوچتیں کہ ان سے زیادہ حفاظت کی ضرورت ان معصوم بھولوں کی ہوتی ہے جو ذرا سی گرمی سے بھڑک جاتے ہیں مرجھا جاتے ہیں مگر یہ عورتیں ان کو تو اپنے آرام اور باتوں سے اسی فرصت نہیں ملتی یہ کیا رہیں گی خیال بچوں کا میرے اور میرے دوسرے ساتھیوں کے بار بار منع کرنے کے باوجود بھی یہ باز نہیں آئے تو مجھے انہیں مہتی سکھانے کے لیے آنا ہی پڑا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شاہ میر نے بے حد غصے سے کہتے ہوئے باری باری مصلحتی صاحب اور ناہید بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو دردانہ سے باہر کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھیں۔

پوچھو ان سے عبدالکریم تم جو بار بار کہہ رہے ہو نادان بچے ہیں غلطی ہو گئی ان سے تو جانتے ہو ان کی چھوٹی موٹی شرارتیں اور غلطیاں تو ہم نے کبھی پکڑی نہیں کیونکہ جس طرح ہم اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں یہ بچے بھی ہمیں پیار سے لگتے ہیں اللہ کی مخلوق ہیں یہ بھی مگر اس دن ان سب نے حد ہی کر دی تھی پہلے تو احاطے والے مزار شریف پر جا کر دھیمہ چوگڑی مچائی اور پھر اپنی کسر اس ٹڑکے نے پوری کر دی جسٹہ والے احاطے میں جو توں سمیت گھستا چلا آیا تمہیں بتا ہے عبدالکریم دادا جی کی برسی تھی اس روز اور دوسرے فر آن پاک ہو رہا تھا اس قدر مقدس منظر اس قدر

مے۔ شاہ میر نے ان کے ہاتھ سے گلاس پکڑنے ہوئے کہا پھر جیسے ہی اس نے پانی سے بھرا گلاس منہ کے قریب کیا تو کمرے میں موجود تمام نفوس ایک بار پھر دہشت زدہ ہو گئے کیونکہ چمک جھپکتے ہی پانی ایسے غائب ہو گیا تھا جیسے کسی نے اس کے ذریعے بکھت ہی کھینچ لیا ہو۔

ٹھیک ہے عبدالکریم۔ چار ہاؤس میں اور وہ بھی صرف تمہارے کہنے پر اور ویسے بھی ٹھیک کہا تھا تم نے یہ محمد مصطفیٰ صاحب اور محمد زبیر اچھے انسان ہیں رحم دل اور نیک یاد رکھنا تم لوگ تمہاری رحمدلی اور نیکی نے بھی تمہیں بچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے اب چلتا ہوں میں۔

لیکن ان لوگوں کو کیسے پتہ چلے گا عبدالجلال کہ تم چلے گئے ہو جاتے جاتے کوئی نشانی تو دے کر جاؤ تاکہ یہ مانگیں کہ تم نے انہیں معاف کر دیا اور انہیں بخشنے مجھے ہو عبدالکریم نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

تو پھر ٹھیک ہے تم سنبھالو انہیں میں تو چلا ادا اس کے ساتھ ہی شاہ میر لہرا کر ایک طرف بے ہوش ہو کر گر پڑا اور اس کے ساتھ ہی کمرے کی کھڑکی سے سامنے پڑا بھاری پردہ خود بخود اوپر کی طرف اٹھ گیا اور اس کے ساتھ ہی بند کھڑکی کا شیشہ اس بدلی طرح توڑخ گیا جیسے کسی نے بھاری بھر کم گیند پوری قوت سے ان پردے ماری ہو محمد مصطفیٰ صاحب آپ کا بیٹا اب ماشاء اللہ ہالکس ٹھیک ہے اب آپ احتیاط کیجئے گا اور بچوں کو ایسی خطرناک اور سنسان جگہوں پر مت جانے دیا کریں۔

شاہ میر کو ہوش آیا تو عبدالکریم صاحب نے سے بھی دم کیا ہوا پانی پلایا اس کے ساتھ ساتھ ماہ رخ کو بھی پانی پلایا گیا انہوں نے ہامید بیگم اور مصطفیٰ کو بہت کچھ پرھنے کے لیے بھی بتایا اتنی

پاک ماحول اور ایسے میں یہ بالائی چھین چھپائی کھیلنا ہوا اسی جگہ چھپنے کے چکروں میں گھس آیا اپنے گندھے جوتوں سے ساری چاندنیاں خراب کریں اور تو اور اندھا دھند دوڑتا ہوا آیا۔ اور اپنے دھیان بیٹھے درس پاک سنتے ہوئے ہمارے معزز مہمانوں کے ہاتھ اور پاؤں ہل ڈالے اور پھر اسی پر ہی بس نہیں کیا سیدھا قاضی صاحب کے اوپر ہی چڑھتا چلا گیا اب تم خود بتاؤ کہ کیا یہ غلطی تھی اس قابل کہ میں انہیں معاف کر دیتا۔ شاہ میر نے غصے سے کہا۔

میں مانتا ہوں عبدالجلال غلطی ہو گئی ہے ان سب سے معاف کر دو انہیں یہ تو نادان ہیں مگر تم تو دانا دینا ہونا اپنی دانائی کا ثبوت دو اور ایک بار معاف کر دو انہیں میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب آئندہ ایسا نہیں ہوگا کم از کم اس خاندان کا کوئی بچہ اب کبھی کھیلنے کے لیے قبرستانوں اور دیروانوں کا رخ نہیں کرے گا۔ کیوں محمد زبیر صاحب میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔

جی جناب آپ بالکل درست فرما رہے ہیں میں اس خاندان کا بزرگ ہونے کے ناطے اپنی ذمہ داری بروعدہ کرتا ہوں کہ اب ہمارا کوئی بچہ بلاوجہ ایسی جگہوں پر نہیں جائیگا انہوں نے فوراً ہی عبدالکریم صاحب کی ہاں میں ہاں ملا کر پکا وعدہ کیا تو وہ ایک بار پھر شاہ میر عبدالجلال کی طرف متوجہ ہو گئے۔

لو عبدالجلال یہ پانی پی لو انہوں نے پانی سے بھرا گلاس ایک بار پھر شاہ میر کی طرف بڑھایا تو وہ انہیں دیکھنے لگا۔

ٹھیک ہے عبدالکریم۔ اگر یہ لوگ وعدہ کرتے ہیں تو آخری بار انہیں معاف کرنے کو تیار ہوں لیکن بتا دینا ان کو اب اگر انہوں نے ایسی ویسی کوئی حرکت کی تو ذمہ دار یہ خود ہوں



دیر میں شاہ میر بالکل ہوش میں آ چکا تھا اس کا ہاتھ محمد مصطفیٰ کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے عبدالکریم صاحب نے کہا تو ان کی آنکھوں میں مارے تشکر کے آنسو بہنے لگے۔

ہم آپ کا احسان کیسے اتاریں گے عبدالکریم صاحب آپ کو تو اللہ پاک نے ہمارے لیے فرشتہ بنا کر ہی بھیجا ہے آپ بتائیں ہم آپ کی کیا خدمت کریں۔ محمد مصطفیٰ صاحب ان کے ہاتھ چومتے ہوئے بیٹھے لہجے میں کہا تو وہ مسکراتے لگے۔

میں نہیں محمد مصطفیٰ صاحب ایسا مت کہیں آپ میں بھی اللہ کا ایک معمولی بندہ ہوں اور اس کے حکم پر ہی آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں آپ مجھے شرمندہ مت کریں مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے سوائے دعاؤں کے بس میرے حق میں دعا کرو یا کریں اور ہاں جیسا کہ عبدالجلال نے کہا آپ رحمت اور نیک انسان ہیں اللہ نے آپ و بہت نواز رکھا ہے اس کی خاص رحمت ہے آپ پر آپ اس کی دی ہوئی نعمتوں سے اس کی مخلوق کی ہمیشہ مدد کرتے رہتے گا۔ جس طرح پہلے ہندوؤں کی مدد کرتے آئے ہیں اپنی یہ روش ہمیشہ جاری رکھئے گا بس یہ ہی ہماری خدمت ہوگی عبدالکریم صاحب نے سب سے ہاتھ ملایا اور تیزی سے باہر چلے گئے۔

محمد مصطفیٰ ہم تم سے بے حد شرمندہ ہیں کہ ہم بچوں کے ماموں ہونے کا حق ادا نہیں کر سکے ہیں ہم سے ملنے آتے ہیں تو ان کی حفاظت بھی ہماری ہی ذمہ داری ہوتی ہے مگر ہم سے چوک ہوگی اور منگو بابا کے بارہا بتانے کے باوجود ہم نے بچوں پر توجہ نہ دی اور نہ ہی سختی کی بس یہ ہی سوچتے رہے کہ بچے ہی تو ہیں اگر یہ شرارتیں نہیں کریں گے تو پھر کون کرے گا مگر انکی شرارتیں اور ہماری

لا پرواہی ہمارے شاہ میر کو اس حالت تک لے آئے گی اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا تو میں کبھی بھی یہ لا پرواہی نہ کرتا۔ ہمیں معاف کر دو محمد مصطفیٰ ہماری وجہ سے تم سب کو یہ عذاب جھیلنا پڑا محمد نے یہ صاحب نے بہن اور بہنوں سے معافی مانگی تو وہ شرمندہ ہو گئے۔

اوسے نہیں بھائی جان آپ کیسے باتیں کر رہے ہیں یہ سب تکلفیں تو ہماری قسمت میں لکھی تھیں یہ تو اللہ کی طرف سے آزمائش تھی اور شکر ہے کہ اس کی ہی مدد سے ہم اس آزمائش سے باہر آنے میں کامیاب ہو گئے۔

دیسے بھائی جان یہ عبدالکریم صاحب آپ کو کہاں لے آئیں تو واقعی میں اللہ نے ہمارے لیے فرشتہ بنا کر بھیجا۔ اللہ ان کا بھلا کرے میرا بچہ ٹھیک ہو گیا۔ مجھے اور چھ بھائی چاہیے۔ محمد مصطفیٰ صاحب کی بات کات کا ناہید بیگم بھی شاہ میر کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے بولیں تو سب نے دل سے آمین کہا تھا۔

انہیں منگو بابا ہی لائے تھے شاید بابا نے ہی ان سے ذکر کیا ہو شاہ میر کی حالت کا۔ اور واقعی تم نے ٹھیک کہا بیٹا اللہ نے انہیں فرشتہ بنا کر ہی بھیجا اللہ ان کا بھلا کرے اور میں تو اب یہ ہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں اپنا وعدہ نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قارئین کرام یہ کوئی قصہ تھا اور نہ ہی کہانی یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے تو رہا ہے پڑھتے دیکھتا اور سچ کہوں تو اس کی دہشت سے ابھی تک خود کو آزار نہیں کروا پائی ہوں ابھی بھی سنسان جگہوں قبرستانوں اور بھری دو پہیوں میں مجھے انجان سے خوف میں مبتلا کر دیتی ہیں اس واقعے کو گزرے ہوئے برسوں

## غزل

اس شاموں میں وہ لوٹ کر آتا بھول جاتا تھا  
 کر کے جفا مجھ کو مٹاتا بھول جاتا تھا  
 انہیں نصیحتوں نے اس کی جگہ بدنام کر ڈالا  
 وہ لگے کے نام دیواروں پہ مٹاتا بھول جاتا تھا  
 مت پوچھ نسبت میں اپرواہی اس کی  
 دے کر دھم دو مرہم لگاتا بھول جاتا تھا  
 کتنا دل نشین ہوتا تھا اس کی یاد کا منظر پرکس  
 وہ جب بھی یاد آتا تھا زمانہ بھول جاتا تھا  
 محمد عمران پرکس۔ حاصل پور

## غزل

کب دل میں تیری یاد کا سماں نہیں رہا  
 اٹھوں سے تر لیا گوشہ مرزاں نہیں رہا  
 دل مرا حشر ہے غم روزگار میں  
 خواہوں گا آنا اب کوئی آساں نہیں رہا  
 روکا ہے گا اب تو ان آنکھوں کا عمر بھر  
 اچھے دنوں کا اب کوئی امکان نہیں رہا  
 دنیا ہمارے رہنے کے قابل نہیں رہی  
 چہرے مصنوعی تو ہیں مگر انساں نہیں رہا  
 خیر گلیاں دکھائی ہیں دنیا نے پارہا  
 مدت سے عقل عقل بھی حیراں نہیں رہا  
 مستی کسی کی آنکھ کی بھوا نہیں رہا  
 مجھ کو خیال گردشِ دواں نہیں رہا  
 پروغیر ڈاکٹر واجد چینیوی

اس نے یہ سوچ کر ٹھکرا دیا ہم کو اسے نادان عامر  
 یہ غریب لوگ ہیں محبت کے سوا کیا دیں گے  
 عامر شیراؤغا۔ بری پور

سکھوں میں دکھ کر سلا گیا ہم کو  
 آنکھ بند کی اور ہٹا گیا ہم کو  
 جب تصور تھا جو بارشوں میں  
 مٹی دیواروں پر چلا گیا ہم کو

ہیت چکے ہیں مگر اس کے اثرات ابھی بھی باقی ہیں  
 اس دن کے بعد سے ہماری فیملی کا گویا یہ ہے  
 بھی تجا اور اجازت سنان جگہ پر نہیں گیا اور ہم نے  
 اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا ہے کہ ہمارے بزرگ  
 جو وعدہ کر گئے تھے ہم اسے اچھی طرح نبھائیں  
 اور اب یہ ہی خیال یہ ہی ذمہ داری ہمارے  
 بچوں نے اٹھالی ہے آپ بھی خیال رکھنے کا کہ  
 کہیں آپ کے بچوں سے بھی ایسی بھولی ایسی  
 خوفناک غلطی نہ ہو جائے جس کے نتیجے میں آپ کو  
 بھی لینے کے دینے نہ پڑ جائیں اور کہیں اپنی ہی  
 سزا اٹھ جائے جیسے کہ ہمارے بزرگوں کو اٹھانی  
 پڑی اپنا اور اپنے بچوں کا خیال رکھنا اور اس کے  
 ساتھ ساتھ اللہ کی بنا کی تمام مخلوقات کا خیال رکھنا  
 ہی ہم سب کا فرض اولین ہے کیونکہ ہمیں اشرف  
 المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے اور اسی شرف  
 اور اسی اعزاز کا تقاضا ہے کہ ہم اپنا فرض نہ صرف  
 نبھائیں بلکہ اس پر دل و جان سے عمل بھی کریں۔  
 نمینہ طاہرہ بٹ۔ لاہور۔

## دل کو بہلانا

ہم تیری یاد کے بھرے ہیں قید نہیں  
 اٹنا چاہیں بھی تو یہ سوچ کر اڑ نہیں پاتے  
 باہر تنہائی کی ہوا سرد مگی  
 ہے دم وقت کی فضا ہو گی  
 کون ڈالے گا تیرے پیار کا دانہ ہم کو  
 تجھ سے ملنے کا نہ ملنے کا بہانہ ہم کو  
 دن کہیں گزرے گا اس کی تو خبر ہی نہیں  
 کیسے گزرے گی رات اپنا تو کوئی مگر بھی نہیں  
 بس یہی سوچ کر خود کو سمجھاتے ہیں اکو  
 تیری باتوں سے ہی دل کو بہلاتے ہیں اکو  
 ہم تیری یاد کے بھرے ہیں قید نہیں  
 رئیس ارشد۔ شیرخان پور



# قاتل دھاگہ

- تحریر: رابعہ ارشد - منڈی بہاؤالدین -

احمد یار میری بات غور سے سنو میرے پاس وقت بہت کم ہے مجھے آگے جانا ہے تمہیں مشکل میں دیکھا تو رک گیا یہاں آج سے قریب پچاس برس قبل ایک ہندو خاندان آباد تھا ان کے ایک بیٹے آکاش کو جادو سیکھنے کا بہت شوق تھا گھر والوں سے چھپ کر اس نے کافی کچھ سیکھ لیا ایک دفعہ اس کو اس کے شیطان دیوتا نے حکم دیا۔ اگر وہ اسے ساتھ لڑکیوں اور سات لڑکوں کی ملی دے گا تو وہ اسے موت کا علاج بتائے گا شیطان نے اسے ورغلائے کے لیے کہا۔ دیکھو میں کب سے زندہ ہوں اور زندہ ہی رہوں گا۔ اگر تم بھی میری طرح ہونا چاہتے ہو تو پہلے ساتھ لڑکیوں کی قربانی دو پھر میں تمہیں ایک ایسی طاقت دوں گا جس سے تمہیں باقی سات لڑکیوں کی قربانی دینا آسان ہوگا مگر یاد رکھنا اگر تم ناکام ہوئے تو تمہاری موت بھی ہو سکتی ہے آکاش موت کا علاج ملنے کی خوشی میں دیوتا ہندو ہاتھ دھو سوچے سمجھے بغیر اس بھیانک کام کے لیے راضی ہو گیا۔ اگلے دن سے اس نے یہ کام شروع کر دیا وہ ہر روز ایک لڑکی لاتا جسے وہ شیطان کے چرنوں میں قربان کر دیتا۔ اور اس کا خون اس پر ڈالتا اس طرح۔ اس نے سات لڑکیوں کی قربانی دے دی آخر ملی بیٹے کے ساتھ ہی شیطان نے اس کو وہ طاقت عطا کی جو آج بھی تباہی مچا رہی ہے۔ شیطان نے اس کو ایک طلسمی دھاگہ دیا اور کہا کہ اس دھاگے کو تم جس کا تکیہ کرنے کے لیے کہو گے یہ کروے گا اگر حکم دو گے تو یہاں کا تمہارا سہ قہر موتوں میں لا پھینکے گا مگر یاد رکھنا جب تک تم زندہ ہو یہ تمہارا مطیع رہے گا اگر تم سات بنیاں دینے سے پہلے مر گئے تو یہ آزاد ہوگا اور قتل و غارت کرے گا اور خون کی خوبصورت ندیاں بہیں گی۔ ایک سنسنی خیز اور ڈروانی کہانی۔

میں اتار دیا گیا۔

آج گاؤں میں گیارہواں قتل ہوا تھا اس بار قتل ہونے والی لڑکی زونیرہ تھی یہ قتل بھی پہلے کی طرح تھا زونیرہ کی گروں تن بیتہ جد امی اور صرف ایک دھاگے کے برابر جڑی ہوئی تھی اس کی لاش خون میں لت پت پڑی ہوئی تھی اس کی ماں باگلوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔ باپ بھی دیوانہ وار رو رہا تھا۔ کیونکہ زونیرہ ان کی اکلوتی اولاد تھی جو پندرہ سال بعد بڑی منتوں مراؤں کے بعد پیدا ہوئی تھی اور اب محض انیس برس کی عمر میں وہ واپس خدا کے پاس چلی گئی تھی سارے گاؤں پر آفت ٹوٹ پڑی تھی ہر روز کی طرح زونیرہ کو بھی آج غسل کے بعد قبر

رات پھر اپنے کالے پر پھیلا رہی تھی اور اپنی خواست کا سایہ ارننگ آج جانے کس کی زندگی میں گھولنے والی تھی اچانک ایک طرف سے ایک دلخراش جیٹ ابھری احمد یار جو ابھی شہر سے لوٹ رہا تھا اپنے گھر کی طرف مڑتے ہوئے رک گیا اور بائیں والی گلی کی طرف بھاگا جہاں سے آواز آئی تھی دو موٹر مڑنے کے بعد سفید لائٹ کی روشنی میں جو منظر اس نے دیکھا وہ اس کے حواس گم کرنے کو کافی تھا کسی کے سفید کپڑے تیزی سے سرخ ہو رہے تھے۔

جولائی 2014

خونناک ڈائجسٹ 120

قاتل دھاگہ





ہوائی مخلوق کا کام ہے۔ پولیس اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو چکی تھی سخت نگرانی کے باوجود بھی سب ایک لاش ضرور ملے گی ایک دو عالموں کے بعد کسی عالم نے بھی ادھر کا رخ کرنے کی جرات نہیں کی کیونکہ ان کی گردن بھی ویسے ہی کٹی ہوئی ملی تھی جیسے دوسرے لوگوں کی۔ احمد یار کی ماں کو بھی یہی خوف لاحق تھا کہ کہیں وہ غلوں سے اسے بھی کوئی نقصان نہ پہنچائے اس لیے وہ اسے بھی زیادہ گھرتے نکلنے نہ دیتی تھی حالانکہ وہ ایم ایس سی کیمسٹری کرنے کے بعد کانٹن میں ٹیچر رہا تھا مگر اس کی ماں اسے آج بھی چھوٹا بچہ ہی سمجھتی تھی انہوں نے احمد یار کو خبردار کر دیا کہ اگر وہ عصر تک گھر واپس نہ آیا تو اسے یہ نوکری بھی چھوڑنا پڑے گی۔ پھر اس نے اکیڈمی پڑھنے والی لڑکیوں اور لڑکوں کو قاریغ کر دیا اور اب صرف کانٹن میں ہی پڑھاتا تھا۔

لیاقت علی صاحب کے چار بچے تھے سب سے بڑا احمد یار اس کے بعد بیٹی کشف پھر بیٹا شہباز اور سب سے چھوٹی مائدہ جسے اکثر شہباز جان بوجھ کر مہرہ کہہ دیتا تھا پھر جو ہنگامہ وہ بچائی وہ الامان الحفظ زندگی بڑے سکون سے گزر رہی تھی۔

لیاقت علی بہت بڑے جاگیردار تھے مگر انکساری اور ہمدردی محبت اور عاجزی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی یہی خصوصیت ان کے بچوں میں بھی تھی مگر دونوں میں سے کوئی بھی زمینداری میں دلچسپی نہ لے سکا جس کا انہیں بہت قلق تھا مگر ان کے اس دکھ کو اسفندیار نے ختم کر دیا جو ان کے بڑے بھائی کا بیٹا اور کشف کا منقرض تھا وہ اوپر والے پورشن میں رہتے تھے احمد یار کے تایا جان اس سے بہت محبت کرتے تھے آخر ان کی بیماری بھی ایمان اس سے منسوب تھی اس خوشیوں بھری زندگی میں غم کی لہر اس وقت اٹھی جب ایک صبح تائی جان کی لاش بھی اسی طرح ملی جسے

اس کی گردن کٹی ہوئی تھی اس کے ارد گرد خون کا تالاب سا بنتا جا رہا تھا وہ بھاگ کر اس کے قریب آیا مقتول کا چہرہ دیکھتے ہی احمد یار کا رنگ فق ہو گیا وہ اس کا جگری یاد ہوئی تھا اس کی بے نور آنکھیں خوف کے مارے کھلی ہوئی تھیں موسیٰ کی موت پر اس کو یقین نہیں آیا اس نے دھڑکیں مار مار کر دوا شروع کر دیا۔ اس کی آواز سن کر ارد گرد کے گھروں کی کنڈیاں کھٹکے لگیں اور لوگ تیزی سے اس طرف بڑھنے لگے سب نے جب موسیٰ کو ابھی ٹینڈ سوتے ہوئے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں چند لوگوں نے ہمت کر کے اس کی لاش کو چار پائی پر ڈالا اور اس کے گھر لے گئے۔ جب چار پائی کو اس کے گھر میں رکھا گیا تو وہاں بھی کبیرام چٹا گیا اس کی ماں اور بہنیں پاگلوں کی طرح لاش پر جھپٹ پریں ماں رو رو کر کہہ رہی تھی کہ اسے لے جاؤ یہ میرا موسیٰ نہیں ہے وہ دوکان تک گیا ہے ابھی آجائے گا تم دیکھ لینا مگر اس بھولی ماں کو کیا معلوم تھا کہ موسیٰ تو خدا کو پیارا ہو گیا ہے۔ صبر کے گھونٹ پی کا آخر موسیٰ کو بھی سپرد خاک کر دیا گیا۔

فلی نوید اور اب موسیٰ کو کھونے کے بہت دیر سے اندر انتقام سراجا رہے لگا تھا میں نے ایک منہم ارادہ کر لیا مگر اس سے پہلے ہی ایک مجرہ ہو گیا۔

چندن پورا ایک خوبصورت گاؤں تھا اس کے دونوں طرف بلند پہاڑ تھے جن پر لمبے لمبے سرسبز درخت اگے ہوئے تھے یہاں کے ہاسی آپہن میں بہت محبت سے رہتے تھے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے مگر اچانک جانے کیا ہوا کہ گاؤں میں بے درپے قتل کی وارداتیں ہونے لگیں قتل ہونے والے کی گردن بڑی صفائی سے کٹی ہوئی تھی مگر ایک دھماکے کے برابر ریشہ جڑا ہوتا تھا باقی جسم بالکل سلامت ہوتا تھا اس لیے لوگ یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ کسی درندے کا کام ہے کبھی کا خیال تھا کہ یہ کسی

باقی گھر والوں بے یقین نظیروں سے دیکھ رہے تھے اس دن گھر میں قیامت برپا تھی ہر آنکھ اٹکیا رہی تھی کہ تانی جان نے بھی کسی کے ساتھ برابر تانہ نہیں کیا تھا ان کو بھی سپرد خاک کر دیا گیا مگر ایمان کی حالت غیر ہو رہی تھی جیسے احمد یار بہت بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ تانی جان کی تدفین کے بعد وہ بے مقصد ہی نہر کے کنارے پھر رہا تھا حالانکہ گھر مہمانوں سے بھرا پڑا تھا مگر اسے جانے کیا ہو گیا تھا ایمان کی خراب حالت اور اتنا بڑا دکھ اس کے دماغ کو مافوق کر رہا تھا۔ وہ نہر کے ایک کنارے پر سر تھا مگر بیٹھ گیا تھا کہ کیا کرے۔

جینا پریشان معلوم ہوتے ہو وہ کوئی فقیر صفت آدمی تھا۔

جو اس کے سامنے کھڑا تھا اس نے کہا۔

ہاں بابا میں بہت پریشان ہوں۔

بابا جی بولے جینا اس کا ایک حل تو ہے اگر تم کر دو بابا نے کہہ کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا اس نے حیرت سے کہا۔

بابا جی آپ کو کیا پتہ ہے مجھے کیا پریشانی ہے

مجھے سب معلوم ہے احمد۔ اپنا نام بابا جی کے منہ سے سن کر کرنت کھا کر اچھلا۔

حیران نہ ہو جینا میں بھی تمہارے جیسا ہی عام سا انسان ہوں بس کریم ہے اس پاک پروردگار جس نے تھوڑی سی علم کی روشنی دی ہے۔ یہ کہہ کر بابا جی احمد یار کے ساتھ ہی بیٹھ گئے اور اس کے کچھ بھی بولنے سے پہلے کہنے لگے۔

احمد یار میری بات غور سے سنو میرے پاس وقت بہت کم ہے مجھے آگے جانا ہے تمہیں مشکل میں دیکھا تو رک گیا یہاں آج سے قریب پچاس برس قبل ایک ہندو خاندان آباد تھا ان کے ایک بیٹے آکاش کو جادو سیکھنے کا بہت شوق تھا گھر والوں سے چھپ کر اس نے کافی کچھ سیکھ لیا ایک دفعہ اس کو اس کے شیطان

دیتا نے حکم دیا۔

اگر وہ اسے ساتھ لڑکیوں اور سات لڑکوں کی بلی دے گا تو وہ اسے موت کا علاج بنائے گا شیطان نے اسے ورغلائے کے لیے کہا۔

دیکھو میں کب سے زندہ ہوں اور زندہ ہی رہوں گا۔ اگر تم بھی میری طرح ہونا چاہتے ہو تو پہلے ساتھ لڑکیوں کی قربانی دو پھر میں تمہیں ایک ایسی طاقت دوں گا جس سے تمہیں باقی سات لڑکوں کی قربانی دینا آسان ہوگا مگر یاد رکھنا اگر تم ناکام ہوئے تو تمہاری موت بھی ہو سکتی ہے آکاش موت کا علاج ملنے کی خوشی میں دیوانہ ہو رہا تھا وہ سوچے سمجھے بغیر اس بھیانک کام کے لیے راضی ہو گیا۔

اگلے دن سے اس نے یہ کام شروع کر دیا وہ ہر روز ایک لڑکی لاتا جسے وہ شیطان کے چڑیوں میں قربان کر دیتا۔ اور اس کا خون اس پر ڈالتا اس طرح اس نے سات لڑکیوں کی قربانی دے دی آخر بلی دینے کے ساتھ ہی شیطان نے اس کو وہ طاقت عطا کی جو آج بھی تانی جی کا رہی ہے۔

بابا جی نے کہا اور پھر کچھ توقف کے بعد بولے شیطان اس کو ایک طعنی دھاگہ دیا اور کہا کہ اس دھاگے کو تم جس کا قتل کرنے کے لیے کہو گے یہ کر دے گا مگر حکم دو گے تو یہ اس کا تمہارے قدموں میں لا پھینکے گا مگر یاد رکھنا جب تک تم زندہ ہو یہ تمہارا سچا رہے گا اگر تم سات بلیاں دینے سے پہلے مر گئے تو یہ آزاد ہو گا اور کل وغارت کرے گا اور خون کی خواہشورت نمایاں ہوگی میرا دونوں طرح سے فائدہ ہے اب اگر تم بھی عمر چاہتے ہو تو جلد از جلد باقی کی سات بلیاں بھی دے دو تا کہ میں تمہیں دو روز بتا دوں آکاش شیطان کے اس عجیب دھوکے پر حیران ہو کیونکہ اسے معلوم نہ تھا کہ شیطان ہی کے دھوکے نے تو اسے دھاگہ ملنے کی خوشی بھی بہت بھی مگرا پنی جان کی فکر زیادہ تھی اس نے دھاگے کو حکم دیا تو وہ ایک

قاتل دھاگہ

خونک ڈائجسٹ 123

جولائی 2014



غائب ہو جائے گا تب تک وہ دھماکہ تمہارے سامنے  
آچکا ہوگا اگر تم نے اسی لمحے اس پر پھونک نہ ماری تو  
جو کچھ تمہارے گرد و حصار نہ ہوگا اس لیے وہ تمہاری بھی  
گردن کاٹ سکتا ہے اور پھر میں بھی تمہاری بھی گردن  
کاٹ سکتا ہے اور پھر میں بھی تمہاری کوئی مدد نہیں  
کر سکتا۔

اچھا اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو اور ہاں باباجی  
جاتے جاتے مڑے۔

یہ ورد کرنے کے لیے تمہیں کہیں جاتے کے  
لیے ضرورت نہیں ہے تم کسی بھی پاک جگہ پر اسے  
کر سکتے ہو اللہ حافظ یہ کہہ کر باباجی چلے گئے۔

انکے جانے کے بعد اس نے کانڈ اور دیبا کی  
طرف دیکھا اور اللہ کا شکر ادا کیا جس نے میری اس  
طرح سے مدد کی۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو میں تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ  
کر تھک گیا ہوں اس کا دوست اسد اس کے ساتھ  
بیٹھے ہوئے بولا۔ اس کے سب دوستوں میں سے  
صرف وہی بچا تھا اسے اسد کی طرف محبت سے دیکھا  
اسے اپنا یہ پر خطوں سا دوست بہت اچھا لگتا تھا۔  
کہاں کھو گئے ہو اس نے اس کو کندھے سے پکڑ کر بلایا  
اس نے اپنی شہر رنگ آنکھوں کو دو تین بار جھپکایا۔  
کہیں نہیں۔ پلو گھر چلیں دوڑوں چپ چاپ

گھر کی جانب چل دیے احمد یار کو معلوم تھا کہ اگر کوئی  
اور سوچتا تو اس اس کو ہنسا کر ڈاک میں دم  
کر رہتا تھا مگر اس وقت تو اس کی اپنی آنکھیں انتہائی  
سرخ اور سو جھمی ہوئی تھیں کیونکہ تالی جان کو اس سے  
خصوصی لگاؤ تھا احمد یار نے اسے سب کچھ بتایا اور گھر  
میں کس کو بتانے سے منع کیا تو اس نے کہا۔

یار تم بے فکر ہو کر اپنا کام کرنا باقی سب میں  
سنبھال لوں گا۔ اور اس نے ایسا ہی کیا۔ شیر یار اسفند  
یار اور باقی لڑکوں کو ساتھ لگا کر مہیالوں کو سنبھالا  
اور جبکہ ساتھ ساتھ اپنے چھوٹے بھائی شاہ ویز کو پابند

نو جوان لڑکے کو خود میں جکڑے اس کے سامنے لے  
آیا اور پھر اس کے حکم پر اس کی گردن تن سے جدا کر  
دی اس کی یہ ملی شیطان نے قبول کر لی۔

دوسرے دن جب آکاش گھر سے نکلا تو اس  
کے ایک دشمن راجپال نے اس کو مار دیا وہ ترپنے لگا  
جب آکاش مر گیا تو دھماکا آڑا ہو گیا اس نے سب  
سے پہلے راجپال کی گردن کاٹنی تب سے اب تک وہ  
دھماکہ آڑا ہے اور یہ سب گل وہی کر رہا ہے اب تم ہی  
اسے ختم کر سکتے ہو۔

باباجی نے یہ بات سمجھ کر اس کی طرف  
دیکھا۔

میں کیسے باباجی۔ احمد یار نے استغما یہ انداز  
میں پوچھا۔

کیونکہ تمہارے دائیں بازو پر نبضوں سے اللہ  
لکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے کوئی شیطانی طاقت تمہیں  
قتلمان نہیں پہنچا سکتی میں بے اختیار اپنے بازو کی  
طرف دیکھا۔

یہ احم پاک میرے بازو پر پیدائشی تھا اچھا اب  
میں چلتا ہوں۔

باباجی نے کہا اور ایک چھوٹی سی ذیبا اس کی  
طرف بڑھائی اور کہا۔  
یہ چھوٹا سا کتہہ رکھ لو۔

یہ کیا ہے باباجی احمد یار نے پوچھا یہ  
ایک کانڈ ہے پہلے یہ پکڑو باباجی نے دوسرے  
ہاتھ سے جیب میں سے کانڈ نکالا اس پر ایک ورد لکھا  
ہوا تھا۔

یہ تم نے سات مرتبہ پڑھنا ہے جب آخری بار  
پڑھو گے تو وہ دھماکہ تمہارے پاس تیرا ہوا جائے گا  
اس پر پھونک مار دینا وہ جل جائے گا مگر اس سے پہلے  
اس ذیبا میں موجود سفوف سے ساتھ حصار پہنچ لیا ہر  
دفعہ جب تم ایک بار ورد عمل کرو گے تو ایک حصار  
غائب ہو جائے گا جب تم آخری بار پڑھو گے تو حصار

کیا کہ کوئی بھی احمد یار کے کمرے میں نہ جائے اس کی طبیعت خراب ہے اس لیے وہ دوا کھا کر سو رہا ہے۔

اس نے اپنا یہ فرض بخوبی سمجھا احمد یار نے سب سے پہلے دھوکا نماز عشا دوا کی اپنے گرد حصار کھینچ کر اس میں کھڑا ہو گیا وہ ورد اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ سے پڑھنا شروع کیا تین بار پڑھنے پر بھی کوئی حصار غائب نہ ہوا تو اس نے حیرت سے سوچا کہ یہ کیا بابا جی نے تو کہا تھا کہ ہر دفعہ ایک حصار غائب ہوگا۔ اتنے میں اسے بابا جی کی آواز سنائی دی بیٹا یہ نفل رات کے پچھلے پہر کرتا ہے جو میں تمہیں بتانا بھول گیا تھا تب اسے کچھ سکون ملا اس نے باہر نکل کر انتظار کرنا شروع کر دیا مہمان آہستہ آہستہ اپنے اپنے کمرے میں جانے لگے۔

اسد نے اسے دیکھا ہاتھ میں پکڑا کفگیر نیچے رکھ کر کپڑے جھاڑتا ہوا اس کی طرف آنے لگا اس کے سفید کپڑوں پر اب جا بجا سالن اور چمکائی کے داغ لگے جوئے تھے جنس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مہمانوں کو کھانا کھلا کر آ رہا ہے۔

احمد یار نے اسے دیکھا تو کہا۔ یہ تم نے کیا کیا ہے گھر میں ملازمین کسی لیے ہیں اسد بولا۔ تم بھول رہے ہو تائی جان کو اپنے ہاتھ سے کام کرنا پڑتا تھا اس لیے بس میں نے۔۔ اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ پھنس گیا اور وہ مزید نہ بول سکا ہاں میں سمجھ سکتا ہوں۔

احمد یار نے کہاں ضبط کا مظاہرہ کیا اسد نے جو دیر قابو پا کر اس سے پوچھا۔ تم نے نفل کر لیا نہیں احمد نے کہا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد شروع کروں گا وہ رات کے پچھلے پہر کرتا ہے۔

اچھا آؤ تم بھی کچھ کھاؤ۔ اس نے اس سے کہا اور اس کے اٹھا کر نہ کے باوجود بھی اسے کھانا کھلایا مقررہ وقت پر وہ اپنے کمرے میں آیا اور اپنا نفل شروع کر دیا۔ جیسے ہی اس نے پہلی دفعہ نفل مکمل کیا

ایک حصار اس کے دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا اسی طرح باقی کے سارے حصار بھی غائب ہو گئے۔

آخری حصار غائب ہوتے ہی اسے ایک سرخ چمکتا ہوا دھاگہ تیزی سے اپنی گردن کی طرف بڑھتا ہوا معلوم ہوا اسے جلدی میں کچھ سمجھ نہیں آیا تو اس نے ہاتھ آگے کر دیا دھاگے نے کسی تیز دھار تلوار کی طرح اس کا ہاتھ زخمی کر دیا اس نے جلدی سے اس پر پھونک ماری تو وہ جل کر زمین پر گر گیا۔ اس کے ہاتھ سے خون تیزی سے نکل رہا تھا اس جلدی سے باہر نکل کر اسد کو آواز دی جو اس کے ساتھ واسے کمرے میں تھا

کیا بابا احمد۔ اس نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور اس کے بولے بغیر ہی وہ اس کے ہاتھ کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ اس وقت اس کا ذاکر ہونا احمد کو کسی نعمت سے کم نہ لگا اس نے احمد یار کے ہاتھ میں ڈالنے لگائے تب کہیں جا کر خون رشنا بند ہوا۔ اس کے پوچھنے پر اس نے سارا معاملہ اس کو بتا دیا دونوں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جس نے احمد یار کی جان بچالی۔

دوسری صبح سب کو یہ خوشخبری سنائی گئی کہ ابھی یقین نہ آیا مگر جب کئی روز تک کوئی نفل نہ ہوا تو سب کو یقین ہو گیا کہ وہ طلسمی دھاگہ اپنا وجود کھو گیا ہے۔ چند دن پور کی خوشیاں پھر سے لوٹ آئیں تاپا جان اور اب جان مل کر اب سب کی شادیوں کا سوچ رہے تھے اور امی جان پیش پیش تھیں ہر طرف خوشیاں لوٹ آئی تھیں ہر نفل کے لب مسکرا رہے تھے گاؤں دوبارہ خوشحال ہو گیا تھا۔

جی تو قلمین کرام یہ میری پہلی تحریر آپ کو چھپی بھی لگے اپنی قیمتی رائے سے مجھے ضرور نوازے گئے گا۔ میں آپ کی تنقید کا شدت سے منتظر ہوں گی۔ کیونکہ تعریف کے قابل میرے قلم نے کچھ لکھا ہی نہیں ہے خاص طور پر خیر امیل سائل دعا بخاری عائشہ سحر اسلام آباد قاری سسز انٹل غزل اور اسد شہزاد اور عثمان عثمان کی آرا کا شدت سے انتظار رہے گا۔



# عاشق بچھو

-- تحریر: ریانا محمود قریشی -- میر پور خاص --

نم پر چھپنا اور اس کو بالوں سے چڑا کر جھنجھوڑ دیا۔ اور پھر ساتھ ہی اس کو کھینچتے ہوئے وہ تہہ خانہ میں لے گیا۔ جہاں بچھو کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ بچھو کی لاش کو دیکھ کر پونم زور زور سے رونے لگی اور ساتھ ہی اس نے خود کو پنڈت کے ہاتھوں سے چھڑا لیا اور بچھو سے لپٹنے لگی۔ پونم کو اس طرح دیکھ کر پنڈت ہلنے لگا اور بولا۔ "وہ انسانوں کی محبت تو دیکھیں یہی عمر بچھو کی معشوقہ کیل پار دیکھ رہا ہوں بابا بابا۔ بابا بابا۔" دیکھ لے پنڈت اس بچھو کی معشوقہ بھی اور اس معشوقہ کا انتقام بھی دیکھ لے۔ پنڈت آگے بڑھا اور پونم کو بازو سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ اور چلنے ہوئے بولا۔ "دور کھتم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔ اتنا کہہ کر وہ اس کے منہ پر تھپھر مارنے لگا۔ پھر اس نے ترشول اٹھایا اور پونم کے پیٹ میں مار دیا۔ پونم زمین پر گر گئی اور ترابے لگی جھنجھوڑی دیر بعد پونم کا جسم بے جان ہو گیا۔ پونم بچھو کے ساتھ ہی دھڑ بھڑاتی۔ پنڈت نے شیطان قہقہہ لگا یا اور بولا۔ "آئی تھی مجھے مارنے کے لیے تو وہی اپنے بچھو کی عاشق کے پاس چلی گئی ہے پونم کے جسم سے زہر سائیکل لگا جو پنڈت کو نظر نہیں آ رہا تھا پونم کی روح چن کر بولنے لگی۔ پنڈت جب تک میں اپنے عاشق کی موت کا انتقام نہیں لے سکتی مجھے نہیں پس آئے گا پونم کی روح بچھو میں داخل ہوگی اور بچھو میں حرکت پیدا ہوئے گی پونم کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر پنڈت خوفزدہ ہو گیا اور ایک طرف بھاگنے لگا بچھو اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا پنڈت بچھو کے خوف سے بے ہوش ہو گیا۔ بچھو پنڈت کی پاس ہی بیٹھا رہا۔ "تمہیں کہا تھا میں کہ میں اپنے محبوب کی موت کا بدلہ ضرور لوں گی۔ بلکہ ان سب کی موت کا بدلہ لوں گی جس کو تم نے بچھو کے ہاتھوں مر دیا ہے۔ میرے ماما پتا کی موت کا بدلہ۔ اپنے محبوب کی موت کا بدلہ۔ تم نے مجھ سے میرا پیار چھین لیا۔ میں تمہیں بھی معاف نہیں کروں گی بچھو میں سے پونم کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں وہ پنڈت کو سن رہی تھی پنڈت اپنی زندگی کی بھلیک مانتھ رہا تھا۔ مجھے جانے دو مجھے جانے دو پونم میں باتیں جوڑتا ہوں۔ وہ مسلسل معافیاں مانگ رہا تھا۔ نہیں نہیں تمہیں میں معاف نہیں کر سکتی ہوں۔ آئی میرے ہاتھوں سے قتل نہیں ہو سکتے ہو۔ پونم غصہ سے بول رہی تھی۔ اور پنڈت اس کی گرجدار آواز سن کر کانپ رہا تھا اور معافیاں مانگ رہا تھا لیکن پونم نے اس کو معاف نہ کیا اور اس کو وہ موت دی جو اس نے اس کے محبوب بچھو کو دی تھی اس کا خاتمہ کر کے اس کو دلی سکون مل گیا اور پھر لوگوں نے اس کو اس بچھو کو اس کے اصل مقام تک پہنچا دیا۔ جہاں سے کوئی بھی دل نہیں آتا۔ ایک سنسنی خیز اور روائی کہانی۔

اپنے ماما پتا کے ساتھ غل دیوی کے ہند میں  
پونم پوچھا کے لیے آئی ہوئی تھی مندر کا پنڈت پونم  
کو بہت دیر سے دیکھ رہا تھا پونم بھی پنڈت کو دیکھ کر  
نوٹ کر رہی تھی پونم دل میں سوچنے لگی کہ پنڈت اس  
طرح مجھے کیوں مہرور ہے پونم سے رہا نہ گیا تو پونم  
نے ہالہ خراپے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ پنڈت سے





Shiraz Ali



نے کمرے میں چار پائی کے لمبے دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا پونم نے اپنا خیال سمجھ کر جھٹکا اور پاؤں پختی ہوئی چلی گئی بچھو پھر اس نظروں سے دیکھتا رہا۔  
آج تو لگتا ہے جیسے پرستان کی پرلی اتر آئی ہو دھرتی پر پونم کی دوست نے پونم کو دیکھتے ہی اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

وہ اپنی دوست کی شادی میں تھی اور شادی انجوائے کر رہی تھی پر پونم کو نہیں پتہ تھا کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے پونم اپنی باتوں میں مصروف تھی کہ بچھو سب سے چھپ کر پونم کو دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا شادی ختم ہوئی تو پونم اپنے گھر جانے لگی پونم کی دوسری دوستوں نے بھی اپنے اپنے گھروں کو جانے کی تیاری کر لی اور اپنے گھروں کو چلی گئی۔ پونم کا گھر تھوڑا سی دور تھا اس لیے پونم اکیلی ہی رہ گئی تھی اور رات نے اندھیرے میں اپنے گاؤں کی طرف جاری تھی پونم نے اپنے گھر کا گیت بجا یا تو اس کے ہاں نے گیت کھولا اور وہ گھر میں داخل ہو گئی رات اس نے جیسے ہی بیچے دیکھا تو اس کی چیخ نکلی وہ چلا کے بولا۔

پونم - میرے پیچھے اتنا بڑا سیاد بچھو۔  
پونم نے بچھو کا نام سنتے ہی بیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بھی خولڑو ہوئی۔ اور بیچھے ہٹ گئی۔ رام لال نے کلبازی اٹھائی اور بچھو پر وار کرنے لگا بچھو ہروار سے بچتا جاتا رام لال اور اس کی چچی دونوں نے بچھو کو گھیر لیا تھا پونم کھڑی رو رہی تھی بہت دیر ہوئی تو بچھو نے اپنے لٹکے ڈنگ اٹھائے اور رام لال کے کٹے میں کاڑ دیئے اور زبردست لڑائی لال نے چیخ ماری اور بے جان ہو گیا۔ بچھو کی آنکھیں لال سرخ ہو رہی تھیں اور وہ غصے سے رام لال کی مٹی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

پونم جی تم بھاگ جاؤ پونم بھاگ جاتی پونم کی ماں پونم کو کہہ رہی تھی پر پونم کھڑی رو رہی تھی اور کہہ

ہو چھٹی ضرور کہ وہ مجھے کیوں گھور رہا ہے پونم نے موقع دیکھ کر پنڈت سے پوچھا۔  
آپ مجھے کیوں دیکھ رہے ہو  
پنڈت بولا۔ بیٹا کچھ نہیں میں تو یہ دیکھ رہا تھا کہ تم دیوی کی کتنی بڑی سخت ہو

اچھا۔ پونم ٹکرائے انداز میں مسکرانے لگی تو پنڈت نے اپنی بند مٹھی پونم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا بیٹی یہ رکھ لو تمہاری رکشا کرے گا پونم نے جب ایسے دیکھا تو وہ ساہ بچھو تھا جو بہت چھوٹا تھا اور پتھر کا بنا ہوا تھا۔ پونم بچھو کو غور سے دیکھنے لگی کہ یہ بچھو میری کیا رکشا کرے گا پونم نے یہاں وہاں دیکھا تو اس کو اپنے کپڑوں سے بھر صندوق نظر آیا پونم نے صندوق کھولا اور بچھو کو اس میں پیسے دیا یہ کہہ کر کہ پنڈت نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے اور پھر پونم نے صندوق بند کر دیا۔ ایک مہینہ بیت گیا پونم صندوق میں بچھو رکھ کر بھول گئی پونم کو کسی شادی میں جانا تھا۔

وہ اپنے مئے کپڑے صندوق میں سنبھال رہی تھی پونم نے جیسے ہی صندوق کھولا تو وہ بچھو اس کو نظر آیا جو تھوڑا بڑا لگ رہا تھا پونم سوچنے لگی کہ یہ بچھو کونسا تھا پھر بڑا کیسے ہو گیا شاید میرا دام ہو گا پونم نے سوچا اور کپڑے نکال کر اپنے کمرے میں سے باہر چلی گئی پونم غلطی سے صندوق کھولا پتھر کی مٹی اچانک پونم کے کمرے میں اندھیرا ہو گیا اور صندوق بچے لگا صندوق سے کسی جانور کے دوڑنے کا ہر آئے پھر صندوق سے ایک بہت بڑا بچھو نکلا اور چار پائی کے نیچے چلا گیا پونم اپنے کمرے میں آئی وہ بہت خوبصورت لک رہی تھی پونم نے کھوا ہوا صندوق دیکھا تو پھر اسے بند کر دیا اور خود آئینے کے سامنے بیٹھ کر تیار ہونے لگی بچھو چار پائی کے نیچے سے پونم کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا پونم کوئی گانا گانا رہی تھی اور اپنی زلفوں کو سنوار رہی تھی پونم جب پوری طرح تیار ہو گئی تو وہ جانے لگی تو پونم کو ایسا لگا کہ جیسے کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہے اس

رہی تھی۔

میں نہیں جاؤں گی آپ کو چھوڑ کر۔

ایک دم ہی بچھوڑنے اپنا ڈنک پونم کی ماں کی گردن میں گاڑ دئے پونم کی ماں وردہ سے چیخ رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ پونم مجھے میری قسم جا یہاں سے جا پونم نے بچھوڑ دیکھا اور بھاگ کھڑی ہوئی پونم اپنی سیدھی بھاگ رہی تھی رات کا اندھیرا کھوپ تھا ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آ رہا تھا پونم کو بھی کچھ نہیں آ رہا تھا وہ اندھا دھند بھاگ رہی تھی بھاگتے بھاگتے پونم کسی چیز سے ٹکرائی اور لڑکھرائی ہوئی گر گئی مرنے کے ساتھ ہی پونم کو چکر آنے لگے اور وہ بے ہوش ہو گئی۔

پونم کی جب آنکھ کھلی تو سورج سر پر کھڑا تھا مریوں کے دن تھے اور دھوپ ہو رہی تھی پونم پوری پسینہ میں بھیگ رہی تھی پونم ابھی بھی وہی لیٹی ہوئی تھی پونم نے ہمت کی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی پونم نے چاروں طرف دیکھا تو وہ قبرستان تھا وہ سوچنے لگی ہم تو ہندو ہیں اور ہمارے گاؤں میں تو دور دور تک قبرستان نہیں ہے پھر میں گاؤں میں دور دور تک قبرستان نہیں ہے پھر میں یہاں کیسے آئی پونم آگے چلنے لگی پونم کا پاؤں کیا چیز سے ٹکرایا اور وہ لڑکھرائی پونم نے جب وہ چیز دیکھی تو ڈر گئی۔ وہ انساں کھوپڑی تھی پونم نے چھینک ماری اور قبروں پر جھپٹتی ہوئی بھاگنے لگی پونم تھک ہار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی قبرستان بہت ہی بڑا تھا۔ قسم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا پونم درخت کے نیچے بیٹھی رو رہی تھی کہ اس کو سامنے سے کوئی سیاہ چیز اپنی طرف آتی ہوئی دکھائی دی جب وہ سیاہ چیز تھوڑی قریب آ گئی تو پونم در کے مارے بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے پونم پیچھے مڑ کر بھی دیکھتی رہی وہ بچھوڑ اب بھی پونم کے پیچھے آ رہا تھا پونم نے جب دیکھا کہ بچھوڑ اس سے تو پونم رک گئی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر رونے لگی پونم ابھی جب بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس کو پھر وہی بچھوڑ نظر آیا پونم بچھوڑ کو دیکھ کر پھر بھاگنے لگی بچھوڑ چلا گیا

تو پونم پھر رک گئی بھوک اور پیاس سے اس کا برا حال ہو گیا تھا۔ پیاس سے اس کا حلق خشک ہو چکا تھا پونم پھر بہت بری طرح گر گئی تھوڑی دیر بعد پونم کو وہی بچھوڑ نظر آیا تو پونم نے سوچا موت تو میری باب ہر حال میں ہے چاہے یہ بچھوڑ مجھے کھا جائے یا پھر میں بھوک پیاس سے مر جاؤں گی بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس سے تو اچھا ہے کہ وہ بچھوڑ مجھے کھا جائے پونم نے سوچا اور بچھوڑ کو دیکھنے لگی لمحہ بہ لمحہ بچھوڑ پونم کے قریب آتا جا رہا تھا وہ بہت بڑا ہو گیا تھا پونم بچھوڑ کو دیکھ کر حیران اور تنہا تھی وہ اس بچھوڑ سے بھی چھوٹی ہو گئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے باپ بچے کے سامنے چڑھا پونم سے چار قدم دور تھا پونم کو اپنی موت صاف نظر آ رہی تھی اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور بچھوڑ کے سامنے بیٹھی رہی جب بہت دیر گزرتی اور پونم کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوا تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں سامنے بچھوڑ بیٹھا پونم کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس دن مجھے کیوں نہیں مارا شاید اس کا پیٹ بھرا ہوا ہوگا پونم نے من ہی من میں کہا اور بچھوڑ کو دیکھنے لگی جو بڑی حسرت سے پونم کو دیکھ رہا تھا اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں پونم کو پیار نظر آ رہا تھا بچھوڑ بنا حرکت کے پونم کے سامنے تھا وہ گھٹنے گزر گئے تو پونم نے سوچا پاگل بچھوڑ سے جو کب سے بیٹھا ہے اور مجھے بھی بیٹھا کر رکھا ہے وہ اٹھ کر جانے لگی تو بچھوڑ بھی اس کے پیچھے پیچھے آئے لگا اس نے مڑ کر دیکھا اور وہاں بیٹھ گئی اس کو اب بہت غصہ آ رہا تھا اس نے چیخ کر کہا۔

تم پاگل تو نہیں ہو۔ نہ مجھے جانے دیتے ہو اور نہ مجھے مارتے ہو آخر تم چاہتے کیا ہو تم نے میرے ماتا پتا کو بھی مار دیا ہے مجھے بھی مار دو مار دو مجھے پونم یہ کہتے ہوئے زور زور سے رونے لگی۔

روڈ نہیں تم روتی ہوئی آج بھی نہیں لگ رہی ہو پونم کو کسی دوسرے کی آواز سنائی دی تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی پر وہاں پر اس کے اور بچھوڑ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ وہ خوفزدہ ہونے لگی کہ اس کو بچھوڑ کی آواز سنائی دی۔



میں یہاں ہوں۔ بچھو کی زبان سے انسانی آواز  
سن کر وہ کانٹ کر رہ گئی۔ اور بچھو کی طرف کھسکنے لگی  
۔ اس کی آواز خلق میں پھنس کر رہ گئی تھی۔

نت۔۔ تم بولتے ہو۔ سبھی سمجھی ہو۔ تم  
ہاں میں بولتا بھی ہوں۔ پر سبھی سمجھی ہو۔ تم  
کو دیکھا ہے میں تمہارا وجود نہ ہو گیا ہوں پنم میں تمہیں  
بہت پیار کرنے لگا ہوں میرا ارادہ تھا تمہیں مارنے کا  
پر میں تمہارے حسن میں اتنا کھو گیا کہ تمہیں مارنے کا  
ارادہ ترک کر دیا میں تو تمہارے مانتا تھا کہ بچھو نہیں مارتا  
پر حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ ان کو مارنا پڑا۔  
بچھو بولے جارہا تھا اور پنم اس کو حیرت سے دیکھے  
جارہی تھی۔

پر تم کیوں مارتے ہو لوگوں کو پنم نے کہا۔

بچھو بولا۔ میں پہلے یہاں اس قبرستان میں  
رہتا تھا اور میرے ساتھ میری محبوبہ بھی رہتی تھی ہم  
بچھوؤں کی الگ الگ پہچان ہوتی ہے۔ ہم کئی طرح  
کے ہوتے ہیں ایک دفعہ اس طرف ایک پنڈت آیا  
اور اس نے میری محبوبہ کو مار دیا تھا میں اس لڑکے کے  
پیچھے لگ گیا وہ لڑکا مجھ سے ڈر کے مارے بھاگتا رہا  
میں اس کے پیچھے تھا اور وہ پنڈت بھی ڈارے پیچھے  
پیچھے آ رہا تھا میں نے دیکھا سامنے ندی تھی وہ لڑکا ندی  
میں کود گیا۔ اور میں کنارے کیوں کھڑا تھا وہ لڑکا مجھے  
منہ چرانے لگا مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے اپنا ڈنگ  
ندی کے پانی میں ڈال دیا جس سے ندی کے پانی میں  
زبر پھیل گیا اور وہ لڑکا وہی مر گیا۔ میں بہت خوش ہوا  
اور وہ پنڈت مجھے اٹھا کر مندر میں لے گیا جب کہ میں  
قبرستان کا بچھو تھا۔ پر اس پنڈت نے مجھے اپنے مندر  
سے اپنا غلام بنا لیا اور میری بڑی کردی اور مجھ سے  
لوگوں کو مارنے کا کام لینے لگا وہ ایک نمبر کا فرالیا ہے  
وہ معصوم اور بھولے بھالے لوگوں کو پنڈت بن کر  
لوٹتا ہے بچھو چپ ہوا تو پنم بولی۔

پر وہ پنڈت لوگوں کو کیوں مارتا ہے۔

دولت کے لیے۔ وہ پنڈت چاہتا ہے کہ گاؤں  
کے سارے لوگ مر جائیں اور وہ پورے گاؤں پر اپنا  
قبضہ جمالے پھر یہاں حکومت کرے اور بادشاہ بن  
جائے پھر دوسرے لوگ آئیں تو انہیں بھی ایسی طرح  
لوٹے بچھو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ پنم سمجھ گئی کہ  
اس کے ساتھ کچھ ایسا ہی ہونے والا تھا۔ وہ بچھو سے  
کہنے لگی۔

اچھا تو یہ سب اس پنڈت کی چال تھی  
ہاں اور میں جب سے میں تمہارے گھر آیا تب  
سے اس پنڈت سے ٹکلا ملا اور اس پنڈت کو پتہ چل  
گیا ہے کہ تم زندہ ہو اور میں تم سے پیار کرنے لگا ہوں  
اب وہ پنڈت میری جان کا دشمن بنا گیا ہے وہ مجھے  
مارنا چاہتا ہے۔

نہیں نہیں میں تمہیں کچھ بھی نہیں ہونے دوں  
گی پنم نے کہا تو بچھو بولا۔

میرے لیے تم اپنی جان کو خطرے میں مت  
ڈالو۔ ویسے بھی میں تمہارے مانتا تھا کہ قاتل ہوں۔  
تم نے جان بوجھ کر تو ان کو نہیں مارا ناں پنم نے  
کہا تو بچھو اس کو دیکھنے لگا۔ جیسے اس کا شکریہ ادا  
کر رہا ہو۔

تم رہتے کہاں ہو۔

اس قبرستان میں۔ بچھو نے قبرستان کی طرف  
اس کی توجہ دلائی۔

تم اتنے بڑے ہو تم کو یہاں کوئی دیکھتا نہیں ہے  
پنم نے حیرانگی سے پوچھا۔

نہیں مجھے کوئی نہیں دیکھتا کیونکہ میں عام  
بچھوؤں کی طرح چھوٹا ہو کر رہتا ہوں۔

اچھا جی پھر ٹھیک ہے۔ پنم نے کہا تو پھر دونوں  
مسکراتے گئے۔ پنم کو اب اس بچھو سے کوئی ڈر نہیں  
رہا تھا۔ وہ بھی بچھو کو چاہنے لگی تھی دونوں قبرستان میں  
ہی رہتے تھے جب دونوں کو بھوک لگی تو بچھو قریب  
کے جنگل سے پنم کو بھل لاکر دیتا جس کو وہ کھا لیتی

لیکن وہ خود جانوروں کا شکار کر کے ان کا گوشت کھاتا۔ پونم نوٹ کرتی تھی کہ بچھو اس سے کتنا پیار کرتا ہے اگر پونم کو ذرا بھی چوٹ لگتی تو بچھو تڑپ جاتا۔ اور رات رات بھر جاگتا رہتا۔ پونم آرام سے سو جاتی قبرستان میں بنا کسی ڈر کے۔ جب بچھو تکلیف چلا جاتا تو پونم اکیلے میں ڈرنے لگ جاتی تھی اور جب وہ آ جاتا تو اس کا تمام خوف ختم ہو جاتا۔

ایک دن بچھو کہیں گیا ہوا تھا کہ پونم قبرستان میں اکیلی تھی وہ بہت ڈر رہی تھی تین گھنٹے گزر گئے تھے پر بچھو کا کوئی پتہ نہیں تھا وہ بے چین سی قبرستان میں جہل قدمی کر رہی تھی کہ اس کو سامنے سے کوئی آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ کوئی انسان تھا پر کون تھا پونم سوچنے لگی اور درخت کی آڑ میں چھپ گئی جب وہ انسان قریب آیا تو وہ پنڈت تھا پونم کو دیکھا نہیں تھا جب پونم کو اطمینان ہو گیا کہ وہ چلا گیا تو وہ درخت کے پیچھے سے باہر نکل آئی شام کے سائے پھیل چکے تھے ہر جہند پرند اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے پر پونم کسی کے انتظار میں تھی کسی ایسے کہ نہ تو وہ انسان تھا اور نہ ہی پونم کی جوڑ کا پھر بھی وہ کسی کا انتظار کر رہی تھی شاید یہی محبت ہوتی ہے اور محبت تو واقعی کچھ نہیں دیکھتی بس ہو جاتی ہے اور محبت جن کے دلوں میں زندہ ہے ناں وہ دنیا کے سب سے امیر اور خوش نصیب ہوتے ہیں۔ وہ اس کا انتظار کرتی رہی۔

رات ہو گئی ہر طرف اندھیرا پھیل گیا۔ اندھیرے نے اپنی سیاہ چادر میں ہر شے کو لپیٹ لیا۔ قبرستان میں بھی چاند کی روشنی بڑھتی جا رہی تھی اس میں بھی ہشکل کچھ نظر آ جاتا تھا اوپر سے کتنے اور جنگلی جانوروں کی خوفناک آوازیں ماحول کو خوفناک بنا رہی تھیں پر پونم غم سے غم حال بچھو کی جدائی میں روئے جا رہی تھی روتے روتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ پونم نے خواب میں دیکھا کہ لوہے کی سلاخوں سے بنا ہوا کمرہ ہے اور اس میں بچھو زنجیروں سے بندھا ہوا ہے بچھو

بہت تڑپ رہا ہے اور پونم سے بولا۔

تم میری جان ہو تم یہاں سے بہت دور چلی جاؤ اب میری موت تو یقیناً ہے وہ مجھے مارنے کے بعد تمہیں بھی مار دے گا وہ پاگلوں کی طرح تمہیں دھونڈ رہا ہے تم چلی جاؤ کہیں بہت دور۔ پونم بڑبڑا کر اٹھ گئی اس کی پیشانی پر پسینہ آ گیا تھا پونم نے تکیا روتے لگی اور روتے روتے اس کو صبح ہوئی۔ صبح پونم انجان راستوں پر چلتی رہی مگر کوئی قائدہ نہیں ہوا اور وہ تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ گئی پھر رات ہو گئی اور اندھیرا چاروں طرف پھیلنے لگا پونم کو نیند تو نہیں آ رہی تھی پر اس پر غنودگی چھانے لگی۔ اور وہ سو گئی۔ اس کو خواب میں پھر بچھو نظر آیا پنڈت بچھو پر کوڑے برسار ہا تھا بچھو بہت تڑپ رہا تھا پر پنڈت کو اس پر ذرا بھی ترس نہیں آ رہا تھا اور وہ لگا تار اس پر کوڑے مارتا جا رہا تھا۔ بچھو نیم بے ہوش میں ہو گیا اور آخر اس نے دم توڑ دیا بچھو مری گیا پر پنڈت کو پھر بھی اس پر ترس نہیں آ رہا تھا وہ تو آپے سے باہر ہو گیا تھا۔ وہ مرے ہوئے بچھو کو بھی مار رہا تھا۔ جب پنڈت تھک گیا تو وہ باہر جانے لگا پنڈت چلتا ہوا سیر حیاں چڑھ رہا تھا وہ جگہ تہہ خانے جیسی لگ رہی تھی پھر پنڈت سیر حیاں چڑھ کر بھگوان کی مورتی بنائی اور باہر آ گیا پھر وہاں بھگوان کو اسی جگہ پر رکھ کر چلا گیا۔ اور مندر میں جا کر لیٹ گیا۔ پونم کی جھٹ سے آنکھ کھل گئی اور وہ پاگلوں کی طرح رونے لگی پونم کی آواز نے قبرستان میں پھیلی ہوئی خاموشی کو توڑ دیا پونم چیخ چیخ کر رو رہی تھی جب پونم کا دل ہلکا ہو گیا تو وہ اٹھ کر پنڈت کی طرف جانے لگی اس نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ پنڈت کو مار ڈالے گی اس کو مار ڈالے گی اس کا وہ حشر کرے گی کہ اس نے سوچا بھی نہ ہوگا۔

وہ چلتی جا رہی تھی اس کو راستہ دکھائی دیے جا رہا تھا اس کا رخ مندر کی طرف تھا جہاں وہ پنڈت موجود تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھی تھے وہ روئے



اس کے منہ پر تھپڑ مارنے لگا۔ پھر اس نے ترشول اٹھایا اور پونم کے پیٹ میں مار دیا۔ پونم زمین پر گر گئی اور ترشول نے لگی تھوڑی دیر بعد پونم کا جسم بے جان ہو گیا۔ پونم بچھو کے ساتھ ہی وجیز ہو گئی۔ پنڈت نے شیطان کی قہقہہ لگا کر بولا۔

آئی تھی مجھے مارنے کے لیے خود ہی اپنے بچھو کی عاشق کے پاس چلی گئی ہے پونم کے جسم سے ہول سا نکلنے لگا جو پنڈت کو نظر نہیں آ رہا تھا پونم کی روح چیخ کر بولنے لگی۔

پنڈت جب تک میں اپنے عاشق کی موت کا انتقام نہیں لے لیتی مجھے جہنم نہیں آئے گا پونم کی روح بچھو میں داخل ہو گئی اور بچھو میں حرکت پیدا ہونے لگی بچھو کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر پنڈت خوفزدہ ہو گیا اور ایک طرف بھاگنے لگا بچھو اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا پنڈت بچھو کے خوف سے بے ہوش ہو گیا۔ بچھو پنڈت کی پاس ہی بیٹھا رہا۔ پنڈت کو جب ہوش آیا تو رونے لگا اور بچھو سے معافی مانگنے لگا۔

تمہیں کہا تھا ناں کہ میں اپنے محبوب کی موت کا بدلہ ضرور لوں گی۔ بلکہ ان سب کی موت کا بدلہ لوں گی جس کو تم نے بچھو کے ہاتھوں مروایا ہے۔ میرے ماما ہمارا کی موت کا بدلہ۔ اپنے محبوب کی موت کا بدلہ۔ تم نے مجھ سے میرا پیار چھین لیا۔ میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی بچھو میں سے پونم کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ پنڈت کو سنارہی تھی پنڈت اپنی زندگی کی بھلیک مانگ رہا تھا۔

مجھے جانے دو مجھے جانے دو پونم میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ وہ مسلسل معافیاں مانگ رہا تھا۔

نہیں نہیں تمہیں میں معاف نہیں کر سکتی ہوں۔ آج میرے ہاتھوں سے حق نہیں سکتے ہو۔ پونم غصہ سے بول رہی تھی۔ اور پنڈت اس کی گرجا دار آواز سن کر کانپ رہا تھا۔

مجھے معاف کر دو بھگوان کے لیے مجھے معاف

جاء رہی تھی کچھ دیر بعد اس کو گل دیوی کا منہ نظر آیا تو وہ رک گئی اور دیکھنے لگی پھر وہ اس کی طرف تیز تیز دوڑنے لگی پنڈت مندر میں آرام کر رہا تھا۔ پونم آرام سے بیڑھیاں پڑھنے لگی دور سے اس نے پنڈت کو دیکھ لیا تھا وہ گہری نیند سو رہا تھا اس کو مارنے کے لیے اس کے پاس یہی ایک موقع تھا اس نے اوپر اوپر دیکھا تو اس کو ایک ترشول دکھائی دیا اور اس نے وہ ترشول ہاتھوں میں اٹھالیا۔ اور پنڈت کی طرف بڑھنے لگی۔ اور جلد ہی وہ اس کے سر پر جا پہنچی اور ترشول اٹھا کر جوئی پنڈت کے پیٹ میں مارنے لگی تو پنڈت نے وہ ترشول پکڑ لیا۔ اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک قہقہہ بلند ہوا۔ وہ غصہ سے اس کو دیکھ کر بولا۔

نکل کی تھوکر تو مجھے مارے گی۔ ہاں میں تمہیں ماروں گی۔ تم دھوکے باز ہو تم لوگوں کے ساتھ فریب کر رہے ہو۔ اس کی بات سن کر پنڈت ہنسنے لگا اور بولا۔

ہاں وہ تو میں ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر وہ پونم پر جھپٹا اور اس کو بالوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ دیا۔ اور پھر ساتھ ہی اس کو گھسیٹتے ہوئے وہ تہہ خانہ میں لے گیا۔ جہاں بچھو کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ بچھو کی لاش کو دیکھ کر پونم زور زور سے رونے لگی اور ساتھ ہی اس نے خود کو پنڈت کے ہاتھوں سے چھڑا لیا اور بچھو سے لپٹ گئی۔ پونم کو اس طرح دیکھ کر پنڈت جسنے لگا اور بولا۔

واو انسانوں کی محبت تو دیکھی تھی مگر بچھو کی معشوقہ پہلی بار دیکھ رہا ہوں بابا۔ بابا۔

دیکھ لے پنڈت اس بچھو کی معشوقہ بھی اور اس معشوقہ کا انتقام بھی دیکھ لے۔

پنڈت آگے بڑھا اور پونم کو بازو سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ اور چیختے ہوئے بولا۔

مور کہ تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔ اتنا کہہ کر وہ

ہوئی ہے اور میں سر جکی ہوں اس پنڈت نے مجھے مار دیا ہے پر میں اپنا انتقام لینا چاہتی تھی جو میں نے اس کو مار کر لے لیا ہے۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے گاؤں والوں نے پنوم کو حسرت بھری لگا ہوں سے دیکھا وہ اس کی ہاتھیں سن کر حیران بھی ہو رہے تھے اور افسردہ بھی۔

تم ہم سے کسی مدد چاہتی ہو۔ ایک نے پوچھا۔ میری لاش گل دیوی کے مندر میں پڑی ہوئی ہے بھگوان کی مورتی ہٹاؤ گے تو وہاں ایک تہہ خانہ ہے اس میں میری لاش پڑی ہوئی ہے وہاں سے نکال کر میرا انیم سرسان کر دیا افریہ بچھو اس کا بھی کیوں کہ میں نکلیں چاہتی کہ میری روتھ یہاں وہیں بھگے پنوم چپ ہوئی تو گاؤں والوں نے فیصلہ کر لیا کہ پنوم اور اس بچھو کا انیم سرسان کرنا ہی ہوگا پھر سب مندر میں گئے اور پنوم کی لاش کو اٹھانے لگے وہی مرد بچھو بھی تھا سب نے مل کر بچھو کو بھی ہا ہر نکال لیا۔ اور تہہ خانے کے ستونوں کو جب لوگوں نے دیکھا وہ سونے اور چیتوں سے بھرے ہوئے تھے سب نے پیسے اور سونا آپس میں بانٹ لیا۔ اور پنوم اور بچھو کی لاش کا انیم سرسان کر دیا اور شکر کرنے لگے کہ آج پنوم کی وجہ سے اس پنڈت سے بچ گئے۔

قارئین کرام! کسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازے گا تاکہ میں مزید کچھ لکھ سکوں مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

### غزل

لگا میری زمی ہے مجھے تم یوں آتے ہو  
میت جب ترقی ہے مجھے تم یاد آتے ہو  
ہاں جاۓ آنکھوں میں نیرے ہندوں کا بیگا پن  
کہیں بارش برتی ہے مجھے تم یاد آتے ہو  
زمانے کے سوالوں کو میں نہیں کرناں دوں لیکن  
نہی آنکھوں کی کشتی سے مجھے تم یاد آتے ہو  
ہمیں ساجد کاوش شہر خان پبل

کر دو۔  
ہاں ایک شرط پر معاف کر دوں گی۔ پنوم نے کہا  
تو پنڈت جلدی سے بولا۔

ہاں ہاں اتناؤ۔ میں وہ کرنے کو تیار ہوں۔  
تم گاؤں والوں کیساتھ اپنا گناہ قبول کر لو۔  
ہاں ہاں میں گاؤں والوں کے سامنے اپنا گناہ  
قبول کر دوں گا۔ پنڈت جلدی سے بولا۔

چل میرے ساتھ پنوم نے کہا۔  
ہاں چلو پنڈت جانے کے لیے تیار ہو گیا اور پھر  
دونوں گاؤں کی طرف چل دیے۔ پنوم چھوٹا بچھو بن  
گئی تھی تاکہ گاؤں والے اس سے ڈرنہ جائیں۔  
پنڈت کو روتا ہوا دیکھ کر گاؤں کے بہت سارے اس  
کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔ وہ سوچنے لگے کہ پنڈت  
کو کیا ہو گیا ہے وہ کیوں روت رہا ہے وہ کچھ بھی سمجھ نہیں  
رہے تھے۔ پنڈت بولا۔

گاؤں والو۔ مجھے معاف کر دو میں ہی وہ تمہارا  
گناہ گار ہوں جو لوگوں کو گھروں سے غائب کر دیتا تھا  
اور تمہارے گھروں پر اپنا قبضہ جمالیتا تھا۔ پنڈت نے  
ہر وہ بات بتادی جو جو ہوئی تھی۔ گاؤں والوں نے  
جب سب کہانی سنی تو وہ پنڈت کو پتھر مارنے لگے  
پنڈت بھاگنے لگا پر سامنے سیاہ بچھو کود کچھ کر وہ کانپ کر  
رہ گیا۔ جو اپنے ڈنگ پھیلائے ہوئے اس کا  
انتظار کر رہا تھا۔ پنڈت واپس بھاگنے لگا تو لوگوں نے  
پھر سے اس پر پتھر برسانا شروع کر دیے وہ واپس  
بھاگنے لگا تو سامنے وہی بچھو کھڑا تھا جو اپنے زہریلے  
ڈنگ لیے کھڑا تھا اور اس بار بچھو نے اس کو معاف نہ  
کیا اور اپنا ڈنگ اس کی گردن تک لے گیا۔ پنڈت  
کے منہ سے ایک خوفناک قسم کی چیخ نکلی اور چند منٹ  
تک ترپنے کے بعد وہ دیڑھ ہو گیا۔ اس کے مرنے  
کے بعد بچھو بولا۔

گاؤں والو مجھ سے ڈرو نہیں میں پنوم ہوں رام  
لال کی بیٹی اس پنڈت کی وجہ سے ہی میری یہ حالت



# کوٹ جناں

-- تحریر: اپنا س سعادت اشرف -- گوجرانوالہ -- قسط نمبر ۱ --

تم۔۔ تم نے مجھ سے میرا شوہر چھین لیا ہے میں تم سب کو نہیں چھوڑوں گی تم سب سے بد ملاؤں گی وہ ڈر کر اس سے رو قدم دور رہی اور اس عورت سے بولی۔ میں تمہیں نہیں جانتی میں نے تمہارے شوہر کو نہیں مارا تم جھوٹ بولتی ہو اس کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اس عورت نے اس کا بازو پکڑ کر اسے پیچھا جس سے اس کے لیے ناخن اس کے ماس میں پیوست ہو گئے پھر اس عورت نے اسے ایک تخت اس ڈھیر کے پاس الاچھوڑا جھٹکا کی وجہ سے اس عورت کے ناخن اس کے بازو کا ماس اڑھیرتے ہوئے باہر جانگھے اس کے منہ سے دھڑاں نیچے برآمد ہوئی کہ اتنی نظر اب کے ڈھیر پر جا پڑی وہ کوئی ڈھیر نہیں نیلی حویلی کا وہی گارڈ تھا جسے مرگی کے دور سے پاتے تھے اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس گارڈ کے جسم کو جھٹکا یہ جھٹکا اتنے زوردار تھے کہ وہ چار پانچ قدم مزید پیچھے کو ہٹ کر ان جھٹکوں کے ساتھ ہی اس کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو کر ہوا میں پھیل گئی وہ عورت غصہ سے اس کی طرف بڑھی غصہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے نیلی رنگ کی روشنی پھوٹنے لگی وہ ڈر کر بولی میں نے تمہیں آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا کیا تم نے اسے بھی نہیں دیکھا اس نے گارڈ کے بارے میں کہا وہ میرا شوہر تھا وہ نجوم جو کافی دیر سے تمنا شادی بنا بیٹھا تھا اب کہ اس میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ سب اس کے گرد اپنا گھیرہ تنگ کرنے کے لیے بڑھے اس نے گھبراہٹ میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ پسینے سے تر ہے اب کہ اس نے بھاگنے کے لیے تر تو لے تو بغیر ارادہ کی طور پر اس کی نظر اس نجوم کی طرف اٹھی تو اسے اپنا حرکت قلب بند ہونا محسوس ہوا۔ کیونکہ اس نجوم میں پہلے تو انسان تھے مگر اب یہ ہی کیا ان کی تپری اس طرح گل کر پانی کی طرح بہہ رہی تھی جیسے کسی نے اس پر تیزاب سے نھراؤ دیا اندلی دیا ہو وہ جو سوچ رہی تھی کہ وہ تل بھی نہ پائے گی کسی بھی طاقت نے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا وہ بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے اسے یاد نہ کہ وہ کہاں سے ہوتے ہوئے اس میدان کی طرف آئی تھی بھاگتے ہوئے اسے زوردار طریقہ سے ٹھوکر لگی اور وہ اونڈھے منہ زمین پر جا گری اس کے منہ سے خون بہنے لگا آنکھوں میں آنسو لیے وہ اٹھنے لگی اٹھتے ہوئے زمین پر سے اس کی نظر اپنے پیچھے لکھ تیز ہوتے نجوم پر پڑی جو کہ اس کے منہ میں سے بے خون کود کچھ کر اس پر جم گئے اور ایک انسان جو کہ اب مکمل ڈھانچے میں تبدیل ہو چکا تھا اس نے اس کی ٹانگ پکڑ لی اس کے منہ سے دھڑاں نیچے برآمد ہوئی اس ڈھانچے کے تیز مگر سوئی کی طرح ہار یک ناخن اس کی ٹانگ میں پیوست ہوئے۔

ایک سنسنی خیز اور ذرا ڈرائی کہانی۔

بستی کوٹ جناں رہائش نیلی حویلی کمرہ 320  
کی دوسری منزل میں بنی ہوئی کھڑکی میں  
سے اس نے سر نکال کر دائیں بائیں دیکھا پھر اس کی  
نگاہ نیچے گئی تو اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار  
ہوئے وہ نیچے کھڑے نجوم پر سے زبردستی نگاہیں ہٹا کر  
اپنے دوستوں سے بولی۔  
میں نے کہا تھا ناں کہ مجھے میرے نام کی پکار  
سنائی دے رہی ہے پر تم سب نہیں مانتے۔

جولائی 2014

خون کا ڈانچہ 134

کوٹ جناں قسط نمبر ۱







پر ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دے رہا سب دوستوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اپنے اپنے انداز میں اسے سمجھانے لگے کی کوشش کی کہ وہ یکدم زور سے چلائی۔

یا تو تم سب پاگل ہو چکے ہو یا پھر میں۔ وہ مجھے بلارہی ہے وہ جو کھڑکی کے پاس کھڑی تھی ہاتھ سے نیچے اشارہ کرتے ہوئے بولی وہ دیکھو سب مجھے لینے آئے ہیں۔

اس کی دوست نے آکر کھڑکی سے نیچے دیکھا پر نیچے خالی میدان تھا اس کی دوست کھڑکی کے پاس سے ہٹ گئیں اور باقی دوستوں کو بتایا۔

نیچے کوئی موجود نہیں ہے اب پریشانی سے اس کی سمت دیکھ رہے تھے۔ کہ ایک دم وہ بولی۔

میں سر نہ نہیں چاہتی مجھے بچا لو وہ مجھے لے جائیں گے اور تم سب کو بھی مار دیں گے مجھے بچا لو وہ اونچا اونچا روٹی ان کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہڈیانی انداز میں اپنے بالوں کو زور سے لوپنے لگی اس کی سہیلیاں اسے ایسا کرنے سے روکنے کے لیے اس کے پاس گئیں کہ اس نے انہیں زوردار دھکا دیا وہ جو اس کے لیے تیار نہیں تھیں اڑ کر دور جا گریں اس کے دوست بے بسی سے اپنی بے بس دوست کو دیکھ رہے تھے ان سب کو نہ کچھ دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہی سنائی دے رہا تھا جس کے بارے میں ان کی دوست انہیں بتا رہی تھی تو وہ کس طرح اس کی مدد کرتے خوف بھری اور کچھ نہ سمجھ آنے والے انداز میں اسے دیکھ رہے تھے وہ پھر کھڑکی سے ہٹ کر اپنے دوستوں کے پاس آئی ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے لگی۔

وہ مجھے مار دیں گے مجھے بچا لو پھر جیسے وہ کسی فیصلے پر پہنچ کر پرسکون ہو گئی وہ کھڑکی کی طرف بڑھ رہی تھی اور بولی میں خوف کی زندگی نہیں جیتا چاہتی اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا اس نے کھلی کھڑکی سے چلا ٹنگ لگا دی۔

آج یونیورسٹی میں غیروں کی پارٹی ہو رہی تھی جس میں ہر کوئی دوسرے سے زیادہ خوبصورت دکھائی دینے کی کوشش میں خوب تیار ہو کر شریک ہوا تھا اور اسی یونیورسٹی کی جان ایک گروپ جو کہ سات دوستوں پر مشتمل تھا اور یونیورسٹی میں یہ گروپ سول میٹ کے نام سے مشہور تھا

ارے شعاہ تمہاری ساڑھی تو بہت ہی پیاری ہے کتنے کی لی ہے مازیہ نے پوچھا۔

شعاہ کے جواب دینے سے پہلے ہی اتوس کی زبان میں کھلی ہوئی اس نے سن کو آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ کی طرح بات کے درمیان میں اپنی ٹانگ اڑائی اور بولا۔ آف کورس کسی سے ادھار ہی مانگی ہوگی۔

چھوڑو یہ کسکے منہ لگ رہا ہے حسن کے منع کرنے کے باوجود اتوس پھر سے بولا۔

وہ ایسے اس کی زبان کے لشکارے مارتے جو ہر کی وجہ سے کوئی اسے کیسے ادھار دے سکتا ہے شعاہ جو برداشت کر رہی تھی اتوس سے بولی۔

تم نے اپنی شکل دیکھی ہے۔

ہاں ہاں کیوں نہیں اتنی پیاری ہے کہ میں کسی سے کچھ مانگتا ہی نہیں دوسرا مجھے خود دے دیتا ہے وہ بھی ادھار میں نہیں پکا پکا۔ اتوس فوراً شعاہ کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

تم ذلیل انسان خود کو صوفی درویش سمجھتے ہو۔ سمجھتے ہو نہیں میں ہوں۔ اتوس نے نور اس کی بات کی درنگ کی اب شعاہ کی برداشت جواب دے گئی بولی۔

تم نے اپنی ہزار کڑی کالی زبان دیکھی ہے ویسے بھی یہ ساڑھی میں نے تم سے ادھار نہیں مانگی جو تمہیں آگ لگی ہوئی ہے تمہیں ہمیشہ کتنی ہوں میرے منہ نہ لگا کر وہ تمہیں تو اپنی۔۔۔

ایک منٹ ماذیہ اس کی تو میں طبیعت صاف  
کراں ماذیہ کے اسے ٹوکنے پر مھابہ اسے روکتی پھر  
سے اتوس کی طرف پلٹی جو کہ اپنی مسکراہٹ کو روکنے  
کی کوشش میں منہ پھیر کر کھڑا تھا وہ جانتا تھا کہ اب یہ  
آدمے گھٹنے سے پہلے چپ نہیں ہوگی۔ وہ دوبارہ کچھ  
کہنے والی تھی کہ اسے زینب آتی ہوئی دکھائی دی تو وہ  
اتوس کو بخش کر اس پر احسان عظیم کرنی زینب کو دیکھ کر  
ماذیہ کے کان میں بولی۔

زینب کتنی پیاری لگ رہی ہے ماذیہ نے زینب کی  
طرف دیکھا اور بولی۔

ہاں یہ تو واقعی بہت ہی پیاری لگ رہی ہے یہ تو  
اتنی سہل رہ کر بھی پیاری لگتی ہے آج تو کم بخت غضب  
ڈھار ہی ہے شہابہ نے اسے آنکھیں نکالیں تو وہ  
دونوں کھل نکلا کر ہنس پڑیں ان باتوں کے ہوتے  
ہوئے زینب انکے پاس پہنچ گئی سب سے ملنے کے  
بعد وہ یہاں رہاں دیکھنے لگی کہ اتوس حسن کے پاس  
کھڑا سو گئی میں بولا۔

آج تو زینب کے رنگ ہی علیحدہ ہیں بہت  
پیاری لگ رہی ہے آج ہمارے دوست کی خیر نہیں  
ہمیشہ اسے سہل جو دیکھا ہے آج تیار ہو کر آئی ہے تو  
خوبصورت ہی لگتا ہے پارلر سے نکلنے کے بعد تو عام  
شکل و صورت والیاں بھی رنگ روپ لال لبتی ہیں  
ہوش سنبھالتے ہی خواتین سے الگ جگہ حسن نے  
اتوس کی بت سننے کے بعد تفصیل سے جواب دیا۔

پر یار زینب کے بارے میں تو ایسا نہ کہہ۔ اتوس  
کو حسن کی بات ابھی نہ لگی تو اسے ٹوک بیٹھا۔

پر ساری ایک جیسی ہی ہوتی ہیں حسن اپنی بات  
پر قائم رہا تو اتوس نے ناپک چینیج کر دیا۔

پتہ نہیں یہ امر کو زینب کہاں رہ گئے ابھی تک  
پہنچے نہیں کافی دیر ہو گئی ہے اتوس کے کہنے پر تھوڑی دیر  
بعد زینب نے ماذیہ سے پوچھا۔

باقی صبر نہیں آئے۔

باقی کون کس کا پوچھ رہی ہو۔۔۔ پھر ہنسنے ہوئے  
ہوئی اتوس نے ابھی خون کیا ہے احمر نے بتایا کہ ٹریک  
میں پھنس گئے تھے بس آتے ہی ہوں گے ماذیہ نے  
زینب کو تھوڑا جھپٹنے کے بعد بتایا پھر بولی۔

وہ دیکھو وہ دونوں آرہے ہیں آپ کے احمر  
صاحب۔ زینب نے اپنی طرف میں دیکھا کہ کہیں کسی  
نے سن تو نہیں لیا پھر اسے ڈانٹتے ہوئے بولی۔

فضول باتیں نہ کیا کرو زینب نے پاس پہنچتے ہی  
احمر کی طرف اپنی طرف سے چوری تجھے دیکھا پھر پھر  
گھبرا کر تو ہاں ہی اتنی لگا ہیں جھکا لیں کیونکہ احمر بھی  
اسے دیکھ رہا تھا پاس پہنچ کر سب سے ملنے کے بعد یہ  
گرا پ اندر جانے کے لیے ہال کی طرف بڑھ گیا۔

ان سب دوستوں کو اندازہ تھا کہ آج ان سب کا  
یونچورڈی میں آخری دن ہے پھر زندگی کے جھیلوں  
میں کھو جانے سے پہلے یہ سب کچھ دنوں کے لیے کسی  
سربراہ مقام پر اکٹھے ہونا یا رہنا چاہتے تھے جو کہ یہ  
پچھلے سال اسے صرف سوچ رہے تھے پر عمل پیرا  
ہونے کا وقت لب آیا تھا تو اسی لیے ان سب نے کل  
ہیزا بہت مل کر فخری مقام کا فیصلہ کرنے کا  
سوچا اور اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

اگلے دن ٹھیک وقت پر یہ سب ہیزا ہٹ میں  
موجود تھے آرڈر ہیزا کا دینے کے بعد حسن نے کہا  
۔ہاں تو آپ سب کی کیا کیا سوچ یا فیصلہ ہے  
کہاں جایا جائے اگر کچھ سوچا ہے تو بتاؤ آخر میں مل کر  
فائل کریں گے کچھ دیر کے لیے سکوت چھا گیا اتوس  
نے کہا۔

مری چلتے ہیں جتنی بار بھی جاؤ دل نہیں بھرتا کیا  
پر فضا مقام ہے۔

تم یہ پر فضا مقام اپنے پاس ہی رکھو کسی دویا  
ڈھائی سال کے بچے سے مری کے بارے میں پوچھو



کہ مری سے بھی زیادہ خوبصورت ہے تو اس بستی میں چلے آؤ پھر یہاں سے واپس جانے کو دل نہیں مانے گا تو اس جنت کا نام کیا ہے مازیہ حسن کے ذریعے کی گئی اپنی تازہ اسٹوٹ کوئٹس بھولی تھی اس لیے طوطے سے بولی کہ اتوس نے فوراً جواب دیا۔ جنت الفردوس زینب نے دونوں کی طرف تسبیحی نگاہ سے دیکھا کہ اسے بول لینے دو حسن نے کہا۔

کوٹ جہاں۔

سب اس کا چہرہ دیکھنے لگے یہ کیسی جگہ ہے ہم کتنا عجیب ہے مجھے تو نام ہی پسند نہیں آیا۔ سب اپنی اپنی رائے دے رہے تھے۔ حسن نے سب کی رائے سنی پھر کہا۔

نام تو مجھے بھی عجیب سا لگا تھا پر میں نے پڑھا ہے کہ اتنی خوبصورت اور پیاری بلڈنگز ہیں اور ایسا پرفضا اور پرسکون ماحول اور مقام ہے آئی ایم شور کہ تو چپ سب نے ایسی خوبصورت جگہ بھی نہیں دیکھی ہوگی۔ میں نے تو جب کا پڑھا ہے بہت ہی ایکسانڈ ہوں اب موقع ملا ہے تو یہیں چلتے ہیں حسن نے سب کو منانے کی کوشش کی زینب جو ان سب میں ڈر پوک مشہور تھا آہستہ سے منہ پایا۔

اس کا نام کتنا عجیب سا ہے کوٹ جہاں۔

یار تم تو چپ کرو اگر ہوا سے کھڑکی کا پٹ بھی مل جائے تو تمہاری سانس رکے لگتی ہے۔ ویسے بھی نام میں کیا رکھا ہے بس یہ جگہ فاکل ہے حسن کے زور دینے پر اصرار نے سب کی طرف دیکھا جیسے کہ پوچھ رہا ہو کہ اگر کوئی اور جگہ ہے تو بتاؤ ہر سب پر سوچ لگا ہوں ہے ایک دوسرے کو تک رہے تھے پر منہ سے بولے کہ کوئی بھی نہیں جیسے نیم رضامند ہوں۔

تو پھر فاکل ہو گیا ہم یہیں چلیں گے۔ حسن نے خوشی سے کہا۔

تو پھر کل صبح پانچ بجے آپ سب میرے فارم ہاؤس میں جمع ہوں گے سائرس پانچ بجے تک ہم نکل

تو وہ سب کچھ فر فر ہمارے گا حسن نے ناگواری سے شہاب کی جانب دیکھا جس نے اتوس کے مری جانے کی بات پر اسے پلٹ کر پلایا تھا پھر اسے فوکتے ہوئے بولا شہاب یہ نہیں مرنے مرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہمیشہ یہ تیزی ہی کرتی ہو اصرار سے بچاؤ کرتے ہوئے کہا۔

حسن ہم پہلے دو سال سے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور کافی حد تک ایک دوسرے کی نیچر سے واقف ہیں ہم اس کی نیچر کو جانتے ہیں اس لیے برا کیوں مانیں۔ پھر تم غصہ کیوں کرتے ہو یا یہ لڑکی ہے لڑکیوں کی طرح رہا کرتے اچھا اس بات کو چھوڑو حسن تم بتاؤ ہم کہاں چلیں۔ اصرار نے حسن کا غصہ ختم کرنے کو کہا۔

کراچی چلتے ہیں۔ مازیہ حسن کے بولنے ہی لگے تھا مازیہ کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ پر اعداد انگلیوں ڈال کر بولا ہو تو تم بے وقوف لڑکی ہی ناں تم عورتوں میں تو عقل نام کی چیز ہی نہیں ہوتی وہاں جا کر مرنے کی کیا۔ اگر نہیں مرنے کا شوق ہے تو جاؤ ہمیں کوئی شوق نہیں ہے۔

حسن بدسلک ہے کہ تمہارا کوئی فیملی میسر ایسا ہو جس کی وجہ سے تم خواتین کو ڈی گریڈ سمجھتے ہو اور کرنے میں نکلے رہتے ہو پر یہ ضروری تو نہیں کیونکہ پانچویں انڈیاں یہاں نہیں ہوتی ہیں۔ ویسے بھی ہم یہاں اچھی یادوں کو اکٹھا کرنے بیٹھے ہیں غصہ کو تھو کو اور چل بتاؤ اور اب چلیز حسن کی بات سنو اور کوئی نہیں بولے گا۔ چلیز زینب نے مازیہ کا اترا ہوا چہرہ دیکھا حسن کے کراچی کے بارے میں خیالات من کر تو اسے افسوس ہوا اسے سمجھانے حسن کو کیا کام کوشش کرتے ہوئے اسے بات کرنے کا موقع دیا اور اب اس کی طرف دیکھنے لگی حسن نے زینب کی بات کا اثر لیتے ہوئے بغیر کہا۔

میں نے بغیر پہلے ایک آرٹیکل پڑھا تھا جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ نے دنیا میں جنت دیکھی ہے جو

لے روانہ نہ کیا۔

پڑیں گے۔ اور پلیز بی کیئر فل جو دیر سے پہنچا وہ رو جائے گا اور نور ہوگا سات دنوں کا اور آٹھویں دن واپسی ہوگی۔ احمر نے سب کو بتا کر انکی رائے مانگی تو سب نے سر ہلا کر ٹھیک کہا اور کل دوبارہ ملنے کے لیے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

تھوڑی ہی راستہ کھنکھاتا کہ اتوس نے اپنے پاؤں رکھنے والی جگہ پر سے پڑا ہینا بیگ اٹھایا اور اس میں سے چھپس اور پینسی کاٹن پیک نکالا اور اپنے برابر بیٹھنے احمر سے صلح کے انداز میں اس کی طرف بڑھایا احمر نے نوٹس لیں کہہ کر دوبارہ سیدھا دیکھنے لگا اس نے دونوں چیزیں اوپر اٹھائیں اور گاڑی کی چھت تک لے کر آیا اور پیچھے بیٹھے اپنے دوستوں سے پوچھا۔ کوئی لینا پسند کرے گا۔

اگلے دن صبح ٹھیک پانچ بجے سب ہی احمر کے قلم پاؤں پر جمع تھے غسل بابا نے اس کو فریضی جوس دیا کہ اتوس کی نظر ننب کے شوڈر بیگ پر پڑی جو کہ کافی بڑا اور پھولا ہوا تھا تو وہ بولا۔

ننب! مجھے پتہ تھا۔ کسی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اس نے کہا اور ننب ایک منہ سے لگا لیا۔ آدھا گھنٹہ ہی گزر رہا تھا کہ شعا یہ بولی۔

ننب اس میں کیا ہے اتنا بڑا اور پھولا ہو اس میں کیا ہوا بھری سے سب جو جوس پی رہے تھے ننب کی طرف دیکھنے لگے تو ننب گھبرا گئی اور بولی۔

احمر اب اور اتنی دیر ہے میری تو ناقلیں ایک ہی طرح سے بیٹھنے کی وجہ سے اتنی تھیں اگر اتنی ہی مازک مزاجی ہو تو کھر بیٹھنا تھا یہ تو ہے غریب پار یا پانی کھینٹے کا سفر تو فاصلہ در ہے پھر بھی اتنی دو ماڈیہ نے شعا بہتی سائید بیٹھتے ہوئے کہا۔

ہاں میرا مطلب ہے کہ اس میں کوئی جم شمس تو نہیں ہے ناں اتوس نے اسے کنفیوز کرنے کی کوشش کی تو وہ شرمندہ ہو گئی اور بولی۔

حسن اتنا اور روز مت ہو جایا کرو تم تو حسن بنو اب میں مازیہ کو کچھ کہنے ہی والا تھا کہ گاڑی ایک جھکے سے رک گئی سب اس کے رکنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

خوش۔ سب راستے میں کام آنے والی چیزیں ہیں ضرورت کی احمر جو کہ ننب کو شرمندہ ہوئے ہوئے دیکھا تو کہا اتوس تمہیں ان سے مطلب کہ بیگ میں کیا ہے ویسے بھی چلو سارے پانچ ہو چکے ہیں دیر سے لکے تو دیر سے پہنچیں گے۔ ویسے بھی گاڑی بار بار ہے میں راستے کا کچھ خاص اندازہ نہیں ہے راہ میں پوچھتے ہوئے ہی جانا پڑے گا تو کچھ کتنا وقت لگے گا اندازہ نہیں احمر پہلے اتوس سے کہا۔

کہا ہوا گاڑی کو کیوں رک گئی۔ حسن نے احمر سے پوچھا۔

پھر بڑا اتنا ہوا اپنی آنکھ سیر گاڑی نکالنے لگا گاڑی نکالنے پر احمر ذرا نیوٹنگ سیٹ اتوس اس کے ساتھ والی جگہ پر پیچھے تھیں اور پھر آخر میں تین سیٹیں بنی تھیں۔ مازیہ شعا بہ اور ننب ذرا نیوٹنگ سیٹ کے پیچھے والی تینوں سیٹوں پر جبکہ حسن اور زیب ان سب کے سامان سمیت آخری تین سیٹوں پر جا بیٹھے احمر نے گاڑی سٹارٹ کی اور یہ چھوٹا سا قافلہ کوٹ جہاں کے

پتہ نہیں چیک کرتا ہوں آن سے پہلے چوری چیک تو کرنا ہونی چاہیے نہیں کیا ہو گیا سے شاید مارٹر کا مسئلہ ہے وہ چیک کرتا ہوں احمر نے پہلے تو حسن کو جواب دیا پھر منہ میں بولتا ہوا نیچے اتر گیا۔

اوبو۔ مارٹر میں ہوا کم ہو گئی ہے اتوس جو احمر کے ساتھ ہی نیچے اتر آیا تھا سے احمر نے کہا۔

پراچا کیسے ہو سکتا ہے اتوس نے احمر کو آواز دی اور بتایا کہ یہ دیکھو صرف مارٹر کی ہوا ہی کم نہیں ہوئی مارٹر



بھی پھٹ گیا ہے اتنے میں زیب اور حسن بھی نیچے اتر آئے اور پوچھنے لگے۔  
کہا ہوا ان کو بھی بتایا تو وہ بھی بولے۔  
کوئی نائر قلعہ پڑا ہے۔

احمر نے کہا ہاں ہے۔ احمر نے نائر تہذیب کیا اور یہ پھر سفر پر چل پڑے تھوڑی دیر گاڑی میں سناٹا چھایا رہا جس کو زیب کی آواز نے توڑا یا رہا تمہارا کوٹ جہاں اور کشتی دور ہے۔

زہیب نے حسن سے پوچھا تھا جس کا جواب اقس کی جانب سے ملا۔

زہیب یہ تم حسن سے تمہارا کوٹ جہاں کیوں کہہ رہے ہو کیا اس کے قاور نے یہ ہستی وہاں کی آبادی کو ریٹ پر دی ہے تھا یہ نے نہیب کے کان میں کہا کہ جب بھی بولتا ہے فضول ہی بولتا ہے جسے اقس کے پتلے کانوں نے سن لیا اور بولا۔

شکر یہ میری تعریف کرنے کا مجھے اپنی پراچھلی کا پہلے سے پتہ ہوتا ہے کیونکہ اکثر لوگ مجھے روک کر میری تعریف کرتے نہیں تھکتے۔

چلو جی اپنے کان لپیٹ لو یہ اپنی تعریفوں کے نوکر سے اپنے ہی آپ پر الٹا شروع ہو چکا ہے جبکہ اب کی بار اقس اس کی کی ہوئی بات سے انجان والی اپنی تعریفوں میں ذہین آسان ایک گئے جا رہا تھا۔

ایک گھنٹے کے تھا دیئے والے سفر کے بعد گاڑی ایک ریستوران کے سامنے جا کر تو احمر نے سب کو مخاطب کرنے والے انداز میں کہا۔

کچھ کھالی لیتے ہیں اور اگر کسی نے فریش ہونا ہے تو وہ بھی ہو جائے میں کافی تھک چکا ہوں احمر نے گاڑی پارکنگ میں کھڑکی کی اور یہ سب اندر کی جانب بڑھ گئے دھڑ دھڑ میں سے ہو کر آنے کے بعد یہ سب ایک نسبتاً کم دھڑ والی جگہ پر ٹیبل چوز کر کے بیٹھ گئے اور آئندہ کا لائحہ عمل تیار کر رہے تھے کہ ویرا آیا مینو

بتانے کے بعد کھانا لا کر لگا دیا گیا۔ کھانے کے دوران احمر نے کہا مجھے لگتا ہے کہ شاید ہم قلعہ راستے پر جا رہے ہیں کیونکہ دیکھو آگے صرف ویرا نہ ہے اور لگ رہا ہے کہ جیسے جنگ شروع ہونے والا ہے کوئی آبادی دور دور تک نظر نہیں آرہی ہے اس ویرا سے پوچھا ہوں اور مقامی عمر کے لگ رہے ہیں شاید انہیں کچھ پتا ہو ویرا پاس سے گزرنے لگا تو احمر نے اسے روک کر پوچھا۔

کیا آپ ہمیں بتا سکتے ہیں کہ کوٹ جہاں ہستی اس ہول سے حرید کشتی دور ہے۔

کوٹ جہاں۔ احمر کو لگا جیسے یہ نام لیتے ہوئے اس کے چہرے پر خوف کا سایہ لہرایا ہو پھر وہ فوراً سنبھل کر بولا نہیں میں نہیں جانتا یہ کہہ کر جلدی سے وہاں سے ہٹ گیا۔ زیب جس نے ویرا کا اڑنا ہوا رنگ دیکھا تھا کہنے لگا۔

میں نے کہا تھا مجھے تو اس ہستی کا نام ہی پسند نہیں ہے اور نہ ہی اس کی پہلے ایسا نام سنا ہے پر آپ سب۔ احمر نے زیب کی بات کالی۔ اور کہا۔

میں نے تو تب ہی پوچھا تھا کہا کسی کی کہیں اور جانے کی مرضی ہے تو تھادے پر تب تو کوئی نہیں بولا۔ ان باتوں کے دوران ان سب نے محسوس کیا کہ جیسے کہ وہ ویرا باز ہار ان سب کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا ہو پھر وہ ویرا ملے لے کر آیا تو احمر نے ٹیبل ٹیبل پر رکھا اور جانے کے لیے کھڑا ہوا تو وہ ویرا ان بھی وہیں کھڑا رہا۔ سب کو انہیں سے محسوس ہوئی۔

بھلی کیا بات ہے ٹپ اور چاہیے۔ یہ کہہ کر وہ اسے اور ٹپ دینے لگا کہ وہ کچھ خوفزدہ ہو کر یہاں وہاں دیکھنے لگا جیسے کسی دوسرے کی موجودگی نہ چاہتا ہو پھر آہستہ سی سرگوشی نما آواز میں بولا صاحب کوٹ جہاں مت جانا آپ تو پڑھے لکھے لگتے ہو آپ کو اس ہستی کے نام سے کچھ اندازہ نہیں ہو کوٹ

اس کا حسن نے گاڑی نکالی یہ سب اس میں سوار ہو گئے  
اور یہ گاڑی کوٹ جہاں کی طرف روانہ ہو گئی۔ جہاں  
سے موت ان کو صدمہ میں دے رہی تھی۔

گاڑی میں سات نفوس کے ہوتے ہوئے بھی  
خاموشی کا راج تھا جس کو کھابہ کی آواز نے توڑا وہ یوں  
آپ سب کو کیا لگتا ہے کیا وہ سچ کہہ رہا تھا۔  
تم سے بڑا جن تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا حسن نے  
برا سامنا کر کر کہا تمہارا سر پھاڑ دو کی میرے منہ نہ  
لگا کرو۔

ابھی بھی وقت ہے واپس چلتے ہیں زیب کی  
کمزوری آواز آتی مری ٹھیک رہے گا۔

پھر مری مری ہوا تو دیکھا ہوا ہے۔ حسن نے پھر  
زیب کو ڈانٹا۔ اتوں نے درمیان میں لقمہ دیا۔  
ہاں زیب نے مری دیکھا وہاں ہے پر کچھ کچھ بھول  
رہا ہے اتوں شرارت بھری نظروں سے زیب کو دیکھتے  
ہوئے بولا۔ کیوں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔ انہیں  
باتوں کے درمیان مزید کافی سفر کر گیا کوٹ جہاں  
سے ہندو منٹ کا فاصلہ رہ گیا کہ حسن کی نگاہ راستے  
میں کھڑے بابا جی کی طرف پڑی جو کہ ان کو رکھنے کا  
اشارہ کر رہے تھے اتوں حسن کو تنگ کرنے کو بولا۔  
بابا گاڑی نہ روکنا۔

بابا کیوں۔ زیب نے پوچھا۔

کیا پتہ یہ جن بابا نہ ہوں۔

بس بھی کرو بار حسن انکے پاس گاری روکنے لگا

کہ اتوں نے کہا۔

حسن چلتے رہو رکنا نہیں۔

بابا کیوں۔

اگر انہوں نے لفٹ مانگ لی تو تو کیا چھت پر

بٹھاؤ گے۔

جس چپ حسن نے اسے چپ رہنے کا اشارہ

کیا۔ اور گاڑی سسٹان علاقہ ہونے کی وجہ سے جو تیز

جہاں یعنی کہ جنوں کی ہستی سب لڑکیاں زیب سمیت  
خوف بھری نگاہوں سے اس ویٹر کو دیکھنے لگیں کہ وہ  
پھر سے بولا۔

ہاں صاحب وہاں تو موت رقص کرتی ہے  
زبردگی کا آئینہ اوڑھ کر وہاں جو ایک بار جاتا ہے  
دوبارہ کبھی نہیں آتا سب کے چہروں سے ڈر صاف  
دیکھنے کو ملا کہ حسن اسے ڈانٹتے ہوئے بولا

پہلے تو کہہ رہے تھے کہ پتہ نہیں اب پھر لپٹاؤ  
ڈیٹا بتا رہے ہو دوستوں بکواس کر رہا ہے۔ چلو اٹھو  
سب اٹھتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھتے گئے  
زیب نے وہ سوال کیا جو کب سے اس کے دماغ میں  
کون رہا تھا۔

آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جو ایک بار وہاں  
جاتا ہے تو پھر واپس نہیں آتا۔

ویٹر نے کہا۔ صاحب جس طرح آپ جاتے  
ہوئے یہاں رستورن میں آئے ہو واپس پر بھی کوئی  
نہیں آیا کوئی بچے گا تو آئیگا ناں کوئی زندہ ہی نہیں بچتا  
حسن نے کہا۔

یہ کیا بات ہوئی ضروری تو نہیں کہ جو جاتے  
ہوئے یہاں رکنے کے وہ سو فیصد واپس پر بھی یہاں ہوتا  
جائے ویٹر نے بے بسی سے سب کی طرف دیکھا  
اور کہا۔ صاحب میرا گھر کوٹ جہاں کے رستے میں  
آتا ہے اس لیے میں نے وہاں کے بارے میں بہت  
سننا ہے وہاں موت کا سناٹا ہے کوئی انسان وہاں نہیں  
رہتا۔

بس بہت ہو گیا اب ایک لفظ بھی اور کہا تو  
تمہاری شکایت کروں گا حسن نے اب کی بار ڈرا  
بد تمیزی سے کہا تو ویٹر مایوس ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

تم چلتے کیوں نہیں ہو دروازے کے سامنے  
کھڑے ہو گئے ہو۔

حسن کے کہنے پر یہ سب دروازے سے نکل کر  
پارکنگ کی طرف آگئے حسن نے کہا گاڑی میں چلاؤ



جائیں گے۔ زینب کے کہنے پر زینب نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

زینب ٹھیک کہہ رہی ہے تم سب پاگل ہو چکے ہو دس منٹ کے فاصلہ پر ہماری مینزل ہے اور ہم نہیں جائیں گے حسن نے زینب کی نفل اتاری۔ بابا جی کوئی اور مسئلہ ہے تو بتاؤ نہیں تو اپنی راہ لو اب کہ حسن نے گستاخی سے بات کی۔

میں جانتا تھا کہ ہرنو لے میں جو یہاں گھومنے آتے ہیں تم جیسا کوئی ہوتا ہے جو ہاتھوں کو بھی لے ڈوبتا ہے وہاں ہر جگہ موت کھڑی ہے وہاں مت جانا میرا کام تم لوگوں کو سمجھانا تھا میں نے کہہ دیا پر تم نہیں مانو گے یہ بھی میں جانتا ہوں۔

سب ایسے بابا جی کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے کہ انہیں سناپ سوگھ گیا ہو کوئی ایک لفظ بھی تردید کا بولے بغیر لگی گئی باتیں سن رہا تھا کہ بابا جی نے کہا یہ پونلی اپنے پاس رکھ لو کام آئے گی ہانے ایک چھوٹی سی پونلی اور ایک تعویذ ان کی طرف بڑھایا کوئی اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں کہ زینب بولی بابا جی اسے مجھے دے دیں میں اسے سنبھال لوں گی بابا جی نے وہ دونوں چیزیں زینب کو دیں اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے دعا دی اور واپس چل پڑے زینب نے وہ چیزیں اپنے شولڈر بگ میں رکھ لیں اور حسن نے گڑیا کے بڑھادی کہ مازیہ نے کہا۔

پہلے وہ میرا اور اب یہ بابا جی اب نہ جانے کیا سچ ہے تمہیں واپس چلنا چاہیے وہ بولتے ہوئے پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے لگی کہ بابا جی کو دیکھ سکے پر۔۔۔ اور یہ بابا جی کہاں سے ابھی تو میں تھے اتنی جلدی کیسے جاسکتے کہاں گئے ہوں گے اتنے بزرگ بابا تو تھے لگتا ہے غائب ہو گئے ہیں پانچ منٹ تو ہوئے ہیں مازیہ کہنے پر باقی سب نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا پروہ ہوتے تو دکھائی دیتے احرار نے کہا۔

میرا تو یہ فیصلہ ہے کہ واپس چلنا چاہیے اور آپ

چل رہی تھی اس لیے بابا جی تھوڑا پیچھے رہ گئے حسن نے تھوڑا آگے جا کر گاڑی کی بریک لگائی تو گاڑی رکنے سے پہلے اتوس چہرے پر بھر پور افسوس طاری کر کے بولا۔ یار میں تو مذاق کر رہا تھا تو نے تو واقعی گاڑی نہیں روکی۔ بے چارے بزرگ ہیں

تم سے کوئی پورا نہیں آسکتا حسن نے اتوس کے ڈرامے سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ گاڑی روکنے پر بابا جی جو ان کے پاس آگئے تھے کو سلام کیا بابا جی نے سلام کا جواب دیا اور پھر کچھ دیر سب کی طرف دیکھا جیسے بات شروع کرنے کا مناسب طریقہ سوچ رہے ہوں۔ زینب جو کافی دیر سے آنکھیں موندتے قرآنی آیات کا درد کر رہی تھی بابا جی کو دیکھ کر مازیہ سے کہنے لگی۔۔۔

یہ بابا جی کتنے نورانی چہرے والے ہیں۔ مازیہ نے بھی بابا جی کی طرف دیکھا درمیانہ قد سفید لباس اور سفید ہی لمبی سی داڑھی ہاتھوں میں تسبیح لیے وہ کچھ کہنے ہی والے تھے کہ اتوس بولی پڑا۔ بابا جی کوئی مسئلہ ہے تو بتاؤ۔ میرے دوست فوراً چل کر دیں گے۔

خود صرف زبان چلائی استعمال کرنا آتی ہے۔۔۔

ٹھہراہے نے مازیہ کے کان میں آہستہ سے کہا۔ بیٹا کوٹ جتان مت جانا۔

کیوں بابا جی۔ کیوں نہ جائیں زینب نے جلدی سے کہا۔ تو بابا بولے۔

بیٹا وہاں ہر جگہ شیطانی کادراج ہے حسن بولا۔ بابا جی شیطان کہاں نہیں ہوتا۔ ہر کوئی وہاں سے دروک رہا ہے۔

حسن بیٹا سب آپ کی بھلائی کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں سب جو پہلے ہی سوچ رہے تھے کہ انہیں کیسے پتہ کہ ہم کہاں جا رہے ہیں پھر بھی انہوں نے ٹھیک بتایا اور اب حسن کا نام۔

بابا جی اگر آپ منع کرتے ہیں تو ہم وہاں نہیں

سب کیا کہتے ہو کسی کے اپنا خیال بتانے سے پہلے  
حسن بول پڑا۔

تم ایک اسی سالہ بابے کی بات مان رہے ہو  
چار گھنٹے کا سفر کر کے آئے ہیں اور اب پانچ منٹ کے  
فاصلہ پر اپنی منزل سے تو واپس چلیں تم بولی میں اسے  
سمجھدار مشہور کیسے ہو گئے تو اس جو کافی دیر سے سب  
کی باتیں سن رہا تھا کہنے لگا اویسے مجھے تو حیرانگی ہو رہی  
ہے کہ آپ سب پڑھ لکھے ہو کر ایسی باتوں کو مانتے  
ہو اس دور میں کون ایسی باتوں کو مانتا ہے انسان چاند  
پر جا پہنچا اور اب تو وہاں اپنا گھر بھی بنانے کا سوچ  
رہا ہے اسوہ تم لوگ خلا میں کچھ ایسے نئے سیارے  
دریافت ہوئے ہیں جن پر ہوا اور پانی کی موجودگی کا  
پتہ چلا ہے اور سائنس دانوں کے نزدیک بہت جلد  
انسان یہاں کچھ دنوں کے لیے رہنے جائے گا ایسی  
باتوں کو سچ مانتے ہو ویسے میں ان چیزوں کو نہیں  
مانتا ہوں یہ جن بھوت چڑیلیں اور بدو جس یہ سب  
جہازے ذہن کے بنائے ہوئے ایک چیز ہیں اس سے  
زیادہ کچھ نہیں۔

پھر بھی مجھے تو ڈر لگ رہا ہے میری مانو واپس  
چلے جین زنب نے اپنی سوچ سب کو بتائی۔ حسن کو تاؤ  
آگیا وہ غصہ سے بولا۔

آپ سب کو کیا ہو گیا ہے ایک بات کہ پیچھے پڑ  
گئے ہو وہاں جاؤ گے تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آئے  
اتنی خوبصورتی ہے وہاں۔

ارے وہ دیکھو سامنے حسن جو اپنی بات بھی مکمل  
نہ کر پایا تھا اسے اتوس نے کہا ارے ہاں شکریہ ہے کچھ  
آبادی تو نظر آئی تھوڑی اور نزدیک جانے پر بڑا سا بورڈ  
لگا تھا جس پر کوٹ جتناں لکھا تھا ان کی گاڑی کوٹ  
جتناں کے حدود میں داخل ہو گئی۔

واہ کتنا خوبصورت ہے کوٹ جتناں۔ کی حدود  
میں داخل ہوتے ہی بے اختیار سب کے ہونٹوں نے  
اس کی خوبصورتی کو سراہا درمیان میں لمبی سی ہلکی مل

کھاتی ہوئی سڑک جس کے دلوں اطراف درمیانے  
سائز کے خوبصورت انداز میں لگے درختوں کی دور  
تک لمبی لائن تھی تھوڑا اور آگے جانے پر درمیان میں  
بڑا سا رافٹ اور نصب تھا جس میں سے صاف ستھرا پانی  
نوارے کے نیچے بنے حوض میں جمع ہو رہا تھا ذرا سا  
آگے بڑھنے پر تھوڑی سی اونچائی والا پل بنا تھا جس  
کے نیچے سبز گھیت تھا جو کہ شاید چائے کا تھا کیونکہ  
اس گھیت میں بہت سے لوگ چٹان چمن رہے تھے  
اور اپنے پیچھے انکالی ہوئے ٹوکری میں ڈال رہے تھے  
اور اسی گھیت کی دوسری جانب کھائے ہوئے گھیت نما سر  
سبز میدان میں کالی گائے اور دہنے چر رہے تھے مزید  
آگے چلنے پر کچھ لوگو ایک جگہ سے خریداری کرتے ہوئے  
نظر آئے شاید یہ یہاں کا بازار تھا اور کچھ لوگ کام  
کرتے نظر آئے گاڑی حسن کافی آہستہ چلا رہا تھا پھر  
باقی سب سے کہنے لگا۔

دیکھا دیکھا اور بابا بانی کہہ رہے تھے کہ یہاں کوئی  
ذنی روئے موجود نہیں ہے پر یہاں تو پوری ہستی آباد  
ہے۔

یہ سب اپنا کام چھوڑ کر ہماری طرف کیوں کیوں  
دیکھ رہے ہیں ماڈیہ نے حیرت سے کہا۔

اس لیے کہ انہیں دو ر سے ہی گاڑی میں  
خوبصورت ٹھہرہ جوان کی موجودگی کا احساس ہو گیا  
ہے اور جوان ٹھہرہ میرے سوا اور کون ہو سکتا ہے حسن  
نے گاڑی روکی اور پاس سے گزرتے ہوئے ایک  
آدمی کو سلام کیا۔

اس آدمی نے اپنا کالا چشمہ درست کرتے  
ہوئے سلام کا جواب دینے سے پہلے ہی بولا بابو سیدھا  
جاؤ اور پھر بائیں طرف مڑ جاؤ وہاں سامنے وہ بہت  
بڑی نیلی حویلی ہے وہاں تم سب کو رہنے کی جگہ مل  
جائے گی وہ اصل میں گیسٹ ہاؤس ہے جسے ہم نیلی  
حویلی کے نام سے پکارتے ہیں زیب نے اس راہ گیر  
سے کہا۔



ایشیٹیں نیلے رنگ کی قمیص ہو اس داخلی دروازے کی سڑک کے دونوں اطراف طرح طرح کے مختلف انداز میں ڈیزائن کئے مگر نیلے رنگ کے پھول تھے اور حویلی کے دائیں طرف بنے بڑے سے گارڈن کے درمیان میں گول حوض تھا جس میں بڑی سی پھل اٹنی دم کے سہارے کھڑی تھی جس کے منہ سے پانی بہہ رہا تھا حوض کی ایشیٹیں بھی نیلے رنگ کی قمیص جب پانی پھل کے منہ سے بہہ کر حوض میں گرتا تو پانی کا رنگ بھی نیلا لگتا تھا۔ پانی کا اپنا کوئی رنگ نہیں ہوتا جبکہ پوری حویلی پر بھی نیلا رنگ ہی پھیرا گیا تھا ان کی گاڑی میں نیلی حویلی کے پورچ میں جا کر رک ٹو حویلی کے اندر داخل ہونے والے شیشے کے بڑے دروازے کے اطراف میں کھڑے دو گارڈن جو کہ دیکھنے میں بالکل پہلے دو گارڈن کی طرح کالے درجے تھے لیکن گولڈن کیا یہ سب گاڑی سے باہر آ گئے سب اپنا اپنا سامان اٹھانے لگے کہ دونوں گارڈن ان کے پاس آ کر رکے اور ادب سے ان میں سے ایک بولا آپ اپنا سامان اٹھائیں مجھے دے دیں جبکہ دوسرے نے حسن سے گاڑی کی چابی لی اور اسے پارکنگ جو نبھانے کہاں تھی کیونکہ اس پاس نظرنہ آ رہی تھی میں چھوڑ آیا۔ اور پاس آ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ ماذیہ اور شہاب نے اپنا سامان اسے پکڑا دیا اور وہ تو جوان بولا۔

صاحب یہ یہاں کے اصول کے خلاف ہے کوئی بھی ہمیں اپنا سامان دے بغیر اندر جائے اصرار نے اس سے کہا۔

تم یہ سارا سامان ایک ہی وقت میں کیسے اٹھا لو گے۔

صاحب یہ ہمارا کام ہے ہم عادی ہیں گاڑی کے زور دینے پر سب نے اپنا سامان اس گاڑی کو دے دیا جسے اس نے آرام سے اٹھا لیا کہ اس کی نگاہ نہیب کے اٹیچی ٹا شولڈر بیگ پر پڑی تو بولا یہ بھی مجھے دے

آپ کو کس طرح معلوم ہے کہ ہم آپ سے گیسٹ ہاؤس کے بارے میں پوچھنے والے تھے۔ وہ قوی عجیب سے انداز میں ہنسا اور بولا۔

بابو اس بستی میں زیادہ تر آبادی نہیں ہے یہاں کا ہر رہنے والا دوسرے کو جانتا ہے اور آپ لگتا ہے نئے آئے ہو تو رہنے کو جگہ تو چاہیے ناں زیب مان جانے والے انداز میں سر ہلانے لگا حسن نے راہ گیر کا شکریہ ادا کیا اور گاڑی آگے بڑھا دی کہ ماذیہ بولی۔ کیا آپ سب نے نوٹ کیا ہے کہ یہاں ہر کسی نے کالا چشمہ پہن رکھا ہے۔

ہاں بات تو مجھے بھی عجیب لگی ہے کوئی ایک بھی بغیر سن گلاسز کے نہیں ہے۔ اقدس نے جواب دیا۔ اور ساتھ ہی حسن کی توجہ بائیں ہاتھ کو بنی نیلی حویلی کی جانب مبذول کروائی سب نے اس کی بتائی ہو جگہ کی سمت دیکھا۔

واقعتی بڑی ہے بہت خوبصورت ہے پاس نو چلو جلدی کرو تھک گئے ہیں۔ سب اپنا اپنا بولنے لگے حسن نے نیلی حویلی کے بڑے سارے گیٹ کے سامنے جا کر گاڑی روکی اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی گیٹ کے گارڈن جو کہ دو تھے اور ان میں ہا میں کھڑے تھے گیٹ کے دونوں ہی کالے سیاہ اور ساتھ فٹ کے تو ضرور ہوں گے ان میں سے ایک نے اپنے سفید چمکتے ہوئے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے حسن سے کہا

آپ کو گیٹ پر رکنے کی ضرورت نہیں آپ کا اندر انتظار ہو رہا ہے آپ اندر چلے جائیں یہ کہہ کر اس نے بغیر کچھ مزید سننے بڑا سا گیٹ کھول دیا۔

ہمارا انتظار ہو رہا ہے سب نے ایک دوسرے کو نہ سمجھ آنے والے انداز میں دیکھا حسن نے گاڑی اندر کی جانب بڑھا دی اندر داخل ہوتے ہی سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اپنے نام کی طرح خوبصورت اور منفرد حویلی ان کے سامنے تھی جس کی مین گیٹ سے لے کر پورچ تک لمبی سڑک تھی جس کی

وہیں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہاں کا یہ اصول ہے کہ کوئی بھی سامان ہمارا مہمان خود اٹھا کر اندر نہیں لے جاسکتا۔ نہیں تو ہمیں ڈانٹ پڑتی ہے نہ سب ہچکچائی نہیں وہ اس میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی شہاب نے یکدم وہ پرس نہ سب سے لے کر اس گارڈ کے اٹھائے ہوئے سامان پر رکھ دیا وہ پرس اس گارڈ کے بازو کو لگنے کی وجہ سے وہ گارڈ سامان سمٹ ہوا میں جھٹکا کھا کر زمین پر گرا اور میں آپ کے مامی کی طرح تڑپنے لگا سامان جو ہوا میں اڑا تھا اچھالا تھا واپس آ کر زمین پر گرنے لگا تو اس جگہ نہ سب اور شہاب بہت بے نی کھڑی تھیں احمر نے بھاگ کر ان دونوں کو پیچھے کیا انکے بچتے ہی سامان ان کے مقام پر ان کی کھڑی ہوئی جگہ پر آگرا۔ سب مزید خوفزدہ ہو گئے سب ایک دوسرے کو خوف سے دیکھنے لگے کہ ایسے کیا ہوا ہے گارڈ کو کچھ دیر بعد نہ سب نے بھاگ کر اپنا گرا ہوا بیگ اٹھایا اور احمر کے پیچھے جا کھڑی ہوئی کہ اتنے میں دوسرا گارڈ بھاگتا ہوا آیا اور شہاب کی جانب عجیب سی نگاہوں سے دیکھتا ہوا ہولا۔

آپ لوگ جاؤ اسے ایسے ہی سرگ کے دورے پڑتے ہیں ابھی ٹھیک ہو جائیگا۔ سب کا سانس بحال ہوا پر ڈرا بھی کم نہ ہوا تھا کہ سامنے سے ایک بہت ہی پیادہ لڑکی آتی ہوئی دکھائی دی اس کے ساتھ ایک پورٹر بھی تھا ان کے پاس بیچ کر اس نے انہیں خوش آمدید کہا۔ اور اپنے ساتھ آئے پورٹر سامان اٹھانے والا کو اشارہ کیا اس نے بھی پہلے والے گارڈ کی طرح سامان اٹھا لیا اور تھوڑا دور جا کر اندر رکھ دیا وہ لڑکی بولی۔

میرا نام ماہ ہے۔ اور میں یہاں کی رہسینٹ ہوں آئیے پلیز اندر آئیے یہ سب ماہ کے ہمراہ حویلی میں داخل ہونے کے لیے چل دیے۔

نئی حویلی کسی سیون سار ہوٹل سے کم نہ تھی۔

باہر سے حویلی گرا اندر سے دیکھنے میں ہوئی ہی معلوم ہوتا تھا۔ سامنے چشتی بڑی دیوار تھی اس پر اتنی ہی بڑی پینٹنگ آویزاں تھی اس پینٹنگ میں انسانی ڈھرا انسانی گوشت ماس لگے بازو اور ہاتھ بنے تھے مگر نیچے ٹانگیں اور پاؤں کسی ڈھانچے کے تھے اور اس انسان نما ڈھانچے نے اپنا ہی سر اپنے ہاتھ پر اٹھا رکھا تھا اور اس کے سر میں سے خون کے قطرے بہہ رہے تھے جو کہ دیکھنے میں بالکل اصلی اور تازہ خون معلوم ہوتا تھا اور اس پینٹنگ کے نیچے درمیان میں ماہ کا رہسینٹ فیمل تھا اور دائیں بائیں بالکل ایک جیسی رنگ ساخت البانی و چوڑائی والی رہداریاں بنی ہوئی تھیں اس رہداری میں سے گزر کر شاید کمرے آئے تھے ان رہداریوں سے ڈراہٹ کر دائیں بائیں دو چھوٹے کمرے تھے جو کہ شاید ایک کھانے والا کمرہ تھا اور دوسرا انتظار گاہ تھا انتظار گاہ والے کمرے میں ٹیبل اور لال رنگ کی روشنی تھی جبکہ کھانے والے کمرے میں سے چیلے اور ٹیبل رنگ کی روشنی باہر آ رہی تھی ان کمروں کے دروازے کے ساتھ بڑے بڑے گھلوں میں کرسمس لڑکی کی طرح کے ڈیزائنوں والے برخت لگے تھے ماہ انہیں لیے اندر اپنے رہسینٹ فیمل پر آگئی یہ سب آس پاس کا نظارہ گھر ہے تھے کہ ماہ بولی۔

آپ کتنے کمرے لینا پسند کریں گے۔ ہم سات دوست ہیں کوٹ جہاں تفریح کے لیے آئے ہیں سنا ہے کہ یہ بہت خوبصورت جگہ ہے اور ام یہاں سات دن رہیں گے اگر احمر سانس لینے کو رکا پھر دوبارہ سلسلہ کام جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے جوڑتے ہوئے ہولا۔ اگر دوبارہ مڑا مڑے سامنے یا ایک ساتھ ہو تو وہ چاہیے۔ ماہ نے ان سے پوچھ کر ان سب کا نام لکھا احمر نے اپنا کریڈٹ کارڈ دیا تو ماہ عجیب سے انداز میں مسکرا کر بولی۔

اب آپ نے نہیں پر تو رہتا ہے اسے اپنے



پاس ہی رکھیں جاتے ہوئے دے جانا افریہ لیں  
چاہیاں سیدھا جا کر بائیں طرف مڑ جائیں سامنے  
آپ کے کمرے ۳۳۰ اور ۳۳۱ ہوں گے اور آپکا  
سامان آپ کے کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔ اس کی  
طرف سے آپ بے فکر رہیں احمر نے شکر یہ ادا کیا  
اور چایاں لے لیں اور آگے بڑھ گئے۔ یہ نولادائیں  
راہداری میں داخل ہو گیا کہ اتوں جو بچانے کب سے  
خاموش تھا اور حویلی نما ہول کا جائزہ لے رہا تھا سب کو  
مطالب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

مجھے تو یہ حویلی کے بجائے بھوت گھر لگ رہی  
ہے۔

ایسے یاد یہ کمرے کیوں نہیں مل رہے ہیں۔۔  
اتوں نے سب سے مشترکہ سوال کیا۔

کیونکہ یہ راہداری بھی یا شیطان کی آنت ختم ہی  
نہیں اور وہی ہے مگر کمرے مٹے کا نام نہیں لے رہے  
ہیں۔ حسن نے کہا۔

ہر راہداری میں بنے کمروں کے دروازوں  
اور ان پر لگی نمبر پلیٹ کا رنگ ایک ہی جیسا تھا  
دیواریں اور دروازے نیلے رنگ جبکہ ان پر لگی نمبر  
پلیٹ کا لے رنگ کی خمیں یاد یہ تو بہت مشکل ہو جائے  
گی نمبر پلیٹ پر صوفہ بھی غور سے کیونکہ کالے رنگ کی  
پلیٹ پر کالے ہی رنگ کے نمبر دکھائے ہوئے ہیں  
حسن کے کہنے پر سب نے ہاں میں سر ہلایا کہ ذیہ  
کہنے لگا۔

مجھے تو لگ رہا ہے ہم جہاں سے شروع ہوئے  
تھے بار بار وہیں واپس آ جاتے ہیں ٹھہرا۔ اور ذیہ  
دونوں آخر میں آ رہی تھیں ٹھہرا۔ ذیہ سے بولی۔  
دیکھا تھا تم نے ماہ کو کیسے احمر سے ملک ملک کر باتیں  
لگا رہی تھی اور گھور بھی رہی تھی شوٹی۔

کیا ہو گیا ہے تمہیں کس طرح بات کر رہی ہو  
اگر وہ گھور رہی تھی تو گھور ہی رہے ذیہ نے آنکھوں  
میں آنی نمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے استغاثہ تم تو ہوتی

یا گل اپنوں پر نظر رکھنی چاہیے پلیز اس ماہک کو چھوڑ دو  
پلیز ٹھہرا۔ برا سامنہ بنا کر ہلا کے پاس جو کہ ذیہ  
کے ساتھ آگے چل رہی تھی جاتی ذیہ کو محسوس ہوا تھا  
کہ ماہ کس طرح احمر کو دیکھ رہی ہے پر وہ کیا کر سکتی تھی  
وہ احمر سے لڑتی بھی تو کس حق سے اسے اپنے گروپ  
میں بد زبان مشہور اپنی اس قہقہے دوست ٹھہرا۔ پر بہت  
پیارا یا جو کہ ذیہ کے لیے ماہ کو شوٹی کہہ رہی تھی ذیہ  
اپنے ذہن کو ان سوچوں سے دور رکھنے کے لیے  
نمبر پلیٹیں پر نظر دوڑانے لگی۔ مگر وہ جانتی تھی کہ وہ یہ کام  
غائب دماغی سے کر رہی ہے کہ اسے اپنے پیچھے سے  
کسی کے اسے پکارنے کی آواز سنائی دے گی۔ اس نے  
پیچھے دیکھا پر کوئی نہ تھا اس نے اپنے آگے دیکھا سب  
اپنی ہی باتوں میں مگن تھے اس نے ٹھوڑا سا آگے ہو کر  
ماہ سے پوچھا۔

کیا تم نے مجھے بلایا ہے۔

نہیں تو۔۔ اور احمر سے بولی مجھے تو لگ رہا ہے کہ  
ہم بار بار پاٹھوں کی طرح ایک ہی کمرے کے آگے  
سے گزر رہے ہیں احمر نے بھی پرسوج انداز میں اس  
کی طرف دیکھا جیسے کہ اس کی بھی سمجھ میں کچھ نہ  
آ رہا ہو تو ماہ سے بولا۔

میں جا کر ماہ سے پوچھا ہوں کہ نہیں تو ابھی  
تک کمرے نہیں ملے اگر کسی پورہ کو ہمارے ساتھ بھیج  
دیں تو ہمیں معلوم ہو جائے۔

نہیں احمر۔ وہ ہم پر فتنے گی کہ شاید پہلی بار کسی  
ہوٹل میں رہنے کے لیے آئے ہیں جو کہ ان کو کمرہ ہی  
نہیں مل رہا ہے ماہ نے جس کر کہا احمر نے بھنویں اچکا  
کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

سوچتی ہے تو سوچتی رہے ایک دو کی بات نہیں  
ہم ساتوں کو ہی کمرے نہیں مل رہے ہیں تو کوئی تو ہے  
اب کی بار ذیہ کو ایسا لگا کہ کوئی اس سے پیچھے چلا  
آ رہا ہے اس نے ٹھہرا کر اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا پر کوئی  
نہ تھا کہ یکدم کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ سے دباؤ

لالہ اور دل میں خوف ہونے کی وجہ سے بے اختیار اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

جائزہ لینے لالہ احمد ماہ کا شکریہ ادا کرنے سب سمیت اندر داخل ہو گیا۔

کون چننا ہے کیا ہوا ہے سب جو آگے چل کر جلد سے جلد کمرے ڈھونڈ لینا چاہتے تھے پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے یہ نرس کی آواز ہے کیا ہوا نرس کو احمد جو کہ مازیہ کے ساتھ سب سے آگے تھا ہوا تھا اور کمرے نہ ملنے پر کچھ پریشان تھا نرس کی چیخ کی آواز سن کر سب سے پیچھے آتی ہوئی نرس کی طرف بھاگا۔ نرس نے ڈر کر پیچھے دیکھا تو ماہ کھڑی تھی شرمندہ سی ہنسی ہنس کر بولی۔

کیا ہوا میں تو آپ کی سیلپ کے خیال سے آئی تھی کہ دیکھوں آپ کو کمرے ڈھونڈنے میں دشواری تو نہیں ہوئی میں نے یہ پوچھنے کے لیے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا کہ یہ چیخ پڑی ماہ جو سب کے پہلے نرس اور پھر اس کی طرف متوجہ ہونے پر گھبرا کر صفائیاں دینے لگی احمد اب بھی نرس کے چہرے پر رقم ڈر کر دیکھ رہا تھا اس لیے جلد سے جلد روڑھاٹھیں کر لینا چاہتا تھا۔ بات کو سمجھتے ہوئے بولا۔

میں آپ ہی کی طرف آنے والا تھا ہے تو عجیب پر ہمیں ایسا لگتا ہے کہ ہم جہاں سے چلتے ہیں وہیں پر دوبارہ آ جھپٹتے ہیں ہمیں کمرے نہیں مل رہے۔

نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے یہ دیکھیں دو کمرے چھوڑ کر یہ رہا۔ ۳۲۰ اور آگے جائیں گے تو کمرے دکھائی دیں گے پر یہ نہیں مانے۔ واپس آپ نے بہت بڑا معرکہ انجام دیا ہے پھر رک کر سانس درست کی پھر مسکرا کر بولا۔

بھئی جی اللہ تعالیٰ آپ کی تمناؤں میں اضافہ کرے آپ کا بہت شکریہ یہ کہہ کر وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اور کمرے میں داخل ہوتے ہی سامنے لگی بڑی سی کھڑکی کے سامنے پڑے پڑے سے جہازی سائز بیڈ پر بیٹھ کر چاروں طرف کمرے کا

ان سب کا سامان کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی زمین پر صوفے کے ساتھ پڑا تھا سب رٹنے کے سے انداز میں جہاں جگہ ملی بیڈ یا صوفے پر بیٹھ گئے احمد اپنے جوتے اُتار کر اندر بیڈ روم میں جہاں باقی سب تھے آگیا لاؤنچ میں سے کمرے میں آؤ تو سامنے بڑی سی کھڑکی جو کہ آدھی دیوار کا حصہ تھی جس سے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا اور کھڑکی کے سامنے جڑا ڈبل بیڈ پڑا تھا جس کے اطراف میں سائڈ ٹیبل پڑے تھے جن پر لمپ اور ایک طرف ٹیلی فون پڑا تھا اور سامنے دیوار میں بڑا سا ایل سی ڈی ٹی وی نصب تھا بیڈ سے ذرا فاصلہ پر دیوار کے ساتھ جڑا صوفہ کم بیڈ تھا جس پر دو انسانوں کے بیٹھنے کی جگہ بنی تھی دیواروں کا رنگ نیلا تھا اس پر لٹکتے ہوئے پردے بھی نیلے تھے جو کہ گرمی کے موسم میں ٹھنڈ کا خوشگوار احساس دلا رہے تھے کمرے ساتھ ساتھ باتھ تھ جس کے ساتھ دوسرا کمرہ بنا ہوا تھا۔ جو کہ شاید ڈائنگ روم تھا جس کے درمیان میں بھی کھڑکی نصب تھی کھڑکی کے سامنے درمیانے سائز کا ڈائنگ ٹیبل پڑا تھا جس کے اطراف میں چھ کرسیاں پڑی تھیں اور تھوڑا سی دور زمین پر بیٹھنے کے لیے چھ ٹیبل پڑے تھے۔

چھوٹا ہے مگر اچھا ہے احمد جو کمرہ چیک کر رہا تھا حسن کے پیچھے سے آ کر کہنے پر مسکرا دیا۔ اور حسن کے ساتھ میں روم میں آگیا جہاں اقوام اور نرس بیڈ پر جبکہ نرس اور شہناز صوفے پر جبکہ مازیہ کے لیے جگہ نہیں بچی تھی تو وہ ان کے پاس ہی کھڑکی ہوئی نرس جو اپنی بیچ کو اپنی بڑی شمار کرتے ہوئے شرمندہ ہو رہی تھی مازیہ سے بولی۔

چلو ہم اپنے کمرے میں چلتے ہیں۔  
نرس نے کہا ہاں چلو ان کا بھی کمرہ دیکھ لیتے



ہیں اور ان کے کمرے میں جو چیز اچھی لگی وہ اسے کمرے میں لے چلیں گے اب یہ سب لڑکیوں کا کمرہ دیکھتے ان کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔

ارے ان کا کمرہ تو بالکل ہماری طرح کا ہے کوئی فرق نہیں تو پھر چلو چل کر تھوڑا سا آرام کر لیتے ہیں عید کے کہنے پر افسوس نے کہا۔  
نہیں پہلے کھانا منگواؤ مجھے تو بہت بھوک لگی ہے تمہیں تو پورا سال بھوک نہیں لگتی چاہیے ہوتا کہ تم نے گاڑی اور ہوٹل میں ٹھونسا تھا۔ ٹھہار کے طر پر افسوس نے غراخ دلی سے کہا۔

جب کھانے کی بات ہو رہی ہو تو مجھے بالکل غصہ نہیں آتا ویسے بھی پہلے کھانا کھاؤ اور پھر خوب تھکاؤٹا مارو۔ بخشش میں تو کل صبح ہی اٹھوں گا۔

کیوں نماز نہیں پڑھتی ہاں یہ کہنے پر افسوس نے اسے آنکھیں نکالیں کہ بات تمہیں دی پھر آنکھ کے اشارے سے زینب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میری بہن زینب سے ناں وہ میرے حصہ کی نماز پڑھ کر اس کا ثواب مجھے بخش دے گی۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ٹھہار نے حیرت سے افسوس کی طرف دیکھا بے وقوف انسان ٹھہارے سسراری۔

بے وقوف کسے بولا۔ اصرار کھانے کا آؤ دروے دو ورنہ مجھے غصہ آ رہا ہے تم لواریں میان سے نکل پڑیں گی تو سنبھالو مشکل ہو جانے کا خون کے دریا بہہ جا میں گئے۔

بس کر چیونٹی کا بہت خون دیکھ کر تو تمہاری حالت غیر ہو جاتی ہے اس نے خون کے دریا بہانے میں افسوس کی طرف دیکھتے ہوئے ٹھہار نے کہا۔

اصرار ان کو لڑتا چھوڑ کر فون کی طرف بڑھ گیا۔ فون کر کے واپس آیا تو افسوس اب تک اپنے بہادر ہونے پر مختلف دلائل دے رہا تھا ماز یہ افسوس کی فضول

نہیں سن کر بولی۔

تم تو بالکل پاگل ہو۔

پاگل تم تمہارا پورا خاندان پلس آتے والا خاندان بھی افسوس نے ماز یہ سے اپنا حساب برابر کیا زینب نے بات کو ختم کرتے ہوئے کہا۔ سب ایسا کیوں نہیں کرتے کہ نماز پڑھ لو تب تک کھانا بھی پیش ہو جائے گا۔ کھانا کھانے کے بعد ایک ہی دفعہ پر سکون ہو کر سو جانا کچھ دیر بعد تو مغرب کی آذان ہو جائے گی آج کا تو سارا دن سفر میں گزر گیا میری بہن زینب زندہ باد تم میرے حصہ کی نماز پڑھ لو ایسے نہیں ہو سکتا ثواب سب کا اپنی ذات کے لیے ہوتا ہے زینب نے رسالہ سے افسوس کو سمجھایا۔ تو پھر جو ہم پورا قرآن پڑھ کر اپنے مریدوں پیاروں کو بخشواتے ہیں وہ کیا اللہ قبول کرے اور پورا بلکہ زیادہ ثواب دے میری خالہ کی وفات پر دو سال پہلے میری امی نے خالہ کے ثواب کے لیے مجھ سے پورا قرآن پڑھوایا تھا اس کا کیا پھر وہ ثواب تو کچھ نہیں زینب شکرانی پھر بولی یہ قرآن ہم زندہ انسانوں کی دنیا اور آخرت کی دنیا کے لیے رہنمائی ہے اس کے پڑھنے پر اس کا سارا ثواب ہمیں اور تھوڑا صدقہ جاریہ کے طور پر ہمارے پیاروں کو ملتا ہے جیسے اچھی اور نیک اولاد والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہوتی ہے۔ تک تک زینب کی بات کھلکھل ہونے سے پہلے ہی دروازے پر زور سے دستک ہوئی حسن جو کہ سب سمیت زینب کی باتیں سن رہا تھا کہنے لگا۔

ضرور دیر ہو گا۔ افسوس نے اندر بیٹھے ہی دہائی دینے لگا بھئی یہ اپنا پرانا دروازہ تو ڈکرا ہم سے نئے دروازے کے پیچھے نہ آگیا۔

حسن نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور دائیں بائیں دیکھا باہر کوئی نہ تھا حسن دروازہ بند کر کے اندر آیا اور کوئی نہیں ہے بتانے پر سب نے اس کی طرف ایسے دیکھا جیسے ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ حسن بیٹھے ہی

لگا تھا کہ پھر سے پہلے سے زوردار طریقہ سے دستک ہوئی سب ڈر گئے کہ کون اتنے زور سے بجا سکتا ہے میں نے پہلے دیکھا تھا امدادی سری خال بھی حسن نے بتایا اور اٹھ کر دروازہ کھولا سامنے ویٹر کی مسکین سی گھبراہلی ہوئی صورت نظر آئی حسن کو تاؤ آگیا کہ ویٹر جلدی سے صفائی دینے والے انداز میں بولا سر دستک کچھ زیادہ ہی زوردار ہوئی تھی جس کے لیے معذرت چاہتا ہوں حسن نے اسے جگہ دی تو وہ اپنی ٹرائل کھینچا ہوا اندر آگیا وہ کھانا لگا رہا تھا کہ زیب نے اس سے پوچھا۔ کیا پہلے تم آئے تھے۔

کیوں سرو ویٹر نے اس سے جواب دینے کے بجائے سوال کر ڈالا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے تمہاری دستک کی طرح کسی نے دستک دی دروازہ کھولا تو باہر کوئی نہیں تھا۔ نہیں سر میں تو ابھی آیا ہوں شاید کسی نے شرارت کی ہو جس کے لیے میں معذرت چاہتا ہوں ویٹر نے جواب دیا اور کھانا لگایا اور چلا گیا۔ سب نے کھانا کھایا اور لڑکے انہیں اپنا دھیان رکھنے کو کہتے ہوئے سونے کے لیے اپنے کمرے کی طرف چل دیے۔ زیب نے ان کے جانے پر دروازہ بند کیا اور قضا نمازیں پڑھنے کے لیے وضو کرنے و اش روم میں چلی گئی ماذیہ سونے کے لیے لیٹ گئی جبکہ شہابہ نیکی وٹن آن کر کے براہِ راس سر جنگ کے بعد ایک ہارم خوناک فلم لگا کر دیکھنے لگی پھر تھوڑی دیر بعد و اش روم کی طرف منہ کر کے زیب سے بولی جلدی سے آ جاؤ بی بی حرا کے کی ہارم سووی گئی ہے زیب و اش روم سے قہقہے کے بازو نیچے کرتے ہوئی باہر نکل ماذیہ کو سوتے ہوئے اور شہابہ کو ہارم سووی میں کم دیکھ کر بیڈ پر پڑا اپنا وہ پنڈ اٹھایا اور نماز پڑھنے کے سے انداز میں لیا اور اپنے شو لڈریج میں سے جائے نماز نکال کر نماز پڑھنے لگی سادی قضا نمازیں پڑھنے کے بعد جب وہ

قاری ہوئی تو دیکھا کہ شہابہ کو اس نے جس پوزیشن میں چھوڑا تھا اور نماز پڑھی تھی اب تک وہ اسی پوزیشن میں بیٹھی فلم دیکھتے ہوئے لی وہی میں آنکھیں گاڑ دے ہوئے تھی وہ مسکرا دی دعا پڑھا کر جائے نماز کو سینا اور انکے پاس جا کر لیٹ گئی پھر شہابہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

فوج کی انھی ہو سفر بھی کیا ہے نو بجنے والے ہیں جھکی نہیں ہو نیند نہیں آئی کیا سو جاؤ۔ میں تو سونے لگی ہوں مجھے تو سخت نیند آرہی ہے۔ شہابہ کا جواب نہ پا کر وہ کدورت بدل کر سو گئی۔

رات کا نچالے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ پیناس کی وجہ سے غلق میں اگنے کا ٹٹوں کی چھین سے ہوئی وہ انھی اور روم فریج سے ٹھہا اس نے گھبرا کر اپنے اطراف میں دیکھا کہ کیا چیز مری ہے پر ہوا تک ساکن تھی وہ اسے اپنا دھم بھم کر روم فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر بید کے سائیدہ ٹبل پر پڑے گلاس میں اغریل کر پینے لگی یک لخت اسے ایسے لگا جیسے کسی نے اسے آواز دی ہو اس نے ڈر کر چاروں سمت نظر دوڑائی پر کوئی نہ تھا اس کی نظر سامنے لگے وال کلاک پر جا پڑی جو صبح کے تین بج رہی تھی وہ اس آواز کو اپنا الوٹن جان کر دوبارہ گھونٹ گھونٹ پانی پینے لگی کہ اسے محسوس ہوا کہ کوئی کھڑکی میں کھڑا اسے دیکھ رہا ہو اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس اور بوتل پھوٹ گئی اور زمین پر گر گئی اس نے ڈرتے ڈرتے کھڑکی کی طرف دیکھا وہاں ایک عورت کھڑی تھی جو اس کی طرف دیکھ کر اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کر رہی تھی وہ خوف سے تھر تھر کا پینے لگی اور ہاتھ آگے بڑھا کر بیڈر سوئی ہوئی اپنی دوستوں کو جگانا چاہا مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ بغیر کسی کو اٹھائے اور کچھ کہے اس عورت کی طرف چلی آئی۔ وہ عورت بغیر کچھ کہے لمبی سی دیوار کے سہارے لگی بیٹری پر سے



نیچے اترنے لگی یہ بھی چٹا میز م کی گئی کسی لڑکی کی طرح اس کے پیچھے بیٹھی سے نیچے اترنے لگی جب وہ اتر چکی تو دیکھا کہ وہ عورت اسے تھوڑے سے فاصلہ پر چلتی ہوئی نظر آئی تو وہ اس کے پیچھے چلنے لگی کہ تھوڑی دور اسے ایک بہت بڑا میدان نظر آیا۔ جس کے درمیان میں کالا دائرہ بنا تھا۔

اپنے کمرے میں آنے کے بعد حسن لورڈ بیٹ تو فوراً سونے کے لیے لیٹ گئے اتوس اور احمر یہاں وہاں کی باتیں کرنے لگے کچھ دیر بعد اتوس بھی سو گیا احمر بھی کچھ دیر کے لیے لیٹا پر نئی جگہ ہونے کی وجہ سے اسے نیند نہ آئی کرڈوں پر کروٹیں بدلنے کے بعد بھی جب نیند نہ آئی تو وہ کھلی کھڑکی میں آکھڑا ہوا کھٹاک کی آواز پر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اتوس سویا تو ہیڈ پر تھا پر اب آدھا لوہر اور آدھا نیچے گرا تھا لگتا ہے کہ نیچے لڑھک آیا ہے اسے اپنے دوستوں سے دوستی پر اور اپنی قسمت پر رشک آیا جو اسے اتنے اچھے دوست ملے وہ مسکرا دیا۔ اور کھڑکی سے نظر آتے چودھویں کے چاند کو دیکھنے لگا کہ بادلوں کی دھڑ ہاتھوں سے بھسلے ہوئے ماضی میں جا رہی۔

اتوس اور شہاب دونوں ایک کھیلے میں رہتے تھے جبکہ مازیہ دو گلیاں چھوڑ کر رہتی تھی جس کی وجہ سے کی تینوں بہترین دوست شمار ہوتے تھے سکول میں ایک ساتھ پڑھتے پھر کالج میں آکر اتوس ان دونوں سے علیحدہ ہو گیا جبکہ مازیہ اور شہاب ایک ساتھ تھیں تو قسمت نے انہیں یونیورسٹی میں پھر سے آملایا پہلی میں پہلے دو ماہ تو مازیہ اور شہاب ایک ساتھ رہیں پھر ایک دن کشمیں میں اتوس اپنے انگوٹے دوست حسن کے ساتھ بیٹھا تھیں ہانک رہا تھا کہ اس کی نظر ان دونوں پر جا گئی اس کی خوشی کی انتہا نہ ہی حسن نے جو اتوس کو دلاڑکیوں کو بیک وقت گھورتے پایا تو اس پر برس پڑا

یار چھوڑ ان کو کن خرافات میں پڑے جا رہا ہے یہ سب ایک جھس ہوئی ہیں پیسے کے پیچھے مرنے والیاں ہوئی ہیں ارے چھوڑ اٹھ یہاں سے حسن ان دو ماہ میں جتنا اتوس کو جان پایا تھا وہ یہ کہ وہ سنجیدہ مزاج اور اپنے کام سے کام نہ لیتے والا ہے پر بھی کبھی اس کی شرارت کی رنگ پھڑکے تو وہ اور بات ہے کسی لڑکی کی طرف بری نظر نہیں ڈالتا۔ ہاں دیکھ لینا اور بات ہے پر اب اتوس کو وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ وہ ہر لڑکی سے نفرت کرتا ہے پر کیوں ہار پاؤ گئے پر بھی نہ بتاتا تھا اور نہ اس نے بتایا تو اس سے بحث کرنے کے بجائے اٹھ کر لان کی طرف آگیا۔ اور جھپکتے ہوئے ان کو مخاطب کیا اور شہاب جو کسی لڑکے کی آواز پر کچھ نفرت کہنے کو چلتی تھی اتوس کو سامنے کھڑا دیکھ کر حیرت لہا فٹنی سے چینی۔

تم اور یہاں۔ اور پھر اتوس نے ان دونوں ا تعارف حسن سے کر دیا اور اب سے یہ دورو کے بجائے چار ہو گئے۔

ارے شہاب تیری رہ چڑیل مائی کیس ہے۔ اب تو تم پر پابندیاں لگالی ہے کہ نہیں۔

ہاں بس ویسے ہی ہے۔

جب یہ اٹھ سال کی تھی تو کارا ایکسٹنٹ میں اس کے والدین اور چھوٹے بھائی کا انتقال ہو گیا تو اس کے تایا اسے اپنے پاس لے آئے مائی بہت ظالم ہے پر تایا کافی بہتر ہیں ہر کام اس سے کرائی پر خرچے والے ہر کام میں اس پر پابندی ہے جیسے کپڑے خریدنا جو تے لینا کالج اور یون کی فیس وغیرہ پہ نہیں یہاں کیسے آگنی خیر تائی کی دو بیٹیاں پر دو پٹہ تو سرے سے لگتی نہیں محلے کے لڑکوں سے میں نے خود دیکھا ہے باتیں کرتی ہیں پر اگر یہ کسی سے کوئی ضروری بات بھی کرنے تو اس کی ذلیل شکایات تایا کو لگالی ہیں اس لیے اس نے ایسی باتوں سے بچنے کے لیے اپنے اوپر بد تمیزی اور سٹرمل ہونے کا ایسے خول چڑھایا ہے جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی شخصیت کا خاصہ بن

مجھے کیا پوری یونی کو پتہ ہے اس کے بارے میں لڑکیاں تو اس سے بات کرنے کو مرنی ہیں پر وہ کسی کو گھاس نہیں ڈالتا ماذیہ تم بھول رہی ہو نسٹ سسٹر میں ہم اسی کے سیکشن میں تھی چند روزوں کے لیے پھر ہمارا سیکشن تبدیل ہو گیا تھا۔

اورے ہاں یاد آیا اتنا بھی برا نہیں ہے بس تھوڑا مزید رہتا تھا۔ ماذیہ نے بھی یاد آنے پر شہابہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔

مجھے تو ذاتی طور پر بڑا اچھا لگا لگتا ہے۔  
 پر یہ تو ٹھیک ہے سب سے مفرد کہتے ہیں۔  
 اگر وہ اپنے نوٹس دے دے تو میں بھی کاپی کر لوں گا۔

تو یہ نہیں بکا کہ تم نے نوٹس کاپی کرنے ہیں۔  
 زینب بچاری کا تو صرف نام ہے۔۔۔ شہابہ نے اقوس کو اشارہ کیا۔

پر مجھے لگتا ہے کہ جب میں زینب کا نام لوں گا تو وہ ضرور دے دے گا۔ دوسرے سیکشن کا احمر جیسے زیادہ تر پیسہ اور حسن دونوں دونوں مفردیت آئی جاتی ہے ایسی باتیں وہ اکثر تھوڑا کلاس لڑکیوں کے منہ سے سنی رہتی تھی یہ سب سن کر زینب کو اس سے ڈرا اور انھیں سی محسوس ہوتی وہ گھبرا کر یکدم کھڑی ہو گئی

نہیں اللہس نہیں بالکل بھی نہیں اور اس سے تو بالکل نہیں۔ احمر جو تین چار ٹیکل چھوڑ کر بیٹھا ان کی حرکات نوٹ کر رہا تھا اٹھ کر ان کی ٹیکل پر الیا اور سب کو مشترکہ سلام کرنے کے بعد اقوس سے مخاطب ہوا مائی فرینڈ اپنی پراہم۔ میرے دوست کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ زینب کو ٹھنڈے پیچھے آنے لگے اقوس نے جھٹ کہہ ڈالا۔

تجی ہادی فرینڈ زینب کو آپ کے نوٹس کی ضرورت ہے پر یہ کہتی ہے کسی سے بھی لے لوں گی پر احمر سے نہیں زینب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے گھبرا کر جلدی سے وہاں سے نکل جانا چاہا شہابہ نے

گمایا ہے۔  
 اقوس نے حسن سے شہابہ کا تفصیلی انٹرویو کروایا تھا کہ اگر یہ بد تمیزی بھی کرے تو حسن جیسا بد مزاج شخص اسے برداشت شاید کرے تیسرے مہینے کے آخر میں ایک نئی سٹوڈنٹ انگی کلاس میں آئی اور اس کو سیٹ بھی شہابہ اور ماذی کے ساتھ ملی اور پھر کچھ دیر بعد وہ نئی لڑکی بھی ان کی دوستی میں شریک ہو گئی جس کا نام زینب تھا وہ زیادہ تر سفید لباس میں ملبوس لمبا سا دلپند اوڑھے رکھتی بن میک اپ کے بھی اس کا چہرہ سفید دھڑکے ہالے میں دمکناسی ہی بل کھاتی چوٹی اس کی شخصیت میں جاذبیت پیدا کرتی وہ زیادہ تر خاموش رہ کر دوسروں کی مسکرا کر سنی رہتی اور خود بھی بہت کم بولتی اپنے کلام سے کام رکھنے کی ہوا اسے دوسروں میں ممتاز بناتی لیکنیں وہاں ہیری روش پر چلتے یا اپنی بس کا انتظار کرتے اسے اکثر محسوس ہوتا جیسے کہ وہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہو پر وہ اس بات کو اکتور کرتی زینب کو پچھلے تین ماہ کے نوٹس کی ضرورت تھی فٹ سسٹر ہونے میں ایک مہینہ باقی تھا جس کی وجہ سے وہ کافی پریشان تھی اس نے اپنی اساتذہ اور ان دوستوں سے بھ پڑھائی میں مدد لی پر وہ اس سے مطمئن نہ تھی۔  
 اگلے دن کنٹینر میں پھر زینب کے فنڈنگ ورک (مکمل کام) کے بارے میں بات چھیڑ گئی کہ اقوس بولا ایسا کرو دوسرے سیکشن کے احمر سے مانگ لیتے ہیں شاید وہ مان جائے بہت ہی لائق لڑکا ہے وہ تو بات ہی نہیں سننا میٹر بل شکل ڈرامی کیا خوبصورت ہے اور اوپر سے بڑے سینا باپ کی اولاد کیا ہو گیا مفردیت ہی ختم نہیں ہوئی اس کی دفع کر اسے کسی اور سے پوچھتے ہیں شہابہ نے احمر کا نام سنتے ہی لوکا اشارہ دے دیا۔  
 تمہیں بڑا پتہ ہے اسکے بارے میں ماذیہ نے اسے ٹھوکا مارا۔



اقوس کے ہاتھ پر زوردار چٹکی لگائی۔

ذیل انسان تمہارا تو میں لیج دہیں سر پہاڑوں  
گی احر نے جاتی ہوئی زنیب کو روکا اور کہا ابھی تو میں  
کچھ مزید نوٹس بنانے لائیمیری جہر ہا ہوں آدھے  
گھنٹے بعد میرا لاسٹ پریڈ ہوگا میں فری ہوں گاتب  
میرے نوٹس آپ کو مل جائیں گے اور کے میں  
چلتا ہوں۔ یہ کہہ کر احر تو چلا گیا زنیب غصہ سے داک  
آؤٹ کر گئی جبکہ اقس کی بعد میں جو درگت بنی وہ  
ایک علیحدہ کہانی تھی۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد احر کے تمام  
نوٹس اقس کے ہاتھ میں تھے جسے شہاب نے جھپٹ  
لیے اور کہا۔

واؤ کتنی خوبصورت ہنڈرائٹنگ ہے۔ نوٹس  
تو زنیب کے نام پر مائیکل گئے تھے درگت صرف بے  
چارے اقس کی بنی تھی مگر اس کو کافی سب نے کیا  
اور دو دن بعد یہ نوٹس احر کو واپس کر دیئے گئے حسن جو  
کہ کم ہی بولتا تھا کہنے لگا۔

احر اچھا لڑکا ہے انہیں لڑکیوں کو گھاس نہ دالنے  
کی وجہ سے بے چارے کو مفرود کہہ کر بدنام کیا ہوا ہے  
ماذیہ بولی ہاں، ابھی تمہیں تمہاری نائپ کا بندہ بول گیا  
تم نے تو ایسا ہی کہنا ہے احر نے ان لڑکیوں جو کہ  
کلیوں کی طرح کسی شیخی چیز پر اتنی متنی ہیں خود کو ان  
سے دور رکھنے کے لیے خود پر مفرودیت کا ناسک پہن  
رکھا ہے پر وہ دل کا بہت اچھا ہے۔

حسن کے بار بار احر کی دکالت کرنے پر سب  
حیران ہو رہے تھے کہ اس جیسا ہے جس انسان ابھی کسی  
سے متاثر ہو سکتا ہے۔

کیا اس نے تمہیں پیسے دیئے ہیں اپنے حق میں  
بولنے کو زنیب جو کافی دیر سے احر نامہ سن رہی تھی چڑ کر  
بول۔

ہائے اس نے کسی کو کیا پیسے دیئے ہیں یہ کہیاں  
یعنی لڑکیاں احر پر جو کہ کچھ نہیں لگاتا کہتی ہیں پر میرا کیا  
جو پورا شہد میں ڈوب کر آتا ہوں پھر بھی میری طرف

دھیان نہیں دیتی ہائے یہ خود غرض لڑکیاں۔

اقوس نے زنیب کے سوال کے جواب میں لمبی  
تقریر کر ڈالی۔

بس کرو فضول گھنٹا آجیں بھروسہ حسن اقس کو لٹاڑا  
جس نے ٹھنڈی آجیں بھرنے کو منہ کھول رکھا تھا بند  
کر لیا۔

اگلے مہینے لسٹ سسٹر کے ایگزٹام شروع  
ہونے کے چار دن پہلے لگاتار تین چھیاں کر لیں وہ  
بھی کسی کو انعام کئے بغیر یونی میں سب دوستوں کو  
تشویش ہوئی کہ زنیب تو بھی بلا وجہ چھٹی نہیں کرتی پھر  
کیا وجہ ہے دوسری طرف احر بھی پریشان تھا اور کسی  
سے اس کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا پر کس سے  
زنیب کی عزت پر حرف نہ آئے اس لیے خاموش رہتا  
کہ اگلے دن جب لسٹ سسٹر ہونے میں ایک دن  
باقی تھا زنیب یونی آگئی وہ پہلے چہرے کے ساتھ  
کمرور لگ رہی تھی سب کے پوچھنے پر پتہ چلا کہ اسے  
فوز پرائزن کی وجہ سے تیز بخار ہو گیا تھا۔ لو فراس کا  
سل فون جو وہ بہت کم استعمال کرتی تھی اس کی اٹھاری  
میں اس کے پرس کے اندر پڑا تھا اور بیٹری چارج نہ  
ہونے کی وجہ سے سل فون بند پڑا تھا۔

احر نے زنیب کو دوبارہ سے یونی میں دیکھ کر سکھ  
کا سانس لیا وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں زنیب نے یونی  
آنا چھوڑ تو نہیں دیا۔ زنیب کا سفید روپے میں زور  
چہرہ دیکھ کر احر کے دل کو بہت دکھ ہوا وہ بے اختیار ہو  
کر ان کے بھیل کی طرف آ گیا سلام کر کے زنیب کے  
تین دن یونی نہ آنے اور گھر میں سب خیریت ہونے  
کے متعلق سوال کیا سب نے ایک دوسرے کی جانب  
دیکھا تو ماذیہ جو کہ زنیب کے زیادہ قریب تھی نے  
زنیب کی بیماری اور فون چارج نہ ہونے کے متعلق  
مختصر بتایا تھا یہ کو ایسے لگا جیسے کہ احر نے سکھ کا سانس  
لیا ہونے زنیب کو نوٹس کے لیے پریشان نہ ہونے اور اپنی  
صحت کا خیال رکھنے کا کہہ کر وہ جانے لگا کہ حسن

نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا۔

ہم آپ کو اپنے گروپ میں شامل کرنا چاہتے ہیں کیا آپ ہمارے گروپ کا حصہ بننا چاہو گے۔ احمر نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور بغیر کچھ کہے آگے بڑھ گیا اور حسن کچھ نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں کندھے اچکا کر وہ گپا فیسٹ مسٹر کے دوران سب نے محسوس کیا کہ اقوس کافی بچھا بچھا ہے وہ سنجیدہ تو پہلے ہی تھا مگر اس کی تھوڑی بہت شوٹی کی وجہ سے گروپ میں رونق کا احساس رہتا تھا مگر اب تو وہ بالکل ہی خاموش ہو کر رہ گیا تھا چہرے سے بھی تیار لگا تھا شیوہ کافی بڑھ گئی تھی سب نے اپنے طریقہ سے پوچھ لیا مگر وہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں تم سب کا وہم ہے کہہ کر ناتواں ہاتھ بڑے ختم ہوتے ہی اس نے بغیر کسی کو کچھ بتائے لگا تار چھ چھٹیاں کر لیں تو پہلے تو سب دوست یہی سوچتے رہے کل آجائے گا مگر کل کل کرتے ہوئے جھولن ہو گئے تو یہ سب سوچ رہے تھے کہ ہم آج اس کے گھر جائیں گے مگر نہ جاسکے کل یہ سب اقوس کے گھر موجود تھے اقوس تو نہ جانے کہاں تھا مگر اس کی امی بہت گرنجوئی سے لمبیں پھر جوات ان سے معلوم پڑیں سب کو سن کر ایک شاک سا لگا۔

اقوس کی والدہ کے مطابق اقوس کی منگنی اس کی پیدائش پر ہی اس کی پوہی زاد سے کر دی گئی تھی اور یہ بچپن کا رشتہ نہ جانے کب پیار میں بدلہ دونوں کو پتہ ہی نہ چلا مگر اب اس کی پوہی اپنی بیٹی کو قربانی کا بکرہ بنا رہی تھی کیونکہ اقوس کی منگتیر کا بھائی کسی امیر زادی کو پسند کرتا تھا اور اس کے والدین نے وٹے سٹے کی شرط رکھی کیونکہ ان کا بیٹا دونوں پاؤں سے معذور تھا انہوں نے اپنی بیٹی کے بدلہ میں اس کے منگتیر کا ہاتھ مانگا ہے نہ کرنے پر ان کی بیٹی کو بھول جانے کا فیصلہ ہوا جو کہ اس کے پوہی زاد بھائی کو منظور نہ تھا اس نے پہلے تو بہت منایا مگر نہ ماننے پر خودکشی کر لی تو اس کے

والدین مجبور ہو گئے اور منگنی تو زدی اقوس یہ بات بتا کر اپنے دوستوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے ان سے کچھ نہ کہا پر کب تک لڑکیوں کے آنکھوں میں آنسو آگئے ان کا اتنا زندہ دل دوست پر دس دنوں تک بھی جب اقوس یونی نہ آیا تو احمر پوچھتے پوچھاتے اقوس کے گھر پہنچ گیا اقوس کی ماں اس امیر زادے کو اور اسکے ذرا انہور کے ہاتھ میں بچلوں سے بھرے بہت سے شاپر دیکھ کر پریشان ہوئی کیونکہ وہ اقوس کے تمام دوستوں سے مل چکی تھیں پر اس کا اتنا امیر تو کوئی دوست نہ تھا وہ احمر کو اس کے کمرے میں لے گئیں اقوس جو چھپتے ہوئے نہ جانے کیا تلاش کر رہا تھا چھپتے ہوئے گھور رہا تھا احمر کو اندر آتے دیکھ کر حیران رہ گیا پھر یہاں وہاں کی باتوں کے درمیان احمر کے ذور دینے پر اس نے زبردستی مسکراتے ہوئے اسے مختصر اپنے ساتھ ہونے والا حادثہ بتایا کہ قسمت نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد جیسے مناسب الفاظ کی تلاش میں بدودہ بولا۔

احمر بھرے بھائی میں نے تم سے کوئی بات نہیں پھپھائی حالانکہ ہم کوئی اتنے گہرے دوست بھی نہیں ہیں پر تمہارا پناہیت بھرا اصرار مجھے تمہیں بتانے پر اکسا رہا تھا اور میں نے تمہیں سب بتا دیا اب تم مجھے کچھ بتاؤ کہ تم نے اب کو پسند کرتے ہو ناں احمر نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا وہ بات جسے وہ خواہ اپنے آپ سے چھپانے کی کوشش کرتا تھا۔ کسی اور کو کیسے معلوم ہو گئی اگر ہاں تو تم اسے بتاتے کیوں نہیں نہیں دیر نہ ہو جائے۔

اقوس نے احمر کے جواب دینے سے پہلے دوسرا سوال کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ ناں منوا کرے گا ایسا نہ کہو۔ بے اختیار احمر کے منہ سے نکلا اقوس مسکرا دیا۔ وہ یہی بات اس سے اگلا مانا چاہتا تھا جو کہ اس نے بے اختیار ہی میں کہہ دی اور پھر کہہ کر بچھتا تار پھر جیسے بارمان کر بولا۔



ڈرتا ہوں کہیں مگر اس نے انکار کر دیا تو میں کسی سے بھی کوئی رشتہ نہیں جوڑنا چاہوں گا چاہے وہ دوستی کا ہو یا کوئی اور کیونکہ اگر یہ رشتے ٹوٹ جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے آخر نے بے بس ہو کر پہلی بار اپنا دل کسی کے سامنے کھولا کیونکہ جو کوئی بھی اس کی طرف بڑھتا تو صرف پیسے کے لیے تو اس لیے وہ اندر ہی اندر اپنے آپ میں سمیٹتا رہا پھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولا۔ سب میرے حسن اور پیسے کے معاملے میں میں کتنا بد نصیب ہوں میری ماں تو مجھے جنم دیتے ہی چل بسی اور میں اپنی ماں کی ممتا بھری آغوش میں جانے کے بجائے آیا ماں سے پاس آ گیا جس نے مجھے ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا کیونکہ میرے باپ کو دولت کمانے سے فرمت نہیں تھی کسی ایک ملک تو کبھی دوسرے ملک اگر کبھی وہ گھر بھی آتے تو جب وہ آتے تو میں سوچتا ہوتا۔ اور جب صبح پتا چلتا کہ پاپا آئے ہیں تو جلدی سے ان سے ملنے جاتا پر میں ہمیشہ دیر کرتا کیونکہ وہ کسی بہت اہم میٹنگ کے لیے روانہ ہو چکے ہوتے اور پھر میں دور میری آیا ماں اتوں کو ایسا لگا کہ جیسے کہ اس کا گھارندہ گناہ چھوٹ اور وہ لڑکچہ کا بندہ جسے سب پسند کرتے ہیں مگر وہ اندر سے مٹا اکیلا ہے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ بولا۔

بارہ سال کا ہوا تو آیا ماں مجھے تھوڑ کر گئیں انہیں نمونیہ ہوا تھا اور یہ ہی ان کی جان لے بیٹھا میں پھر بھری دنیا میں اکیلا رہ گیا آیا مادہ اور بے ہولاد میں پاپا کے دور بار کی رشتہ دار پاپا کو تو فرق نہ پڑا مگر میری تو ماں مری تھی اسی نے تو مجھے پیدائش کے پہلے دن سے پالا تھا کچھ دنوں بعد پاپا نے مجھے پور ڈنگ ڈال دیا اور تب سے اب تک ہر چندہ دنوں بعد میرا بیٹک میٹس بھر جاتا پیسے ختم نہیں ہوتے کہ اور آ جاتے ہیں اور میں حقیقی رشتوں سے دور پور ڈنگ کالج اور اب یہاں ہوں کچھ دیر سانس درست کرنے کے بعد آخر نے کہا۔

اسی لیے میں نسب سے کچھ نہیں کہتا اگر اس نے انکار کر دیا تو میں برداشت نہیں کر پاؤں گا اور کچھ دیر بعد کل یونی آئے گا وعدہ لے کر آخر اتوں کے گھر سے نکل پڑا وہ دن اور آج کا دن یہ سب سات و ہست سول میٹ کے نام سے پہنچانے جاتے ہیں اتوں نے بھی اس غم کو بھلانے کے لیے اپنے آپ پر ہنسی خالق اور باتوں ہونے کا لہاؤہ لہوڑا لیا ہے سب یہ دیکھ کر بہت خوش ہیں کہ ان کا دوست اپنے ماضی کو بھول چکا ہے سوائے اتوں کے سب چاہتے تھے کہ یہ ایک دوسرے سے اظہار کریں تاکہ ان سب کو بھی اگر واقعی کچھ ہے تو اس کے بارے میں پتہ چلے اتوں سب کچھ جانتے ہوئے بھی پتہ نہ کرنا جیسے ان سب کی طرح اب سے بھی کچھ نہیں پتہ یہ سب جانتے تھے کہ آخر زیب میں انظرست ہے مگر یہ بھی جانتے تھے کہ دلوں کی جانب سے سوائے ایک دوسرے کا احساس کرنے کے باقاعدہ اظہار یا اقرار نہیں ہوا تھا۔ حسن خواتین سے نفرت کی بنا پر ان سب کو حفاظت کر دینا تھا پر۔۔۔ سب کو ان کی طرف سے افراد کرنے کے دن کا بے صبری سے انتظار تھا کہ ایک دن ان دنوں کی غیر موجودگی میں اتوں نے شصا جکو ڈالنے ہوئے کہا۔

ویسے تو تم بڑا بھتی ہو زبان تو تمہاری اتنی لمبی ہے کہ بندہ اس پر پیدل بھی چل کر دنیا کے آخری کونے میں جا پہنچے بھتی تو بہت ہو مگر اپنی دوست سے اتنا معلوم نہیں کر سکتی کہ وہ ہمارے شہزادے کے بارے میں کیا سوچتی ہے۔ اتوں خود تو دل نوٹنے کے درد سے واقف تھا اس لیے ان دنوں کو ہر کوشش کر کے ملانا چاہتا تھا میں نے کوشش تو۔۔۔ شکر ہے میرے تو اسائنمنٹ جمع ہو گئے تھا کہ جواب دینے سے قبل نسب جو کہ لاسٹ ڈیٹ ہونے کی وجہ سے اپنا اسکول ختم کروانے کی تھی واپس آ کر بولی تو یہ بات بغیر کسی نتیجے پر پہنچنے کے ختم ہو گئی۔

تھوڑی دور اسے ایک بہت بڑا میدان نظر آیا۔ جس میں بہت ہجوم تھا اور اس میدان کے درمیان میں ایک کالے رنگ کا دائرہ تھا اس دائرے کے بھی درمیان کوئی لینا ہوا تھا اور وہ عورت جس کے پیچھے وہ یہاں تک آئی تھی سر جھکائے ایک کالے رنگ کے ڈھیر کے پاس کھڑی خوفناک آواز میں رو رہی تھی وہ سمجھ نہ پائی کہ وہاں کوئی لینا ہے یا کہ راکھ کا ڈھیر بڑا ہے۔ رات کے اٹھ گھنٹے میں اس کے خوفناک طریقے سے رونے کی آواز سن کر اس کے مسامسوں سے پسینہ پھوٹنے کا سبب بن رہی تھی وہ بھی اس عورت کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی کہ وہ عورت یکدم سر ہونچا کر کے اس سے بولی۔

تم۔۔۔ تم نے مجھ سے میرا شوہر چھین لیا ہے میں تم سب کو نہیں چھوڑوں گی تم سب سے بد لالوں کی وہ ڈر کر اس سے دو قدم دور ہوئی اور اس عورت سے بولی۔ میں تمہیں نہیں جانتی میں نے تمہارے شوہر کو نہیں مارا تم جھوٹ بولتی ہو اس کے کچھ بگھنے سے پہلے ہی اس عورت نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کھینچا جس سے اس کے لیے ناخن اس کے ہاس میں بہت ہو گئے پھر اس عورت نے اسے یک لخت اس ڈھیر کے پاس لا چھوڑا جھلکے کی وجہ سے اس عورت کے ناخن اس کے بازو کا ماس اڑھیرتے ہوئے باہر چلا اس کے منہ سے دلخراش چیخ برآمد ہوئی کہ اس کی نظراب کے ڈھیر پر جا پڑی وہ کوئی ڈھیر نہیں نیلی خویلی گاؤں گاؤں تھا جسے مرگ کے دورے پڑتے تھے اس کے دیکھنے ہی دیکھتے اس گاؤں کے جسم کو جھٹکا یہ جھٹکا تنے زور دار تھے کہ وہ چار پانچ قدم مزید پیچھے کو ہٹتی کہ ان جھٹکوں کے ساتھ ہی اس کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ دیکھنے ہی دیکھتے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو کر ہوا میں پھیل گئی وہ عورت غصہ سے اس کی طرف بڑھی غصہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے نیلی رنگ کی روشنی پھوٹنے لگی وہ ڈر کر بولی میں نے تمہیں آج سے پہلے بھی نہیں دیکھا

کیا تم نے اسے بھی نہیں دیکھا اس نے گاؤں کے بارے میں کہا وہ میرا شوہر تھا وہ ہجوم جو کالی دیر سے تماشا کی بنا چھا تھا اب کہ اس میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ سب اس کے گرد اپنا گھیرہ تنگ کرنے کے لیے بڑھے اس نے گھبراہٹ میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ پیسے سے تر ہے اب کہ اس نے بھاگنے کے لیے تر تو لے تو غیر ارادہ کی طور پر اس کی نظر اس ہجوم کی طرف اٹھی تو اسے اپنا حرکت قلب بند ہونا محسوس ہوا۔ کیونکہ اس ہجوم میں پہلے تو انسان تھے مگر اب یہ ہی کیا ان کی چڑی اس طرح گل کر پانی کی طرح بہہ رہی تھی جیسے کسی نے اس پر تیزاب سے بھرا زرمناٹہ پل دیا ہو وہ جو سوچ رہی تھی کہ وہ ملے گی نہ پائے گی کسی بھی طاقت نے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا وہ بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے اسے یاد نہ کہ رہا کہاں سے ہوتے ہوئے اس میدان کی طرف آئی تھی بھاگتے ہوئے اسے زوردار طریقہ سے ٹھوکر لگی اور وہ اوندھے منہ زمین پر جا گری اس کے منہ سے خون بہنے لگا آنکھوں میں آنسو لیے وہ لٹھنے لگی اٹھتے ہوئے زمین پر سے اس کی نظراپنے پیچھے ہر لمحہ حیرت ہوئے ہجوم پر پڑی جو کہ اس کے منہ میں سے بہتے خون کو دیکھ کر اس پر بیٹھے اور ایک انسان جو کابھل ڈھانچے میں تبدیل ہو چکا تھا اس نے اس کی ٹانگ پکڑ لی اس کے منہ سے دلخراش چیخ برآمد ہوئی اس ڈھانچے کے تیز مگر سوئی کی طرح ہار یک ناخن اس کی ٹانگ میں بہت ہو گئے۔

کس کی زندگی کی دوڑی کتنے لگی ہے یہ جاننے کے لیے لگا اشارہ ضرور پڑھئے۔



# سرود عشق

-- تحریر: ردا جمیل -- ماموں کا بچن --

اب وقت آ گیا تھا کہ بیدار کو جانا تھا اپنے پیار کو داپس لانا تھا بابا جی نے کچھ پڑھنے کے بعد اس پر پھونک مار دی۔ اس کا جسم بھی بے ہوش ہو گیا۔ بیدار کی روح جسم سے نکل کر پرستان جا پہنچی۔ وہ جیسے ہی وہاں پہنچی اسے وہاں پہنچ کر ایک گھناور رشت دکھائی دیا۔ بیدار اس ورشت کی سمت میں چلی گئی۔ بیدار کو ایک دم سے اسے ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا بیدار اس کمرے میں داخل ہو گئی۔ وہ کمرہ بڑا سا اور خوبصورت تھا جہاں صائم بیٹھا ہوا تھا۔ اور شیتل بھی بیٹھی ہوئی تھی صائم نے اس جانب دیکھا وہ بھاگتا ہوا بیدار کی طرف جانب پڑھا لیکن شیتل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ شیتل نے بیدار کی گردن کو پکڑا بیدار کی گردن کو بہت زور سے جھٹکا لگا اور اس وقت ہی بیدار نے کچھ پڑھنا شروع کر دیا جس سے شیتل کے ہاتھ خود بخود بیدار سے دور ہو گئے اسی وقت شیتل کی آواز ڈراؤنی ہونے لگی اس کا چہرہ بڑا ہی خوفناک ہو گیا۔ لمبے سے دانت اس کے کندھے سے بالکل اس کے منہ سے باہر آ رہے تھے وہ چیختی چلاتی مر گئی اسی وقت صائم نے بیدار کو گلے سے لگایا۔ اور رونے لگا۔ وہ دونوں شیتل کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اپنی اپنی ہاڈی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ شیتل بھی وہی پڑی ہوتی ہے بابا جی اور باقی گھر والے بڑے خوش ہوتے ہیں اور منہ کا شکر ادا کرتے ہیں کچھ دیر بعد صائم اور بیدار کو ہوش آ جاتا ہے اور شیتل کو دفنا دیا جاتا ہے بابا جی اپنے گھر کی طرف چلے جاتے ہیں جبکہ وہ اپنے گھر چلے جاتے ہیں دو ماہ بعد صائم اور بیدار کی شادی ہو جاتی ہے۔ ایک سنسی خیر نور ڈراؤنی کہانی۔

زمینب کچن میں کھانا بنا رہی تھی میرب اور صائم اپنے کمرے میں کھیل رہے تھے باہر بہت سردی تھی برف باری ہو رہی تھی عبدالقادر گھر کا راشن لے کر آئے اور آتے ہی کمرے میں کپڑے آن کر کے بیٹھ گیا میرب اور صائم کا کمرہ بہت اچھے سے سجایا ہوا تھا پینٹنگ کر کے خود ہی میرب اور صائم نے اپنے کمرے کو خوبصورت بنایا ہوا تھا دیویند تھے صوفہ اور لی دی سب سہولت کمرے میں موجود تھی دونوں لی دی پر کاندنوں دیکھنے میں مصروف تھے باہر بہت ہی سردی تھی یہ مری کا علاقہ تھا جہاں یہ خوبصورت اور چھوٹی سی خیل ایک عمارے سے گھر میں رہتے تھے صائم اور میرب کا کمرہ چھت پر سجایا ہوا تھا اس کے علاوہ بھی

چھت پر ایک اور کمرہ تھا نیچے والے حصہ میں ایک زمینب اور عبدالقادر کا کمرہ تھا اور ایک ڈرائنگ روم تھا واش روم اور کچن تھا باقی ایک فی دی لاونگ تھا پھر باہر کا دروازہ آتا تھا اس کے باہر کچن میں تھا جس میں ایک ورشت تھا اور چوں کے بغیر برف سے بھرا ہوا تھا جو بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا پھر رات ہو گئی صائم کا زمینب بڑا کھلتی سا تھا وہ رات کو اٹھ کر اکثر پینٹنگ کیا کرتا تھا۔ میرب اپنی ہی دھن میں رہتی تھی صائم سال کا تھا اور میرب دس سال کی تھی خیر صبح ہو گئی دو دنوں تیار ہوئے اور دین آ گئی اور وہ سکول چلے گئے ان کے گھر کے سامنے ایک کھنڈر سی حویلی تھی جو کہ بہت ہی پرانی تھی۔







اس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ بڑی خوفناک  
حوادث ہیں یہ ہر سال کسی نہ کسی مسافر کو لے کر دیتی ہے یا  
پھر کسی کا نام دشمن ہی نہیں ملتا پر صائم کو ان سب  
باتوں پر یقین نہ تھا۔ اور صائم جاتے ہوئے اس حویلی  
کو بڑے غور سے دیکھتا رہا اور پھر وہ سکول پہنچ گئے  
نائب نے گھر کا کام کیا اور پی وی دیکھنے میں مصروف  
ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی عبدالقادر کا فون  
آیا نائب نے اٹھایا۔

ہیلو نائب نے بولو کہا۔

ہاں نائب کچھ چاہیے میں گھر آنے والا ہوں  
جی بچوں کے لیے سوئچ بھل اور چلفوز لے لیتے  
آئیے گا اور کچھ نہیں آج آپ جلدی آرہے ہیں  
ہاں میرا ملازم ادھر ہی ہے سب ہوٹل میں اپنا  
اپنا کام کر رہے ہیں میں سوچ رہا ہوں کہ میں تھوڑا سا  
آرام کر لوں۔

اچھا ٹھیک ہے آپ آجائیں اللہ حافظ۔

اچھا اللہ حافظ۔

کچھ دیر بعد عبدالقادر بھی آگیا اور سچے سچے ایسے  
ہی دن میٹھے گزرتے گئے اور ایک دن صائم کا نہ ٹرک  
کا زلٹ آنے والا تھا صائم بہت پریشان تھا صائم  
بہت ہی ذہین بچہ تھا اور اس نے سائنس مضمون کے  
ساتھ پڑھا تھا خیر کچھ دن بعد صائم کے بابا آئے  
انہوں نے منجالی چھپائی ہوئی تھی اور آکر خاموشی سے  
بیٹھ گئے نائب بولی۔

کیا ہوا کیا بنا صائم کا۔

میں پاس ہو گیا ہے۔ انہوں نے بہت ہی  
ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ صائم رونے لگا جب  
انہوں نے دیکھا کہ صائم پریشان ہو گیا ہے تو انہوں  
نے منجالی نکالی اور کہ ہمارا صائم صبح بھر میں پہلے نمبر  
پر آیا ہے۔ اور اسے گلے لگا لیا۔ پھر سب نے منجالی  
کھائی اب صائم کو ایف ایس سی کر دالی تھی اس کیلئے  
کسی اور ترقی یافتہ شے میں بھیجنا تھا۔ نائب اور صائم

کے والد نے فیصلہ کیا کہ صائم کو لاہور بھیج دیتے ہیں  
ساری پینٹنگ کر کے کچھ دنوں میں صائم کو لاہور بھیج  
دیتے ہیں وہاں وہ ہوٹل میں رہنے لگ جاتا ہے جس  
کالج میں وہ پڑھتا تھا وہ بڑا ہی اچھا کالج تھا۔ وہاں  
بڑی اچھی پڑھائی ہوتی ہے لیور موسم بھی صائم کو اس  
آجاتا ہے وہ کالی ماڈرن ہو جاتا ہے اسی طرح سال  
گزر جاتا ہے صائم کو ایف ایس سی ہو جاتی ہے اس کا  
داخلہ پھر میڈیکل میں ہو جاتا ہے وہ کال بھی بہت  
اچھا تھا دو سال گزر جاتے ہیں صائم کو ایک بہت ہی  
خوبصورت لڑکی دکھائی دیتی ہے مہری آنکھیں لمبے  
بال سمارٹ سی مہی اور سفید گوری چٹ لڑکی تھی اسے  
دیکھتے ہی اسے اس سے لڑ ہو گیا وہ ہر روز اسے دیکھتا رہا  
بھی اسے دیکھتی تھی وہ ابھی اس کے نام سے انجان تھا  
پھر ایک دن صائم اس کے پاس گیا اور اس سے  
بات کی اس نے اپنا نام بیدار بتایا اس کی طرح اس کا  
نام بھی بہت ہی نایاب تھا وہ ابھی ابھی میڈیکل میں  
ایڈمیشن ہوئی تھی۔ دونوں میں او ہو جاتا ہے صائم بہت  
ہی اچھے گھرانے سے گھرانہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس  
کی والدہ نے اس کی پرورش اس انداز سے کی تھی کہ وہ  
کسی بھی لڑکی کی عزت کے ساتھ نہیں کھیلے گا خیر صائم  
کے پانچ سال پورے ہو گئے تھے بیدار بہت ہی  
پریشان تھی اور رو رہی تھی صائم نے بیدار کو چپ کر دیا  
اور کہا میں تم سے ہی شادی کروں گا تم پریشان نہ ہو  
میں تم سے راجد کھوں گا تم دل لگا کر اپنی پڑھائی مکمل  
کرنا اچھا اب مجھے نہیں کر دو کھاؤ تو وہ اس کی باتیں سن  
کر نہیں دیتی ہے۔

صائم گھر چلا جاتا ہے اور گھر والوں سے ملتا ہے  
لیکن کھویا کھویا سا رہتا ہے ہر وقت وہ بیدار کے  
خیالوں میں گمن رہتا ہے اسے پرانی باتیں یاد آتی ہیں  
صائم کے کمرے میں کھڑکی ہوئی ہے جو باہر کو کھلتی ہے  
ایک رات صائم سویا ہوتا ہے کہ اسے کسی کے رونے  
کی آواز سنائی دیتی ہے وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ

لیکن اس نے منع کر دیا۔ صائم بہت بے صبر ہو رہا تھا اس سے تھے کے لیے وہ سامنے بیٹھ کر اس کی آواز سننا چاہتا تھا کہ اس کی آواز کیسی ہے پر اس لڑکی نے منع کر دیا وہ چلی گئی اگلی صبح پھر صائم کو بخار ہو گیا۔ بخار ایسا تھا کہ اترنے کا نام ہی نہ لے رہا تھا نینب بڑی پریشان تھی کہ آخر یہاں آ کے صائم کو کیا ہو گیا ہے وہ سوچتی رہی پھر وہ صائم سے بولی۔

بیٹا پلڑہم کسی بابا کے پاس ملتے ہیں دم کروا کر لاتے ہیں اور تعویذ بھی لاتے ہیں لیکن صائم نہ مانا اور پھر میڈیسن لے کر سو گیا۔ آہستہ آہستہ رات ہونے لگی باہر بہت دھل باری ہو رہی تھی ہوا بہت تیز تھی صائم اچھا کمرہ بند کر کے کھڑکی کے پاس چلا گیا اس رات صائم کے ساتھ بھیت برا ہونے والا تھا صائم سو گیا رات کا ایک بج رہا تھا صائم کی آنکھ کھلی اور فوراً اٹھ کر اس نے کھڑکی کھولی حویلی میں شیشیل صائم کا انتظار کر رہی تھی صائم اس کے پیار میں پاگل ہو گیا تھا اور دل نہ بدلتا کمزور ہو رہا تھا صائم نے ضد کی کہ میں آ رہا ہوں صائم سے ملنے اس حویلی میں۔ اس حویلی کے بارے میں جو اس کو علم تھا وہ سب کچھ بھول گیا تھا اور باہر نکل گیا۔ اس کا رخ حویلی کی طرف تھا۔ وہ حویلی کے اندر داخل ہو گیا حویلی بہت ہی پرانی تھی صائم اندر گیا حویلی اندر سے بہت ہی عجیب و غریب تھی اور اندر سے بہت سارے بھوت اور بھوتیاں جو بہت بد صورت شکل کے تھے خون پی رہے تھے اور انسانوں کا گوشت کھا رہے تھے جیسے ہی انہوں نے صائم کو دیکھا صائم بہت گھبرایا ہوا تھا وہ سب کے سب اس کے ارد گرد دائرہ بنا کر اس کے پاس آنے لگے جیسے جیسے وہ اس کے پاس آ رہے تھے صائم کی گھبراہٹ بڑھتی چارہ ہی تھی وہ لوگ صائم کو پکڑنے ہی والے تھے کہ شیشیل آگئی اس نے سب کو منع کیا اور صائم کو لے کر دوسری منزل پر چلی گئی اس نے صائم کو پانی پلایا اور ہوش میں لا کر کھڑا کیا اس نے صائم سے اس کا

جاتا ہے اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھا تو اسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ اس نے سوچا کہ اس کا وہم ہے کچھ دیر بعد اوجی آواز میں بیٹنے کی آواز آئی صائم پھر اٹھا اور دیکھا پھر وہ کھڑکی میں کھڑا رہا۔ اس کی نظر سامنے حویلی میں پڑی وہاں ایک خوبصورت لڑکی بلیک کالر میں فرائیڈ پینے کھڑی تھی لمبے بال تھے اور سانولہ کھڑکی کا اس میں بڑی کشش تھی جس نے صائم کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ صائم اس لڑکی کو دیکھتا ہی رہ گیا اتنی سردی تھی لیکن وہ لڑکی بغیر جرسی کے اور شال کے کھڑی تھی ساری حویلی روشن تھی ہر طرف سے سڑی حویلی کو ڈھانپا ہوا تھا کمرہ دھنکی کی وجہ سے بڑی بڑی ہوئی بہت ہی دلکش لگ رہی تھی وہ لڑکی بھی اس کی جانب دیکھ رہی تھی کافی دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر وہ لڑکی اندر چلی گئی اور صائم بھی بیڈروم میں آ گیا اور لیٹ گیا اور اس کے خوابوں میں کھو گیا۔ اس نے ایک چل کے لیے بھی بیدار کے بارے میں نہ سوچا تھا اور نہ ہی اس کو دیا ہوا وعدہ جو اس نے اس کے ساتھ کیا تھا اس کے بارے میں سوچا تھا وہ لڑکی ایک چڑیل تھی جس کا نام شیشیل تھا مگر صائم اس کے ہم سے انجان تھا وہ سوچتا سوچتا سو گیا جب وہ صبح اٹھا تو سردی میں کھڑے رہنے کی وجہ سے اسے بخار ہو گیا تھا کیونکہ اس نے سردی میں شیشیل چڑیل کو دیکھا تھا صائم کی امی اس سے کمرے میں آئی دیکھا کہ صائم بیمار پڑا ہے فوراً اکڑ کو بلایا اس نے چیک کیا اور میڈیسن دی صائم کھانا کھا کر میڈیسن لے کر پھر سو گیا جب دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو رات کے بارے میں تھے صائم فوراً اٹھا اور اٹھ کر کھڑکی کھول کر حویلی کی جانب دیکھنے لگا کچھ ہی دیر میں وہ حسینہ سامنے سے آ کر کھڑی ہوئی۔ اور صائم کی جانب دیکھتے لگی اس لڑکی میں کوئی جادو تھا جو اس نے صائم پر چلانا شروع کر دیا تھا کہ وہ سب کچھ بھول گیا بس اسے دیکھتے ہی رہ گیا۔ صائم اسے ملنے کا اشارہ کیا



نام پوچھا تو صائم نے اپنا نام بتایا  
صائم۔ اور پھر اس نے اس لڑکی سے نام پوچھا  
اور آپ کا نام۔  
اس نے بھی اپنا نام بتا دیا۔ کہ میرا نام شیتل  
ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو کچھ دیر دیکھتے رہے اور  
پھر کچھ دیر دوبارہ باتیں کرتے رہے صائم نے پوچھا۔  
یہ کون لوگ ہیں۔

بریلی کھاتے ہیں شاید یہ کھانا آج صائم کے لیے  
آخری تھا جو وہ کھا چکا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں  
آ جاتا ہے اور ناول اٹھا کر پڑھنے لگ جاتا ہے کچھ  
اس کے کمرے کی لائٹ بند ہو جاتی ہے وہ پریشان  
ہو جاتا ہے کہ یہ لائٹ کیسے چلی گئی۔ پہلے تو کبھی لائٹ  
نہیں گئی تھی۔ وہ بھاگ کر باہر آتا ہے تو باہر سب کی  
لائٹ ہوئی ہے وہ اپنی امی کے پاس چلا جاتا ہے  
اور ان سے کہتا ہے۔

امی کیا لائٹ گئی تھی۔  
نہیں بیٹا ماں مختصر جواب دیتی ہے۔  
لیکن میرے کمرے کی کیوں گئی ہے۔ وہ  
پریشان میں سوچتا ہے اور پھر اپنے کمرے کی طرف  
چل پڑتا ہے دیکھتا ہے کہ اس کے کمرے کی لائٹ جل  
رہی ہوئی ہے وہ کچھ دیر حیران ہوتا ہے پھر ناول  
پڑھنے لگ جاتا ہے۔ ناول پڑھتے پڑھتے اس کو نیند  
آ جاتی ہے اور وہ سو جاتا ہے۔

نجانے رات کا کون سا پہر تھا کہ اس کو اپنے  
میں کمرے میں کسی کے چلانے کی آواز میں سنا دی گئی  
ہیں جو کہ بہت ہی عجیب ہوئی ہیں ہوں توں جاں لہی  
عجیب آوازیں کہ وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ بہت ہی  
ڈرا ہوا ہوتا ہے۔ اسے اتنا پسند آتا ہے کہ وہ مارا گیا  
ہو جاتا ہے خیر وہ آیت الکرسی پڑھتا ہے اور پھر سے  
سو جاتا ہے۔ جب وہ صبح اٹھتا ہے تو ناشتے کے لیے  
جاتا ہے تو اس کا انڈا اور بریڈ دونوں پلیٹ سے  
اڑ رہے ہوتے ہیں جب وہ کچھ سے کھانے لگتا ہے  
تب ہی وہ اڑ جاتے ہیں باقی سب آرام سے کھانا  
کھاتے ہیں اس کو ڈر سا لگنے لگتا ہے کیونکہ آج سے  
پہلے بھی ایسا نہیں ہوا تھا اس نے کسی کو بھی کچھ نہ  
بتایا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ شیتل چیلر  
کو مسلسل ٹیپ کرنے لگی تھی گھر کے کھانے سے بدبو  
آنے لگتی تھی کبھی کبھار ہونے لگتا تھا اور کبھی کچھ صائم  
بیمار رہنے لگا۔ اتنا کہ اس سے اٹھا بھی نہیں جا رہا تھا۔

شیتل بولی۔ یہ میرے گھر والے ہیں۔  
سننے ہی وہ گھبرا سا گیا اور تیزی سے حویلی  
سے نکل کر اپنے گھر آ گیا۔ لیکن وہ پوری طرح شیتل  
کے حال میں متوجہ نہ تھا۔ اس نے پوری طرح اس کو  
اس پر اپنا حیا اور چلا دیا تھا۔ وہ گھر آ کر کچھ دیر آرام پھر  
سو گیا۔ اور اگلی صبح اٹھا۔ تو میرب اس کے لیے ناشتہ  
لے کر آ گئی۔ اور صائم سے پوچھا۔

بھائی آپ جب سے آئے ہیں میرے ساتھ  
کوئی بھی بات نہیں کرتے بس جب سے آئے  
ہیں بیمار ہی رہتے ہیں چلیں آج باہر چلتے ہیں دیکھیں  
کتنا اچھا موسم ہے برف باری ہو رہی ہے۔ ہم جیسے  
بچپن میں کھیلا کرتے تھے ویسے ہی آج کھیلتے ہیں۔  
میرب کی بات سنا کر اس کو بچپن کے دن یاد آ جاتے ہیں  
لیکن وہ پھر چپ ہو جاتا ہے۔  
بھائی آپ کو کینہ دینا ہے یوں تم کیوں رہتے  
ہیں۔ وہ پھر سے بولی۔

کچھ نہیں۔ جلواؤ باہر چلتے ہیں۔  
ہاں چلو۔ میرب خوش ہو کر بولی اور پھر دونوں  
میں بھائی باہر نکل جاتے ہیں خوب ہلکے کرتے  
ہیں اپنے بچپن کی یادیں تازہ کرتے ہیں لیکن وہ  
واپس آتے ہیں تو صائم دیکھتا ہے کہ وہ حویلی جو رات  
کو اتنی پرکشش نظر آتی ہے وہ اس وقت مٹی کھنڈر  
اور عجیب لگ رہی تھی خیر وہ دونوں گھر آ کر کمرے میں  
بیٹھ کر کے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھانا کھاتے ہیں آج  
امی نے بریلی بنائی ہوئی ہے وہ خوب مزے سے

پانچ دن گزر گئے تھے کہ نہ تو اسے کچھ کھایا تھا اور نہ ہی پچا تھا اس کے علاوہ نہ ہی اس نے شیتل کو دیکھا تھا صائم بہت پریشان تھا۔ کیونکہ اس میں اب اتنی بھی محبت نہیں رہی تھی کہ وہ اٹھ کر کھڑکی تک ہی جاسکے۔ پانچویں رات کو شیتل خود صائم کے کمرے میں آگئی اور اس نے دیکھا کہ صائم بہت ہی بیمار ہے وہ بھانگی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس کے ہیڈ پر بیٹھ گئی۔ اور اسے دیکھنے لگی۔

یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے صائم۔

میرا یہ حال تمہارے گھر والوں نے کیا دوسرے کچھ بتا دیتا ہے مجھے بھالو شیتل۔ درنہ میں مر جاؤں گا شیتل اٹھ کر اس کو پانی پلاتی ہے اور اس کی فریج سے کھانا اور فروٹ لا کر اس کو کھلاتی ہے۔ اور بولی۔

صائم اگر میرے گھر والوں نے یہ سب کیا ہے تو میں اپنے گھر والوں کو مار ڈالوں گی کیونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی ہوں صائم آئی لو بھالو۔

شیتل کی باتیں سن کر صائم کی جان میں جان آتی ہے اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی ہے وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور پھر وہ اس کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تم میرے ساتھ ہو مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا۔

ہاں صائم میں تم کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی جو جو تمہارا دشمن ہوگا وہ میرا دشمن ہوگا۔ اس کی بات سن کر صائم ایک پرسکون سانس لیتا ہے۔

اچھا تم اب آرام کرو میں چلتی ہوں پھر آؤں گی اتنا کہہ کر وہ چلی جاتی ہے اس کے جانے کے بعد میرب آجاتی ہے۔ اسے دیکھ کر کہتی ہے۔

شکر ہے بھائی آج تو تم بہت بہتر دکھائی دے رہے ہو۔

ہاں میرب۔ لیکن میں نے تم سے ایک بات کہنی ہے۔

ہاں ہاں کہو بھائی۔

میرب وہ وہ دراصل بات یہ ہے کہ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ مجھک جاتا ہے۔

ہاں ہاں بولو بھائی۔ وہ اسے حوصلہ دیتی ہے۔

میرب وہ جو ہمارے سامنے والی حویلی ہے یہاں ایک لڑکی ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔

کیا کیا۔ میرب کو جیسے ایک جھٹکا لگتا ہے۔

کیوں کیا ہوا وہ حیرانگی سے اسے دیکھتا ہے۔

وہاں تو کوئی بھی نہیں رہتا ہے وہاں تو چڑیا نہیں رہتی ہیں۔

ہاں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی بھی ایک چڑیل ہے اور میں اس کی محبت کے جال میں بری طرح پھنس چکا ہوں۔ پچھلے دن مجھے کیا ہو گیا ہے اس کے چنگل سے باہر نہیں پار ہوں۔ لیکن تم نے کسی کو بتانا نہیں ہے نہ بھالو نہ پاپا کو۔ لیکن بھائی۔

میں نے کہا نہ کہ کسی کو بھی نہیں بتاتا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ میرب نے کہا اور پریشان ہو کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور جا کر روئے گی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ چڑیل اس کے بھائی کو مار ڈالے گی۔ وہ انسانی خون کی پیاسی ہے وہ بھائی کا تمام خون پی جائیگی۔

اور شیتل بہت ہی مضطرب ہو جاتی ہے وہ صائم سے بہت ہی محبت کرنے لگتی ہے اور اس کی خاطر وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتی ہے وہ اپنے دوستوں کی طاقتوں کو بلاتی ہے اور ان کو طاقتوں کو ملا کر اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو مار ڈالتی ہے۔ اب اس کا مشن پورا ہو جاتا ہے۔ وہ پرسکون ہو جاتی ہے اور پھر صائم کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے۔

صائم آؤ میرے ساتھ۔

کہاں۔



آؤ تو سب بتاتی ہوں وہ صائم کو کہتی ہے  
اور پھر اس کو لے کر وہ حویلی آجاتی ہے جہاں جگہ جگہ  
اس کی ٹھیک کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ صائم اگلی لاشیں  
دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔

یہ سب کیا ہے۔

انگوٹھیں نے مار ڈالا ہے میں نے تم سے کہا تھا  
ناں کہ جو تمہارا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے سو ان  
لوگوں نے تم کو تنگ کیا اور میں نے ان کو مار دیا ہے  
اور میں تم کو بتاؤں کہ ہماری یہ ٹھیک مافی عالم کیوں ہے  
شرجیل نے اس کی طرف دیکھا۔

ہاں ہاں بتاؤ۔ وہ بے چینی سے بولا۔

ایک دن بہت ہی خوفناک واقعہ پیش آیا تھا  
اور یہ سب میری بڑی بہن حنرا کی وجہ سے وجہ سے  
ہوا تھا آج سے چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ  
یہاں پر ایک کانچ کا ٹرپ آیا تھا اس میں بہت ہی  
خوبصورت لڑکے تھے میں اس وقت سات سال کی تھی  
اور میری بہن پندرہ سال کی تھی اس ٹرپ میں ایک  
لڑکا تھا جو کہ بہت ہی حسین تھا اس کی کمر بین آنکھیں  
تھیں سفید رنگ اور پنک ہونٹ تھے اس نے ہونٹ  
کوٹ پہنا ہوا تھا بڑا ہی خوبصورت لگ رہا تھا اس کا  
نام شرجیل تھا حنرا نے ریڈ کلر کا فرائگ پہنا ہوا تھا  
اور ہم لوگ باہر کھیل رہے تھے کافی ٹھنڈا موسم تھا جلی  
جلی ہوا چل رہی تھی ریڈ کلر کے ہی حنرا نے شوز پہنے  
ہوئے تھے سر پر ریڈ کلر کی ٹوپی لی ہوئی اور ہلکے کلر کا  
کوٹ جس میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی وہ لڑکا  
شرجیل حنرا کی طرف دیکھ رہا تھا وہ حنرا کو پسند کرنے  
لگا تھا میں بہت ہی چھوٹی تھی وہ حنرا کے پاس  
بیٹھا رہتا تھا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیٹھا اس  
کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنا روز روز  
ایسا ہی ہو رہا تھا میں نے اس نے گھر پر کسی کو کچھ نہیں  
بتایا کہ آؤ میں کیا ہوا۔

ایک رات حنرا نے مجھے جگایا اور کہنے لگی۔

چلو میرے ساتھ باہر میں اٹھ کر اس کے ساتھ  
باہر آگئی باہر ان لڑکوں کے ٹینٹ لگے ہوئے تھے اور  
آگ جل رہی تھی میں اور حنرا ان ٹینٹوں کے پاس  
گئے وہاں شرجیل حنرا کی طرف دیکھنے لگا اور حنرا کی  
تعریفیں کرنے لگا حنرا بھی اس سے پیار کرنے لگی تھی  
اس رات ان دونوں نے ڈانس بھی کیا تھا اور ایک  
دوسرے سے اپنے اپنے پیار کا اظہار بھی کیا تھا اب  
ان کے جانے کا وقت آگیا تھا شرجیل جانے کو تیار نہ  
تھا وہ تو حنرا کے عشق میں پاگل ہو گیا تھا سراسر ٹرپ  
واپس اپنے گھروں کو روانہ ہو گیا مگر شرجیل نہ گیا  
شرجیل نے حویلی کے باہر اپنا ٹینٹ لگا لیا اور انتظار  
کرنے لگا کہ کب حنرا باہر آئے گی شاید اس میں کوئی  
جادو تھا جو شرجیل کو اپنا جانب کھینچ رہی تھی

اب جب سارے لڑکے اپنے گھروں کو گئے  
تو شرجیل کے گھر والوں نے شرجیل کو نہ پایا تو پوچھا  
کہ شرجیل کہاں ہے کچھ دنوں بعد شرجیل کی ٹھیک میں  
سے اس کے بھائی امیاب کچھ ٹینٹوں کو لے کر آئے  
وہ کافی جو ٹھیک ٹھیک انہوں نے آتے ہی حویلی پر  
حملہ کر دیا اور اندر آ کر ایک ایک کو جان سے مار ڈالا  
چھری اور سولوں سے انہوں نے ایک ایک کو مار ڈالا  
پہلے میرے بابا کو جو ایک نہایت ہی شریف انسان  
تھے انکا ایک چھوٹا سا چائے کا بول تھا دو بھائی تھے وہ  
بھی ابو کے ساتھ کام کر داتے تھے میں اور حنرا گھر پر  
اسی کے ساتھ رہتی تھی ہمارا گھر بہت ہی اچھا تھا پھر  
میرے بھائیوں کو مارا اس کے بعد حنرا کو بے ہوشی  
سے مارا اور میں چھوٹی تھی مجھے بھی مار ڈالا اور وہ لوگ  
شرجیل کو لے کر چلے گئے ہماری لاشیں پڑی اس کے  
بعد جو بھی یہاں ٹرپ پر آتا ہم لوگ اسے مار دیتے  
اور اس کا خون لی جاتے اور گوشت کھا جاتے۔ ہماری  
روحیں جندی بن گئی تھیں اور یہ زیادہ تر فطرت لوگوں  
سے حنرا کو بھی خاص طور پر لڑکوں سے تمہیں بھی حنرا  
نے ہی تنگ کیا تھا۔

اب شیتل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے اور صائم بھی رو رہا تھا مگر اب وقت آ گیا تھا کہ شیتل صائم کو مرنے کے اب میرے ساتھ چلو صائم پہلے تو سب لاشوں کو مٹی میں دفن کرتا ہے خوب اچھی طرح یہ کام صائم نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے شیتل کا سپہراسلے کر اس کی فیملی کو دو بار مارا اور دفن کیا تاکہ وہ لوگ بھی کسی کو تنگ نہ کریں اس کام سے فارغ ہو کر شیتل بولی۔

میں نے تمہاری وجہ سے اپنی فیملی کو مار ڈالا ہے اب تم میرے ساتھ چلو۔

صائم کو اس کے ساتھ جانا ہی تھا اگر وہ نہ جاتا تو شاید شیتل اس کی فیملی کو بھی مار ڈالتی اس ڈر سے وہ شیتل کے ساتھ اس کی دنیا میں جانے کو تیار ہو گیا بغیر گھر والوں کو آگاہ کئے وہ شیتل کے ساتھ جانے کو تیار ہو گیا صرف میرب کو اس کے بارے میں علم تھا وہ بھی بہت پریشان تھی لیکن ڈر کے مارے کسی کو بتا رہی تھی ماں باا د دونوں رو رہے تھے کہ ہمارا بیٹا کہاں چلا گیا ہے نہیں کس کی نظر اس کو تنگ لگتی ہے۔

شیتل نے صائم سے کہا۔ صائم میرے ساتھ جانے کے لیے تم کو مرنا ہوگا اپنے جسم کو یہاں ہی چھوڑنا ہوگا اور روح کو میرے ساتھ جانا ہوگا تمہارا کیا خیال ہے وہ اس کے سحر میں ڈوبا ہوا تھا بولا۔

جیسے تم چاہتی ہو ویسا ہی ہوگا اگر مر کر مجھے تمہارے ساتھ جانا ہے تو میں مرنے کو تیار ہوں اور پھر شیتل نے اس کی جان لے لی وہ کچھ دیر کے لیے تڑپا اس کے بعد اس کی روح جسم سے نکل کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی وہ اس کی روح کو لے کر پرستان چلی گئی۔ وہ بہت خوش تھی لیکن صائم گہر کی یادوں میں کھویا رہتا تھا وہاں صائم کو بہت بھوک لگتی ہے وہ شیتل سے کہتا ہے کہ مجھے بہت بھوک لگتی ہے مجھے کچھ کھانے کو دو وہ وہاں اپنی نوکرانیوں سے کہتی ہے کہ کھانا لایا

جائے وہ جس جگہ پرانے تھے وہ دنیا سے بہت الگ تھا نہ کوئی روٹی تھی اور نہ ہی کچھ اور مرد اور عورتیں تو اس کو کہیں بھی رکھائی نہیں دے رہے تھے۔ صائم جس کمرے میں بیٹھا ہوا تھا وہ بہت ہی بڑا تھا اس میں گول بیڈ تھا جس کو گلاب کے سرخ اور سفید پھولوں سے سجایا گیا تھا شیتل خود بھی بڑی ہی سنوری بیٹھی تھی اور کمرے میں ایک خوبصورت تلاب بھی تھا جس میں گلاب کے پھولوں کی چٹائیاں بھی موجود تھیں تھوڑی دیر بعد کمرے میں تیار کیا ہوا کھانا آیا جس کو دیکھ کر ہی المی آتی تھی اس میں ایک پیالہ خون کا تھا اور ایک ڈونٹا تھا بیڈ پر لور گوشت سے تیار تھا مگر صائم نے ایسا کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور صائم بیڈ پر لیٹ گیا شیتل بھی اس کے پاس نکلی بیٹھ گئی۔ صائم کو کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور شیتل پیار بھری نظروں سے صائم کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن صائم کا اس پر کوئی بھی دھیان نہ تھا۔

میرب اور صائم کے ماں باپ بہت ہی پریشان تھے لیکن میرب نے گھر والوں کو کچھ نہیں بتایا تھا اور بے جا روئے جا رہی تھی کہ اچانک باہر کی بل لگتی عبد القادر صاحب باہر گئے انہوں نے سمجھا کہ شاید صائم کی کوئی خبر آئی ہو لیکن جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ باہر ایک خوبصورت لڑکی کھڑی تھی جس نے بہت ہی خوبصورت لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے ایک نظر باہر نکلنے والے شخص کو دیکھا اور کہا۔

کیا صائم کا گھر یہی ہے۔  
جی ہاں یہی صائم کا گھر ہے۔ لیکن آپ کون ہیں۔ (انہوں نے پوچھا۔)

میں صائم کے کالج کی دوست ہوں میرا نام بیدار ہے اور صائم سے ملنے آئی ہوں انہوں نے اس کو اندر آنے کو کہا بیدار اندر چلی گئی اور اندر جا کر سب کو سلام کیا اور بیٹھ گئی میرب اور زینب کہہ دیتے ہوئے



دیکھ کر انہیں نے پوچھا۔

آپ لوگ کیوں رو رہی ہیں۔ اور صائم کہاں ہے۔

اس کا کچھ بھی پتہ نہیں چل رہا ہے کہ وہ کہاں ہے پندرہ دن ہو گئے ہیں اس کو ملے ہوئے لیکن آج تک واپس نہیں آیا ہے۔ ان کی باتیں سن کر بیدار بھی پریشان ہو گئی اور میرب بولی۔

اب بھائی کبھی بھی واپس نہیں آئیں گے۔ لیکن کیوں میرب کی بات سن کر سب ہی چونک گئے۔ تمہیں کیسے پتہ ہے کہ وہ واپس نہیں آئے گا۔

مجھے سب پتہ ہے۔ میرب نے روتے ہوئے کہا۔ تو سب ہی حیران رہ گئے۔

کیا پتہ ہے تم کو بتاؤ جلدی۔

اس کو ایک چڑیل اپنے ساتھ لے گئی ہے۔ وہ بھائی کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔ بھائی نے مجھے سب کچھ بتایا تھا کہ وہ سامنے والی حویلی میں رہتی ہے اور وہ مجھے اپنے ساتھ اپنی دنیا میں لے جائے گی۔ اس کے چچے بھائی کا کیا مقصد تھا مجھے اس کا معلوم نہیں ہے۔ بیدار فوراً میرب سے بولی۔

مجھے جلدی سے اس حویلی میں لے چلو۔ لیکن میرب کے امی ابو نے اس کو منع کر دیا اور کہا۔

نہیں بیٹا میں تم لوگوں کو وہاں نہیں جانے دوں گا۔ صائم کو ڈھونڈنے کے لیے ایسا کرنا پڑے گا بیدار نے کہا اس کی باتیں سن کر سب ہی اس کے جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور پھر وہ سب ہی حویلی میں جا پہنچے وہ حویلی بہت اجڑی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ کڑیوں کے جالے لگے ہوئے تھے۔ سب لوگ مزید اندر جاتے ہیں اور سارے کمروں میں صائم کو ڈھونڈتے ہیں۔ لیکن صائم کہیں نہیں ملتا۔ اور وہ لوگ گھر آ جاتے ہیں اسی دوران بیدار امی ابو سے بات کر رہی ہے۔

آئی۔ اٹھل آپ کو کسی بابا کے بارے میں پتہ

ہے تو نہیب جلدی سے بولی۔

ہاں بیٹا ہمارے قریب ہی رہتے ہیں جو بہت پختہ ہوئے ہیں اور دنوں چڑیلوں کا بھی علم رکھتے ہیں بیدار جلدی سے بولی۔

بس پھر ہم سب کو ان کے پاس جانا چاہیے۔ وہ لوگ جرسیاں اور شمال اوڑھ کر بابا کی طرف چل پڑتے ہیں اور ایک گھنٹہ بعد ان کے ڈیرے پر جا پہنچتے ہیں۔ اور فقیر بابا کے گھر میں جہاں بابا اور اس کے کچھ مرید وغیرہ بیٹھے ہوتے ہیں وہ چاروں بھی بابا کے پاس جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے مسئلے بابا جی کو بتاتے ہیں۔ وہ بابا صائم کا حساب لگاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ آپ کا بیٹا بری مشکل میں ہے۔ اس کی روح جنات کی دنیا میں ہے جبکہ اس کا جسم اس چڑیل کی پناہ گاہ میں ہے۔ سب سے پہلے صائم کا جسم ڈھونڈو پھر میرے پاس آنا۔ لیکن اس دوران بیدار بولی۔

بابا جی آپ ہمارے ساتھ نہیں۔ ہمیں آپ کی سخت ضرورت ہے آپ ہی صائم کو واپس لاسکتے ہیں بابا جی ان کی مشکل کو دیکھتے ہوئے ان کے ساتھ جانے کو تیار ہو جاتا ہے اور سب ہی مل کر حویلی میں جاتے ہیں اور پھر حویلی میں صائم کی لاش کی تلاش شروع کر دیتے ہیں اسی دوران بیدار نیچے والے تہ خانہ میں جاتی ہے جہاں پر صائم کی باڈی اور دوسرے کافی سارے ڈھانچے دیکھنے کو ملتے ہیں کمرہ چالوں سے بھرا ہوتا ہے باقی ساری طرف ڈھانچے کھڑے تھے بیدار سب کو ہلاتی ہے اور کہتی ہے کہ صائم کی باڈی مل گئی ہے۔ سب لوگ وہاں اس کے پاس آ جاتے ہیں اور صائم کی باڈی کو اٹھا کر باہر لے جاتے ہیں۔ بابا جی نے کہا اس کو واپس لانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔

وہ کیا بابا جی۔ بیدار نے جلدی سے کہا۔

کسی کو وہاں جانا ہوگا۔ اور صائم کی روح کا انا

جانب بڑھا لیکن شیتل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔  
اور بیدار کی جانب بڑھی اور کہنے لگی۔

صائم صرف میرا ہے اگر تم اچھا چاہتی ہو تو تم  
یہاں سے چلی جاؤ۔ لیکن اس نے اس کی بات کا کوئی  
بھی جواب نہ دیا اور صائم کی طرف بڑھی اسی وقت  
شیتل نے بیدار کی گردن کو پکڑا بیدار کی گردن کو بہت  
دور سے جھٹکا لگا اور اسی وقت ہی بیدار نے کچھ پڑھنا  
شروع کر دیا جس سے شیتل کے ہاتھ خود بخود بیدار  
سے دور ہو گئے وہ کہہ رہی تھی کہ اسے پڑھنا بند کر دو  
لیکن بیدار نے مسلسل پڑھائی جاری رکھی۔ اسی وقت  
شیتل کی آواز ڈراؤنی ہونے لگی اس کا چہرہ بڑا ہی  
خوفناک ہو گیا۔ لمبے سے دانت اس کے گندے سے  
بالکل اس کے منہ سے باہر آ رہے تھے وہ چیختی چلائی  
میں اسی وقت صائم نے بیدار کو گلے سے لگا لیا۔  
اور رونے لگا۔ کہ مجھے معاف کر دو پلیز مجھے معاف  
کر دو بیدار نے کہا۔

ابھی ہمارے پاس وقت نہیں ہے ہمیں شیتل کو  
بھی یہاں سے لے جانا ہے وہ دونوں شیتل کو اٹھا کر  
اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اپنی اپنی پاؤں میں  
داخل ہو جاتے ہیں۔ شیتل بھی وہی پڑی ہوتی ہے  
باباجی اور باقی گھر والے بڑے خوش ہوتے ہیں  
اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کچھ دیر بعد صائم اور بیدار  
کو ہوش آ جاتا ہے اور شیتل کو دفن دیا جاتا ہے باباجی  
اپنے گھر کی طرف چلے جاتے ہیں جبکہ وہ اپنے گھر  
چلے جاتے ہیں وہاں بعد صائم اور بیدار کی شادی  
ہو جاتی ہے۔ صائم اور بیدار سے وعدہ کرتا ہے کہ میں  
ہر دھڑکے میں تمہارا ساتھ دوں گا اور ان بری چیزوں  
سے ہمیشہ دور رہوں گا کچھ دنوں کے بعد صائم اپنی  
کھڑکی کھولتا ہے اسے وہاں سے حویلی میں شیتل کا  
وہی عکس دکھائی دیتا ہے لیکن وہ اس کی آنکھوں کا  
دھوکہ دیتا ہے۔

ہوگا۔ باباجی نے کہا۔

ٹھیک ہے میں جاؤں گی بیدار نے کہا۔

نہیں میں جاؤں گا عید اللہ کے لئے کہا۔

تم دونوں ہی نہیں جاؤ گے میں جاؤں گی اس کی  
ماں نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

باباجی نے ان کی باتیں سن کر کہا کوئی بھی  
نہیں جائے گا صرف بیدار ہی جائے گی۔ اس میں وہ  
کشتی ہے کہ یہ صائم کو واپس لاسکتی ہے۔

باباجی مجھے اس کو لانے میں کیا کچھ کرنا ہوگا۔

اس کے لیے تمہیں بھی مرنے ہوگا۔ اور تمہاری

روح ہی وہاں جائے گی تمہاری پاؤں یہاں ہی رہے

گی۔ اس کی حفاظت ہم لوگ کریں گے بس تمہیں وہ

دو کرنا ہوگا جو جو میں تمہیں کہوں۔ وہاں پر جا کر ایک

گہرا اور گھٹا درخت نظر آئے گا وہ تمہاری مدد کرے گا

صائم تک پہنچانے کی اور تمہیں اور بات بتاؤں کہ

وہاں کی ایک بدروح ہے جسے تمہیں مارنا ہوگا۔ اور اسے

بھی ادھر لانا ہوگا۔ یہ تمہارا مشن ہے۔ اسے بہت

سمجھداری سے سب کچھ سمجھا دیا۔

اب وقت آ گیا تھا کہ بیدار کو جانا تھا اپنے پیارے

واپس لانا تھا باباجی نے کچھ پڑھنے کے بعد اس پر

پھونک مار دی۔ اور اس کا جسم بھی بے جان ہو گیا۔

باباجی نے دونوں کی پاؤں ایک طرف رکھ دیں اور

بیدار کی روح جسم سے نکل کر پرستان جا پہنچی۔ وہ جیسے

ہی وہاں پہنچی اسے وہاں پہنچ کر ایک گہرا درخت دکھائی

دیا۔ جو کہ باباجی بتایا تھا یہ درخت صائم سے ملانے

میں مدد کریگا۔ بیدار اس درخت کی سمت میں چلی گئی۔

اسے وہاں کوئی بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ بیدار نے ایک دم

سے اسے ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا بیدار نے اپنے قدم

اس کمرے کی جانب بڑھا دیئے۔ اور اس کمرے میں

داخل ہو گئی۔ وہ کمرہ بڑا سا اور خوبصورت تھا جہاں

صائم بیٹھا ہوا تھا۔ اور شیتل بھی بیٹھی ہوئی تھی صائم

نے اس جانب دیکھا وہ بھاگتا ہوا بیدار کی طرف



# معصوم بیٹی

--- تحریر: عمرانہ سرور۔ گوجرانوالہ ---

ہم حشر کے کمرے میں تھے مگر یہ دیکھ کر مجھے حیرت نہ ہوئی کیونکہ میں جانتی تھی کہ حشر کے سر پر اپنی بندھی ہوئی ہوگی۔ میرے پوچھنے سے پہلے ہی تسنا بتانے لگی۔ جیسے ہی میں واش روم سے فارغ ہو کر باہر آئی تو دیکھا کہ حشر کا سارا کھنڈہ خون آلود ہوا ہے میرے چہنچہ پر لالہ بھائی روزے آئے حشر کو اٹھا کر اپنی باندھ کر دوبارہ لٹایا حشر کے ساتھ تمنا کے روتے پر میں نے اس کے کندھے پر چپکلی دیتے ہوئے دھانس بندھائی۔ کچھ نہیں ہوتا تمنا اللہ پر بھروسہ رکھو اس آج کا دن ہے اس کے بعد سکون ہی سکون ہوگا آج رات میں حشر کے ساتھ سوؤں گی کھانے کی طلب نہیں ہے بس صرف ایک دودھ کا گلاس چاہیے وہ بھی عشاء کی نماز کے بعد۔ اچھا مریم میں لاؤں گی آپ کا بستر علیحدہ بچھاؤں کہ آپ حشر کے ساتھ ہی بیڈ پر سو جائیں گی۔ تمنا نے پوچھا۔ میں تمنا میں حشر کے ساتھ ہی سوؤں گی تمنا پار سے عشاء کی نماز کے بعد حشر کو دودھ کا گلاس دے دیا اب جاؤ اور خالہ کو لالہ کو لپٹی دینا نہیں کہانے کے لیے کچھ دودھ تمنا میرے امر پر جلد ہی فارغ ہو کر چلی گئی میں کمرے میں اپنے قیمتی اثاثوں کو انخلاء کی عشاء کی نماز سے فراغت پاتے ہی تلاوت قرآن پاک کے بعد وظیفہ کر کے میں حشر کے پہلو میں لیٹ چکی تھی حشر ابھی بھی مدہوشی میں تھی۔ یا خدہ اس کی تفسیر معاف کر دے ماں کی لفظیوں کا ازالہ یہ بیماری بھگت رہی ہے کرم کر میرے موالا آج جو شر اس پر حاوی ہونے کو آئے اسے فوراً جکڑ کر زائل کر دے آمین میں کر وٹ لے کر لیٹ گئی تھی تمنا کی کمرے میں آئی اور کب دودھ کا گلاس حشر کو چاکر کر خیل برہ کر گئی تھی آج مجھے بہت غلو دی چھائی ہوئی تھی میں تب بڑبڑا کر اٹھی جب گلاس گول گول بہت زور سے گھوم رہا تھا میں ہوش و حواس کے دامن کو تھامتے ہوئے پھر لیٹ سے اٹھی اور گھومتے ہوئے گلاس کو پکڑ کر جلد ہی ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی گیارہ کی گیارہ بدھ تھیں آج حشر کو موت کے گھاٹ اتارنے آئی تھیں جب سے حشر کے گلے میں تنوید ڈالا گیا تھا اور بن ہوا پٹا مٹی سے لٹکا تھا بھی بدھ میں بھڑک اٹھی تھیں آج کا دن حشر کا آخری دن تھا اب وہ بدھ میں گلاس کے اندر مقید تھیں میں نے پڑھ کر جیسے ہی گلاس پر پھونکا تھا گلاس کو آگ لگ گئی گلاس کو جلد ہی کھڑکی میں رکھا جس میں سے عجیب و غریب مخلوقات کی آوازیں آرہی تھیں جیسے بہت سے کتے مل کر غرار ہے ہوں میں بھی بھی تھوڑی بہت یا اندازاً حشر پر کٹر کاٹیاں آجہدری تھی۔ صبح حشر خود بخود با وضو ہو کر میرے ساتھ ہی جائے نماز پر فجر کی نماز نیت باندھ کر کھڑی تھی میں خدا کے حضور شکرانے کا سجدہ کر رہی تھی صبح خالہ کو سب سے پہلے اٹھا کر حشر کے سارے لباسوں کو سپرد خاک کیا۔ اور یوں وہ صحت یاب ہوئی۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

آج دنیا سے اتنی مایوس ہو چکی تھی کہ مرنے کو  
میں دل چاہتا تھا مگر میری ماں کی آخری خواہش  
کی تکمیل کے لیے مجھے شہر گوجرانوالہ کا سفر کرنا پڑ رہا تھا  
اپنی مرضی نہ ہونے کے باوجود مجھے آخری وقتوں میں









بھائی مکرراتے ہوئے گیا۔

سریم باجی نہیں آئی تمہارے ساتھ خالہ نے مجھے اپنی باہوں کے حوالے میں جکڑتے ہوئے متاثر کن لہجے میں پوچھا۔

میں نے ہمت پائیدار سے امی کی ناساز اور حلت کی داستان بیان کی تو خالہ اور لالہ امی کے ایثار و جدائی سے غمی میں لاشک بار ہوئے سریم بہر حال جیسے اللہ تعالیٰ کی مرضی دکھ کے ان لکھات میں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں ہر طرح سے شامل ہیں اللہ تعالیٰ انہی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے لالین چلیں امی گھر چلیں چلو سریم اللہ تمہیں صبر جمیل عطا فرمائے تمہاری والدہ کی مرحومہ بڑی تکی نیک اور ہمدرد انسان تھی وہ اپنے پرانے ہر ایک کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی تھیں وہ بے حد شفقت اور رحمت خاتون تھیں آج بھی ان کی بنائی ہوئی کرسیاں آموز باتیں یاد ہیں جن پر میں نے اپنی جوانی پر بھی عمل نہیں کیا اللہ نے کار میں بیٹھتے ہوئے گھر کی ریلوئی میں ہونٹ کاٹتے ہوئے گاڑی سے باہر دیکھنے لگی گاڑی کی رفتار بہت ہی تیز تھی کچھ دیر بعد وہ ایک عمارت کے سامنے جا کر لالہ نے بارن بھاپا گیٹ کی ذیلی کھڑکی سے چوکیدار نے جھانکا اور گیٹ کھول دیا۔

چلو آؤ سریم خوش آمدید تمہیں تمہارے اپنے گھر میں خالہ نے میرے باہر آنے پر دیکھ کر کیا دونوں مجھے شاد و نیاز لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے اندر سب نے میرا استقبال کیا ماسوائے سحرش کے۔

خالہ میں نے بوتلی گنا گٹ پی کر ختم کرتے ہوئے متوجہ کیا خالہ چائی سحرش کہ مرے لگی میں ڈوبی دلی باز مجلس میں گونجی ملواؤں گی تمہیں ذرا آرام کر لو پھر مل لینا صبح کو کھانے کے بعد جلد ہی سب اپنے بستروں میں خواب فرکوش کی نیند سو رہے تھے صبح ایک نئے عزم کے ساتھ میں نے آغا ز فجر سے اللہ کو خراج تقدیر پیش کیا خالہ باہمیں تسبیح لیے میرے کمرے

کی رفتار کا مقابلہ فقیر بابا نہ کر سکا اور پیچھے ہی کہیں رہ گیا وہ تیزی سے ٹرین کی طرف لپکا مگر یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ باہر کسی ذی روح کا نام و نشان تک نہ تھا فقیر گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کہاں جاسکتا ہے میرے آس پاس سینوں پر موجود مسافر ایسے تھے کہ جیسے وہاں کچھ بھی واضح وقوع پذیر نہ ہو ہو میں حیران تھی کہ مایہ جو دیوینکل اور فقیر بابا کو زمین بھل گئی یا آسمان کھان گیا نہیں یہ میرا وہم نہیں ہے بلکہ درحقیقت سب کچھ ہوا تھا میں ٹرین میں اس عجیب و غریب محسوسات اور ایڈ ونچر کو ایکسپٹ کر رہی تھی اور نہیں بھی خیر یقین اور بے یقینی کو ایک طرف رکھ کر میں آلرٹ ہو گئی کیونکہ ایسا اکثر میرے ساتھ ہوتا رہتا تھا۔ کہ یقیناً گوجرانوالہ جیسے شہر میں بھی میرے لیے کوئی نہ کوئی ایسا سر پرانز تھا کیا تھا وہاں جا کر ہی پتہ چلتا تھا سو آنکھیں مومدھے میں اپنی سوچوں پر بند باندھ کر ریلیکس لیل کر رہی تھی اور کہیں تک میں کامیاب ہو چکی تھی ٹرین شہر گوجرانوالہ کے اسٹاپ پر رکی تو سب مسافروں کے ساتھ میں بھی گوجرانوالہ پر قدم رکھ چکی تھی طبیعت ناساز اور عجیب و غریب کی بنا پر پچھلے ہفتے ہی سے مہری امی نے اپنی دور پار کی خالہ زاد کو اطلاع کر دیا کہ میرے مرنے کے بعد میں اپنی بیٹی کو تمہاری آخری آغوش میں سپرد کر رہی ہوں اس لیے اس سائے کے بعد میں آج گوجرانوالہ میں بھی امی کی رحلت سے خالہ واقف تھی کیسے بتاؤں گی میں خالہ کو کہ امی اب اس دنیا میں نہیں ہے وہی سوچ میں گھری ہوئی میں لاشک بار تھی کہ انتہین پر مجھے لینے کے لیے خالہ لوار لالہ بھائی موجود تھے۔

کیسی ہو سریم لالہ بھائی نے بیک میرے ہاتھوں سے لیا اور کار کی ڈیگی میں دکھ دیا۔

ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں۔

میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔ میرے سوال پر لالہ



میں تشریف لائیں۔

انشائیہ گلی مریم۔

خالہ آپس میں لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف اور صرف پریشانی دکھ اور تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے جس سے انسان خود کو ہی جلا دیتا ہے۔۔۔ چھوڑیں خالہ اس قصہ کو آپ بتائیں محرش کہاں ہیں اور کبسی طبیعت سے اس کی۔

نبی تمہارے ساتھ والے کمرے میں ہی میں براجمان ہے ناشتہ کرو پھر چلتے ہیں اس کی خبر گیری کے لیے خالہ نے اپنی ہلکوں سے آنسو کی لڑیوں کو صاف کیا اور انھہ گئیں میں بھی خالہ کے جانے کے بعد قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئیں دنیا سے بے خبر اللہ کے حضور گزرا کر راز و نیاز سے محبت اور پیار کا اظہار کرنے لگی اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند درجہ اس کا ہے جو حقوق خدا سے نیک کا رویہ اختیار کرتا ہے چنانچہ میں بھی اسی رویے کو اختیار کر کے خدا کے نیک بندوں کی منزل کا یقین کر رہی تھی۔

ہاں خالہ۔۔۔ صبح خیزی کی عادت سے مجبور ہوں۔ بالکل اپنی ماں پر گئی ہو اللہ تمہیں اپنی حفاظت و ایمان میں رکھے خالہ نے میری پریشانی پر محبت بھرا بوسہ دیتے ہوئے مدح بیان کیا۔

خالہ کے اس امر سے اچانک انہیں اپنی ہونٹوں پر کرنت سی محسوس ہوئی مریم ہاں خالہ فوراً خوف سے پیچھے ہٹی۔ میں جواب بے خبری سے قرآن پاک کو لحاف سے اٹال کر مقدس و احترام سے چوم کر پڑھنے کے لیے کھولنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ خالہ کے اس فعل سے رگ گئی خالہ نے ایک طویل سانس لیا اور اس بھری نظروں سے میری طرف نگاہ کی۔

تم پہلے سے بھی بہت مہتاب و خورشید لگ رہی ہو۔

نہیں خالہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ میں تو ایک ناچیز ہوں غلطی کا پتلا ہوں آپ مجھے بہت معتبر بناد رہی ہیں پلیز ایسا مت کہیے نہیں۔

مریم میں نے تمہاری والدہ اور تمہارے ساتھ بہت ظلم و ستم کئے ہیں میرے غرور اور تکبر نے کچھ ایسی مثالیں قائم کی تھیں جن کی رسوائی کا ازالہ میری پیاری معصوم بیٹی کو جھیلنا پڑا ہے مریم مجھے معاف کرو تمہاری ماں نے تو اپنی حیات میں ہی مجھے اتنا کناہ سے بری کر دیا تھا لیکن کہیں نہ کہیں میں اپنے ضمیر کی رزم سے باز چکی ہوں مجھے چھٹکارہ دلا دو اس کیفیت سے جی خدا تمہارا احاطہ ہو ناصرے خالہ نے آج اپنے لفظوں کو زبان دے دی تھی خالہ کے اس طرح خلوص دل سے معافی پر میں نے انہیں معاف کر دیا تھا معافی تو میں نے پہلے ہی کر دیا تھا مگر آج جو ایک دوپانس بھی وہ بھی خالہ کی گریہ زاری سے قسم ہو چکی تھی اپنی تمام تکلیفوں کی یاد پر میری بھرتی ہوئی تھی مگر میں ضبط سے کام لیتے ہوئے خالہ سے گل لیں گی۔

خالہ کی فیملی میں دو بیٹیاں تمنا اور محرش تھیں اور ایک بیٹا لاریب تھا سب سے بڑا ہونے کی وجہ سے لاریب کو سب لال بھائی کہہ کر پکارتے تھے پھر تمنا بھی جو ڈاکٹروں کے کہنے پر کینسر جیسے خطرناک مرض میں مبتلا تھی تمنا سینہ سیر سے ہی بیماری کا سر پر کنٹینر باندھ کر مقابلہ کر رہی تھی مگر بے سود کیونکہ وہ دن بدن ایک ایسی اندھیری کھائی میں گر رہی تھی جہاں موت اس کا دونوں ہاتھیں پھیلائے خطر بھی تیسرے اور آخری نمبر محرش بھی جو اپنے دقوں میں بے حد جہن اور غمزدگی مگر اب وہ اتنی لاغر ہو چکی تھی کہ جو کوئی بھی اس کو دیکھتا حیرت و خوف میں پڑ جاتا خالہ کو دس سال ہو چکے تھے اس دنیا کو خیر باد کہتے ہوئے خالہ پہلے پہل تو مست و جامد تھی لیکن جب سے عذاب الہی میں گرفتار ہوئیں تو ناک کی لکیریں بھی لگالی مگر سکھ کا سانس نہ ملا اس لیے خالہ نے امی سے مجھے یہاں گوجرانوالہ آنے کی التجا کی جس پلا پر میں یہاں تھی

جولائی 2014

خونک ڈائجسٹ 170

معصوم بیٹی

نہ رہی کہ باہر کسی ذی روح کا نام و نشان تک نہ تھا  
سحرش۔ سحرش میرے چنچل دپکار پر سحرش و دش روم سے  
باہر نکلی تھی۔

مریم باجی آپ کیسی ہیں وہ بغل گیر ہو کر میرے  
گلے ملی۔

ٹھیک ہوں تم واث روم میں تھی تو دھڑکون تھی جو  
باہر کھڑکی سے۔ آگے میں نے جملہ خودی کھل نہ کیا  
تاکہ کہیں سحرش مجھ سے بدگمان نہ ہو جائے۔

اچھا باجی مریم آپ نے بھی دھوکہ کھالیا ہے مگر  
مجھے کچھ نہ لگتا ہے اور نہ محسوس ہوتا ہے لیکن جیسے ہی  
میں مغرب سے لے کر تہجد کے بعد سو کر اٹھتی ہوں  
میرے جسم میں درد کی شدت اتنی ہوتی ہے کہ اٹھ کر  
چلنا بھی دشوار ہوتا ہے میرے ساتھ کیا ہوتا ہے مجھے  
خود پتہ نہیں بس روز روز کی یہ باتیں سن کر اب مجھے اپنے  
آپ سے خوف محسوس ہو رہا ہے سحرش زار و قطار  
رونے لگی تھی۔ میں جواب تک کھڑی بھی بیٹھنے کے  
لیے جیسے ہی بیدار بیٹھنے لگی تو مجھے عجیب طرح کا کڑک  
لگا جیسے ہی اس جگہ پر میں نے بیڈ شیٹ تھوڑی سی  
سرکائی تو ناپاک پلیدی کی کے داغ نمایاں تھے آہستہ  
آہستہ میں نے بیڈ صوفے نیچے اور کٹن کے تمام  
کودوں کو اتر دیا۔ جہاں جگہ جگہ غلاکت نمایاں تھی  
سحرش میری حرکات و سکنات کو توجہ سے دیکھ رہی تھی  
استغفر اللہ۔ سحرش تمہارا کمرہ ناپا کا دشت بنا ہوا ہے  
میرے کہنے پر وہ شرمندہ ہو کر بت بنی کھڑی تھی  
حیرت تھی کہ اس کا بھانڈا پھوٹ گیا تھا کیونکہ کمرے  
میں کالے جادو سے کئے گئے فیسی خون کے نشانات  
تھے جو درحقیقت الو کی فہم رنگ سے کئے گئے تھے سوا  
یعنی بدیوں کی را کہ جا بجا کھری تھی سرکائے دار پودا  
جس پر جا بجا لالوں کا کچا پلٹا ہوا تھا یہ سب کچھ کر میں  
سراسیمہ ہو گئی۔

مریم وہ سحرش بڑا کر بولی۔

کچھ نہیں ہوتا سحرش میں ابھی تمہاری خواب گاہ

ناشتہ سے فراغت پاتے ہی میری ضد پر خالد مجھے لیے  
سحرش کے کمرے میں گئیں اور جاتے سے تمنا کو سارا  
کام ختم کر کے سحرش کے کمرے میں آنے کی ہدایت  
کی جس پر تمنا خالد سے کہنے لگی۔

جی اماں میں آتی ہوں آپ چلیں  
لالہ بھائی کدھر ہیں میں نے چائے کا آفری  
سپ لیتے ہوئے کہا۔

وہ چلا گیا ہے کام پر بنی آؤ چلیں مریم۔ دروازہ  
کھولو سحرش۔

یکدم دروازہ کھولا تو گندی بو نے ہمارا استقبال  
کیا باظاہر ہر چیز صاف ستھری رہنا تھی لیکن کمرے  
میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ تھی اندر سحرش لاغر و ضعیف  
اور بڈیوں کا ذخا نچہ بنی ہوئی تصویر تھی با ایک بنی سے  
معائنہ کیا تو نظروں کے تصادم سے سحرش نے مجھے  
ایسے گھورا جیسے وہ مجھے آنکھوں کے راستے ہی نکل  
جائے گی۔

خالد کیا آپ کچھ دیر ہمیں تنہا چھوڑ سکتی ہیں  
میرے اہتمام پر خالد یکدم چلی گئیں اب کمرے میں  
ہم دونوں تنہا اور خاموشی کا راج تھا۔ سحرش میں  
خونناک چڑیل کے آثار نمایاں تھے میں سحرش کو دیکھ کر  
سراپا حیرت بن گئی کہ ماجرہ کیا ہے۔

ہاں سحرش کیسی ہو میں نے پیاد سے ملیں ہو کر  
اس کے ہاتھ کو تھا حیرت انگیز طور پر ہاتھ کا لمس شہنشا  
بے جان تھا۔ سحرش۔ کیسی ہو۔ میں چوبیس سالہ سحرش  
سے مخاطب ہوئی جواب میں سحرش دھپکا کھا کر کھڑی  
ہوئی بے تاثر نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

مریم بھاگ جاؤ یہاں سے نہیں تو میں تمہیں  
بھسم کر دوں گی میں بازو پھیلائے سحرش کی جانب  
بڑھی جو مجھے اپنی طرف آتا دیکھ کر اسے قدموں لپٹنے  
نگی بھرا چانک ہوا میں معلق ہو کر جیسے تیرتی ہوئی کھلی  
کھڑکی سے باہر نکل کر چھلانگ لگادی میں تیزی سے  
سحرش کے پیچھے ہٹ لیکن یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا

محسوس بنی

خونناک ڈائجسٹ 171

جولائی 2014



کو اس غلامت سے پاک کروادیتی ہوں پر سوچ انداز سے میں باہر کی جانب گئی اور خالہ سے اپنی نگرانی میں تمام پلیدگی چیزوں کو کمرے سے لیا گھر سے ہی باہر پھٹکوا دیا تاکہ سحرش کی جان میں جان آئے جہاں چیزوں کی پلیدگی دور ہوئی وہاں ہی سحرش کو غسل دلوایا سحرش غسل سے اضطراب میں گھری رہتی اور ایسا ہنگامہ مچاں جیسے صنف ماتم بچھا ہوا اور کوئی اپنے سر پر روٹا ہوا سی اندیشے کے ڈر سے خالہ سحرش کو غسل کروانے سے اجتناب کرتی خالہ کے بتانے پر مجھ پر یہ انکشاف ہوا تقریباً گیارہ سال ہو چکے ہیں سحرش کو غسل دیئے ہوئے۔

اف میرے خدایا۔ کمرہ تو کمرہ خود سحرش بھی بلاشبہ عجیب غلطی کی آہنگا بھی میری آنکھوں سے سحرش کی دہائی کوئت اور بے بسی چھپی نہ رہی کیونکہ سحرش بڑھا پے کی صورت بنی ہوئی بھی مجھ پر مرگ کی کیفیت طاری تھی یہ سن کر کہ گیارہ سال تک ایک انسان اور وہ بھی مسلمان ہو جسم کی گندگی کو نہ دھوئے تو کیا تم ہے اس جان پر دراصل اس کے اپنے ہی اختیار تھے جنہوں نے اسے مٹی تلے دفن کرنے کی ٹھان لی تھی خالہ کے وہم و گمان میں نہ تھا ان کی بے اعتیاد سے سحرش کو مرادے رہتے ہیں مریم جیسے بے حدا فسوس ہے ہماری غفلت سے سحرش کو یہ دن دیکھنے پر رہے ہیں خالہ کی ہچکچاہٹ سے میں نے خالہ کو سہلی دی اور کہا اب فسوس نہ کریں ہم انشاء اللہ مل کر چھپے ہوئے بھید کی کھوج لگا کر اس مسئلے کو حل کریں گے جلد ہی گرم پانی میں دم کیا ہو پانی ڈال کر سحرش کو غسل دیا تو سحرش کی ہیبت ناک آوازیں آسمانوں کو چھونے لگی جب نہادھو کر سحرش کو بستر پر بٹھایا تو سامنے پڑے ڈریسنگ ٹیبل میں اپنا عکس دیکھ کر مسخرے سے قہقہہ لگانے لگی عجیب قہقہوں سے کمرے میں موجود خالہ اور تمنا کو گھبراہٹ ہونے لگی جس پر میں فوراً سحرش اور آئینہ کے درمیان جا کھڑی ہوئی تاکہ سحرش اپنا عکس نہ دیکھ

سکے میرے کہتے ہی خالہ نے فوراً آئینہ پر کور دیا تاکہ سحرش اپنا چہرہ آئینہ میں نہ دیکھ سکے کیونکہ آئینے میں سحرش نہیں بلکہ ایک ڈروانا چہرہ نمایاں تھا جسے دیکھ کر سحرش ہانپنے ہوئے لگی یا بے ہوش ہوئے لگی یا خدا یہ کیا ماجرا ہے۔ خالہ کیا سحرش نے بھی بھی آئینہ نہیں دیکھا نہیں سحرش گیارہ سالوں میں پہلی دفعہ اپنا عکس دیکھ پائی ہے مریم کیا کروں میں۔۔۔ خالہ حیرت زدہ ہو کر رونے لگی۔ سحرش کا حلیہ۔ عجیب تھا بالوں میں سفیدی آنکھوں کے گرد جھریاں ہونٹ پھٹے کئے اور وحشت ناک حلیہ تھا اپنی ابتر حالت پر اس کی وقفے وقفے سے ابھرتی سنکیاں اس بات کی طرف اشارہ کر رہی تھی کہ وہ اب ہٹنے کے بجائے رو رہی ہو میں اپنی جگہ ٹھہر گئی۔ میرا سارا اجماع ماند پڑ گیا قدم بے جان سے ہو گئے تھے میں مرے مرے قدموں سے چلتی بڑے کے کناروں پر جھک کھڑی ہوئی تھوڑا سا کپڑا اوپر ہوا تو میرے دلچسپے پر اب شیشے کی جانب سحرش کو بخور دیکھا تھا مگر شیشے میں سحرش خوبصورت حسینہ کی صورت بنی ہوئی تھی اور گھورتی نگاہوں سے شیشے کے پار مجھے ہی تک رہی تھی جتنا چاہو نیز ہا میٹر حاد کچ لوٹو یہ ہمارے ہاتھوں نہیں بچ سکتی میں نے فوراً اپنی نگاہوں کے زاویے کو بدل اور خاموشی سے کمرے سے نکل گئی پھر سحرش کو تنہا چھوڑ کر خالہ بھی اپنی آہنگا دھلی ٹی ٹیبل پر نماز پڑھ کر قرآن پاک سے پچھ آیتوں کو سننے پر درج کیا ہی تھا کہ دوبارہ سحرش کے کمرے سے چنچنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

یا خدا خیر کرے اس بے گناہ ہستی پر اس آتش جہنم سے اس کے بدن روح کو آلودہ کر دے میں ہاتھوں کو دعا کے لیے اٹھائے گریہ زاری میں مشغول تھی اب سحرش کے واویلا سے سبھی کمرے میں سحرش کے گرو جمع تھے میں بھی جلد وہاں بھی میری حیرت میں اب پریشانی بھی شامل حال تھی خالہ میرے کہنے پر بھی سحرش کو خواب گاہ میں تنہا چھوڑ گئی۔

خالہ میں نے کہا بھی تھا کہ سحرش کو آج اس کی خواب گاہ میں تنہا نہیں چھوڑنا لیکن لگتا ہے کہ آپ اسے چھوڑ گئی ہیں خالہ نے شکست میں ڈوبے ہوئے مجھے التجائی نظروں سے دیکھا۔

آپ سب سمجھتے کیوں نہیں ہیں۔ سحرش کے ادھر کوئی ایک نہیں بلکہ بدروحوں کا ہیرو ہے جن کا یہاں سے جانا ناممکن ہے مگر مجھے اپنے رب پر یقین ہے کہ جب تک آپ سب اس پاس رہیں گے اور ایک دوسرے سے رابطے میں رہیں گے تو کسی بھی نقصان سے بچے رہیں گے کسی بھی تجبائی سے اجتناب کریں اگر خداخواستہ کچھ ہوتو خبر تو کر سکیں۔ چنانچہ میں نے صفحے پر لکھی آیتوں کو تحویذ کی طرح لپیٹ کر سب کپڑے میں باندھ کر سحرش کے گلے میں ڈال دیا تحویذ کا ڈالنا تھا کہ سحرش یکدم بے ہوش ہوگئی لالہ بھائی نے فوراً سحرش کو رسیوں سے باندھ دیا سحرش رسیوں میں جکڑی بے خبر فیئہ کی دلوہوں میں پھنسی چکی تھی رات پر سکون گزرتی چلی گئی وقتاً فوقتاً ہم سبھی اس کے کمرے کا چکر کاٹتے رہے اسی طرح رات گزرتی سحر میں فجر کی نماز کے بعد میں آج اس گھر کا ویزٹ کرنے کے لیے باہر آتھیں میں نکل پڑی ملازمت کے اگلے حصہ سے سیر کرتی ہوئی جب میں گھر کے پچھواڑے میں پہنچی تو وہاں لگے پودوں کی کیا رہوں گی مٹی خون سے غمری ہوئی تھی اس پر انداز مٹی سے میں حیرت میں جا گزین تھی اصل حقیقت کیا ہے ابھی تک نہیں میں جان پائی تھی مگر اس مٹی میں ایسا تو کچھ تھا جو مجھے یہ مٹی منفرد لگ رہی تھی میں نے اپنے چاروں سمت دم سے دائرہ لگایا پھر پاس پڑی ہوئی کھربلی سے مٹی کو کھودنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے میں کھودتی گئی ویسے ویسے مٹی سے خون اگلنے لگا میں اپنی کم عمری سے ہی بہت بھیا تک اور خوفزدہ واقعات کو دیکھا تھا لیکن اس بار تو کچھ اور ہی قصہ لگ رہا تھا میں اللہ پر بھروسہ کرتی ہوئی اپنے کام میں لگی رہی حتیٰ کہ پانچ

فٹ کی زمین کھودنے پر مجھے ایک کالے رنگ کا تھیلہ ملا تھیلے کو جیسے ہی کھولا تو اس میں سے ایک بڑی نما گزیا برآمد ہوئی اس کی مشابہت سحرش سے ملتی جلتی تھی اتنی مماثلت پر میں حیران ہوئی اس گزیا کے معائنہ کرنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ کالے بکرے کی کھال سے بنائی گئی تھی چھان بین پر اس گزیا کے ٹھیک حرام مغز میں ایک رنگ آلود کیل دیا تھا جیسے ہی کیل نکالا اس جگہ سے بشر کی طرح خون نکلنے لگا گزیا پر پڑھ کر پھونک مارنے سے لکھت گزیا کو آگ لگ گئی جو دیکھتے ہی دیکھتے راکھ میں تبدیل ہوگئی جب سارا کام انجام پایا ہو گیا تو میں دوبارہ گھر کے اندر داخل ہوئی خالہ دوڑتی ہوئی باہر ہی آگئی۔

مریم۔۔۔ مریم۔۔۔

جی خالہ جانی کیا ہوا آپ اتنی کاپ کیوں رہی ہیں کیا بات ہے۔  
مریم دیا سحرش مر جائے گی خدا کے لیے اسے صرف تم ہی بچا لکھتی ہو پتہ ہے مریم میں جس دیر کے پاس سحرش کو لے جاتی ہوں وہ یہ ہی کہتا ہے کہ تمہارے اے خاندان میں ہی ایک ایسی لڑکی نے جنم لیا ہے جو اسلامی تاریخ کی کیا رہوین کو پیدا ہوئی ہو اس کی پیشانی پر اللہ کا پر نور مخراب بنا ہوا ہو جو دراصل بزرگی کی علامت ہے میں بھی سے تلاش میں لگ گئی لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ جس عورت کی بیٹی کو میں کالے جادو سے قسم کرنا چاہتی ہوں اسی عورت کی بیٹی سے مجھے سکون ملنا ہے۔ میں کیا کروں مریم۔

خالہ کی ابتر حالت پر مجھے خود روٹا آگیا کہ میں ہی وہ شخصیت ہوں جس سے آپ بری ہو سکتی تھیں مگر خالہ میری روحانی طاقتوں کا علم آپ کو کیسے ملا۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

دراصل مریم ایک دن میں کالا یعنی سفلی علم کروا کر تمہارے گھر کی راہ لی تو وہاں جا کر میں جو میں نے دیکھا میری حیرت کی انتہا نہ رہی تمہاری والدہ



اچھا خالہ چلیں محرش کے پاس جلد ہی ہم محرش کے کمرے میں تھے مگر یہ دیکھ کر مجھے حیرت نہ ہوئی کیونکہ میں جانتی تھی کہ محرش کے سر پر پتی بندھی ہوئی ہوگی۔ میرے پوچھنے سے پہلے ہی تمنا بتانے لگی۔

جیسے ہی میں واش روم سے فارغ ہو کر باہر آئی تو دیکھا کہ محرش کا سارا اٹھتے خون آلود ہوا ہے میرے پیچھے پر لالہ بھائی دوڑے آئے محرش کو اٹھا کر اپنی ہانڈہ کر دو بارہ لٹا دیا محرش کے ساتھ تمنا کے رونے پر میں نے اس کے کندھے پر ہتھکی دیتے ہوئے دھما دس بندھائی۔

کچھ نہیں دوتا تمنا اللہ پر بھروسہ رکھو بس آج کا دن ہے اس کے بعد سکون ہی سکون ہوگا آج رات میں محرش کے ساتھ سوؤں گی کھانے کی طلب نہیں ہے بس صرف ایک دودھ کا گلاس چاہیے وہ بھی عشاء کی نماز کے بعد۔

اچھا مریم میں لا دوں گی آپ کا بستر علیحدہ بچھاؤں کہ آپ محرش کے ساتھ ہی بیڈ پر سو جائیں گی۔ تمنا نے پوچھا۔

نہیں تمنا میں محرش کے ساتھ ہی سوؤں گی تمنا یاد سے عشاء کی نماز کے بعد محرش کو دودھ کا گلاس دے دینا اب جاؤ اور خالہ کو لالہ کو سونے کی انہیں کھانے کے لیے کچھ دوتا میرے سر پر جلد ہی فارغ ہو کر چلی گئی میں کمرے میں اپنے قیمتی اثاثوں کو انخلا کی عشاء کی نماز سے فراغت پاتے ہی تلاوت قرآن پاک کے بعد وظیفہ کر کے میں محرش کے پہلو میں لیٹ چلی تھی محرش ابھی بھی نہ ہوشی میں تھی۔

یا خدا اس کی تفسیر معاف کر دے ماں کی غلطیوں کا ازالہ یہ بیماری بھگت رہی ہے کرم کر میرے مولا آج جو شر اس پر حاوی ہونے کو آئے اسے فورا جکڑ کر زائل کر دے آمین میں کر دت لے کر لیٹ گئی تھی تمنا کب کمرے میں آئی اور کب دودھ کا گلاس محرش کو پلا کر ٹیبل پر رکھ گئی تھی آج مجھے بہت غنودگی

تمہارے بال بٹاری تھی بس تھی میں دیکھ پائی کہ تمہاری پیشانی پر ایک ستارہ جگمگا رہا ہے جو محراب کی نشانی ہے ایسے کم ہی بے قسمت والے نگہداشت کے وقت بچتے ہیں تمہاری جگمگاتی قسمت کو دیکھ کر ہی میں حسد کی طرح چل پڑی میں تمہاری برادری کا سال لے کر جیسے ہی ایک قدم بڑھی کہ یکدم میرے پرس کو آگ لگ گئی میں چیخ مار کر اپنے پرس کو دور پھینک دینے پر مجبور ہوئی بے حد افسوس سے میں رونے لگی کیونکہ اس میں تعویذ تھا وہ تمہاری برادری کے لیے تھا کہ جیسے ہی سفلی علوم کا غم شروع ہو تو تم گھر سے کہیں دور دشت میں پاگلوں کی طرح بھاگ جاؤ تمہاری ماں تمہاری یاد میں بڑبڑا کر مر جائے گی مگر میرے سارے دار لٹے ہوئے تھے صرف تمہاری پیدائش روحانی طاقت سے یہ گھر بچتا رہا ہے میں گندے محل تم پر کرتی گئی مگر تم اللہ کے کرم سے بچی گئی پھر جب محرش تیرا سالی کی ہوئی تو ان سالیوں میں جکڑ دی گئی ہیں سال کی عمر تک میں چروں کے دروں پر دھکے کھاتی رہی لیکن بے فیض رہی مگر ایک دن ایک فقیر آبا جس نے بتایا کہ صرف اور صرف تمہیں مریم ہی پہنچا سکتی ہے اور کوئی نہیں جس کے حلیے کے بتانے پر میں نے خالہ کو فور سے دیکھا۔

کیا خالہ اس فقیر کے ہاتھوں میں لوہے کی بیڑیاں تھیں۔

ہاں ہاں مریم۔ خالہ جنت سے ہوئیں لیکن تمہیں کیسے پتہ۔

بس ویسے ہی پوچھا تھا۔ میں خالہ کو نہیں بتاتا جانتی تھی کہ گوجرانوالہ کے سفر میں مجھے وہی فقیر ملا تھا جس نے خالہ کو میرا کہا تھا کہ تمہیں صرف وہ ہی پہنچا سکتی ہے۔

بس مریم اللہ اور تمہاری ہی وجہ سے میری بیٹی بچ سکتی ہے کچھ کرو مریم۔ خالہ کے کہنے پر میں تسلی دیتی ہوئی ہوئی۔

جی پائی۔ کیا کام ہے آپ۔

فہرست

غزل

2014 جۇلى

خونناک ڈائجسٹ 175



خونفک دا بھرت

# بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے شعر لکھا گیا ہے اس کا نام و مقام

نام ..... شہر .....

شعر .....

شعر بھیجنے والے کا نام ..... شہر .....

خونفک

یہ شعر مجھے پسند ہے

یہ کہانی اوت کر میں بدو مال کریں ہم آہٹا شعر "خونفک لائٹ" میں شائع کریں گے۔  
اگر کوئی شخص اچھوت بدو شعر لکھ کر میں بدو مال کریں۔ خصوصاً دیہات غیر مسلمان شعر شائع نہیں کیا جائے گا۔

نام ..... شہر ..... فون نمبر .....

پتہ ..... شہر .....

.....

.....

# پچھوال اور گلیاں

آتی ہے یاد تیری اچھا ہے نما تیرا  
اسے دل میں رہے والے تھو کو سلام میرا  
محمد عرفان۔ پک وب عبدالحکیم

## لطاائف

ایک سبکی نے دوسری سے پوچھا: اللہ بھوت رہے ہیں  
آخر بات کیا ہے؟ "میرے شوہر کوئی بی ہو گئی ہے اور سرکاری  
ڈاکٹر نے سبیل اور ہم مری جانے کا لکھ دیا ہے۔ لہذا ہم کل مری  
ہارے ہیں۔ یوں میری مری دیکھنے کی دیرینہ آرزو پوری ہو  
جانے گی، وہاں خوب سیر کر دوں گی۔"

ایک شخص اپنی بیوی کے کردار پر ہمیشہ کتہ چینی کرتا  
رہتا۔ اسے برا بھلا کہتا اور گھر کا ماحول اس وجہ سے خراب  
رہتا۔ ایک دن اس کے دوست نے اس کی وجہ پوچھی۔  
پار کیا باتوں ایک دن دفتر کے کسی کام سے گھر کے  
سامنے سے گزرا اور گھر میں داخل ہو کر اوپر چلی خانے میں کام  
کرتی بیگم کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ اس پر وہ مڑے بغیر  
بولی۔ "ابھی تمہارا دل نہیں بھرا، چھوڑو اب اُن کے آنے کا  
وقت ہو رہا ہے۔"

محمد اسحاق اجمل۔ نقس پور

## سورۃ یسین پڑھنے کی برکتیں

- ☆ بھوکا پڑھے گا تو سیر ہوگا۔
- ☆ پیاسا پڑھے گا تو سیراب ہوگا۔
- ☆ خوفزدہ پڑھے گا تو امن ملے گا۔
- ☆ بیمار پڑھے گا تو صحت ملے گی۔
- ☆ تھکا پڑھے گا تو آراہی ملے گی۔
- ☆ مسافر پڑھے گا تو صحت ملے گی۔
- ☆ مرد پر پڑھا جائے تو عذاب مخفی ہوگا۔
- ☆ کسی تم شدہ کے لئے پڑھی جائے گی تو تم شدہ چیز مل جائے گی۔

مصنبن عباس۔ شہزادی سیداں

تمنا تھی کہ کوئی ٹوٹ کر چاہتا ہیں بھی حاضر  
مگر ہم خود ہی ٹوٹ کر بکھر گئے کی چاہت میں  
داکٹر عبدالرزاق خضر۔ جلال

## کوئی افسوس نہیں

پاکستان بچپن ثرائی میں ہی فائل نغذی لینڈ سے بد  
گیا جس کا اسوں ہوا بھی اور نہیں بھی ہوا۔ افسوس اس لئے  
نہیں ہوا کیونکہ ہم کو نغذی لینڈ نے نہیں ہرایا ہم کو ایسا کرنے  
ہرایا۔ مگر اکل ناٹ آڈٹ تھے انہوں نے آڈٹ قمرود سے  
دیا۔ نغذی لینڈ کے تین چار کھلاڑی ایل بی آڈٹ تھے لیکن  
ہیپائر کو نظر نہیں آیا۔ بہر حال ہم کو اپنی ٹیم سے کوئی ٹک کر  
نکالنے نہیں انہوں نے بہت اچھا کھیل کھیا۔ کچھ نغذی  
قسمت نے بھی اس دن ہماری ٹیم کا ساتھ نہیں دیا۔ خاص کر  
پنس سے انہم سولہ پر چھ چھوڑ دیا۔ بہر حال جب قسم ساتھ نہ  
ہو تو اس طرح ہو جاتا ہے۔ بہر حال آئندہ ہماری دعا ہے کہ اپنی  
ٹیم کے ساتھ ہیں، خدا ایسا پائر کو بھی بھی بدایت دے۔

پنس عبدالرحمن گمر۔ نیو لائبر

## عبدالحکیم

میں جب بھی تم سے جدا ہونے لگتا ہوں میرا دل  
دھڑکنے لگتا ہے، دل تڑپنے لگتا ہے، دل رونے لگتا ہے۔ یہ  
خالم دنیا مجھ ہی اتنا کر دیتی ہے کہ مجھے تم سے جدا ہو کر دور  
جانا پڑتا ہے اور جب میں تم سے دور چلا جاؤں تو ہر وقت  
تمہارے ہی خیالوں میں ڈوبا رہتا ہوں، تمہارے ہی گیت  
سناتا رہتا ہوں۔ اللہ نے تجھے اتنا حسن دیا ہے کہ میں  
تمہاری جتنی بھی تعریف کروں کم ہیں وہ شیوں سے چمکتی ہوئی  
تیری گلیاں، وہ تیری خوبصورت سڑکیں، پھولوں سے لگی ہوئی  
ڈاکٹریں، میں بھی نہیں بھول پاتا۔ تم سے جدا ہونے کے دل ٹکرتا

ہے کہ کاش میں اتر کے تمہارے پاس پہنچ چاہوں۔ مجھے تمہاری  
یاد بہت آتی ہے۔ اسے میرے پیارے شہر عبدالرحمن مجھے تمہاری  
یاد بہت آتی ہے۔

خوبنامک ڈائجسٹ 7:7



## تورات کے پانچ جملے

- حضرت امیر المومنین امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تورات کے آخر میں پانچ جملے لکھے ہوئے ہیں اور میں ہر صحابہ کا مطالعہ کرتا چاہتا ہوں۔
- 1۔ جو عالم اپنے علم پر فخر نہیں کرتا وہ اور شیطان دونوں برابر ہیں۔
  - 2۔ جو بادشاہ اپنی رعایا سے بدل نہیں کرتا وہ اور فرعون دونوں برابر ہیں۔
  - 3۔ جو غریب کسی دولت مند کی دولت کے لالچ کی وجہ سے اس کی خوشامد کرتا ہے وہ اور کفار دونوں برابر ہیں۔
  - 4۔ جو دولت مند اپنی دولت سے کنبی کے ذریعے غلام لٹھاتا ہے وہ اور مردود برابر ہیں۔
  - 5۔ جو عورت بلا ضرورت گھر سے نکلتی ہے وہ اور لوطی دونوں برابر ہیں۔

حسین عباس - مہماری سیدیں

اتنی آسانی سے بھلا دو مجھے ہمیں  
ہم تو آنکھوں میں خیر جانیں گے آنسوؤں کی طرح

اُس نے جان کہہ کر پکارا لرز گئی میرے دل کی زمین خضر پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ مخاطب کئی اور سے تھی  
ہم نے تو ان کو دیکھا تھا طرف نظر کی خاطر فرقت ہمیں کیا معلوم تھا کہ فن کو انکھوں سے جلیں اڑ جائیں گی بہت ہے

## انوکھے رشتے

1۔ آخر پاگل سے تم پاگل کیوں ہوئے؟  
پاگل: میں نے ایک بیوہ شادی کی ان کی جوہن جی سے میرے باپ نے شادی کی یوں میری وہ بیٹی میری ماں بن گئی۔ من کے گھر بیٹی پیدا ہوئی تو وہ میری بہن بن گئی مگر میں اس کی ہانی کا شوہر تھا اس لئے وہ میری لڑائی بھی ہوئی۔ اس طرح میرا بیٹا اپنی والدہ کی بہن کا لڑکا بن گیا اور میں پاگل ہو گیا۔  
محمد آصف علی میر - موہن پٹنہ

## تواضع اور صدقہ کے ثمرات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہ اجمعین کو تواضع اور انکساری کا درس دیتے ہوئے فرمایا: (ترجمہ) تواضع سے آدمی کو دولت اور بلندی ملتی ہے اس لئے تواضع اختیار کرو اللہ تمہیں رفعت و بلندی عطا کریں گے اور پھر فرما دیا کہ حضور درگزر سے آدمی کو عزت عطا کرتی ہے اس لئے تم لوگوں کو معاف کر دیا کہ اللہ تمہیں عزت عطا کریں گے۔ آگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لب کشائی فرمائی کہ (ترجمہ) اور صدقہ خیرات کرنے سے مال بڑھتا عطا جاتا ہے۔ اس لئے تم صدقہ اور خیرات کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اور زیادہ دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (ترجمہ) صدقہ سے مال میں کچھ بھی کمی نہیں ہوتی اور اللہ پاک حضور درگزر کرنے والے کو عزت و مقام عطا فرماتے ہیں اور جب بھی کوئی بندہ اللہ کے لئے تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے، اللہ کی ذات اُسے بلندی عطا کرتی ہے۔ (”مفہم القرآن“، ج 1، ص 100، ”مہرے اوراق“)

## مجھے محسوس کرو!

خود دینی نہیں کہ اور رہنے سے عشق کر رہا ہوتا ہے بلکہ اور بھی گہرا ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کی غلط فہمی ہے وہ باری نہیں جو دور دورہ کر باری کو محسوس نہ کرے۔ یہ ایسا چیز ہے نہ وہ محسوس نہ سے بھی مل جاتا ہے نہ کرتے ہوئے بھی ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی ذات پاک نہیں ہوتی کوئی چہرہ؟ انکھیں ہوتا یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی یہ تو قدرت کی طرف سے ہوتا ہے۔ کوئی جانے یا نہ جانے کوئی سمجھے نہ سکی کوئی مانے یا نہ مانے پر حقیقت ہے کیا

پیار ہوتا ہے تو ہوتا ہے یا ہوتا ہی نہیں سچے پیار میں کوئی روپ کوئی رنگ نہیں ہوتا پیار ہاگل مادہ اور بے رنگ ہوتا ہے۔ عرصہ ضرور ہوتا ہے مگر پیار میں حرا اس کو ہوا چھوڑ دینا چھوڑنا پیار کرنا چھوڑنے دھڑ سے کرنا سے پیار نہیں کہتے پیار اللہ ہوتا ہے۔ یہ بھی سچی ہے مگر پیار ایک جیسا نہیں ہوتا خاص کر کے آج کل کے پیار یہ رنگ رکھتے ہیں مگر جو میری نظر میں پیار ہے اس کا کوئی رنگ نہیں دو تو ایک خوشبو کی طرح محسوس کیا جاتا ہے، مجھے محسوس کرو!

محمد آصف علی میر - موہن پٹنہ

وہ ملا بھی تو راو میں ہوں ملا  
میں نظر ملا کے تڑپ گیا وہ نظر جھکا کر گزر دیا  
محمد آصف علی شہر - ہونٹکے چاند

◆ کل عورت غلاب خود کوڑھا پنے کے لئے کرتی تھی۔  
 ◆ آج عورت غلاب لیشن کے لئے کرتی ہے۔  
 ◆ کل کے بچے ہڈیوں کے پیچھے بھاگتے تھے۔  
 ◆ آج کے بچے سکول سے بھاگتے ہیں۔  
 ◆ کل کالج گزرنے کے ایک میں کتابیں بھرا کرتی تھیں۔  
 ◆ آج کالج گزرنے کے ایک میں لپ سٹک اور لینز ہوتی ہے۔  
 ◆ کل سڑکیں بڑے سسٹم کے لئے بنتی تھیں۔  
 ◆ آج سڑکیں ٹوشن کے لئے بنتی ہیں۔  
 ◆ کل کی عورت مادگی پر انحصار کرتی تھی۔  
 ◆ آج کی عورت میک اپ پر انحصار کرتی ہے۔  
 ◆ کل لوگ بس پر چڑھتے تھے۔  
 ◆ آج بس لوگوں پر چڑھتے ہیں۔

### عقروان پنجم۔ ماڈی شریف

حیات

یہ اتنا جملہ لفظ ہے اس کا اعجاز و ودھائی کر سکتے ہیں جو محبت کرتے ہیں۔ یہ دو دلوں کا راز ہوتا ہے اور جو اپنا راز دوسروں کو بتاتے ہیں وہ محبت نہیں کرتے بلکہ ناگم پاس کرتے ہیں۔ لفظ محبت بہت جملہ ہے لیکن جن چار لفظوں کا یہ مجموعہ ہے اس کا مطلب ہے ..... م سے صحت ..... ح سے طاقت ..... ب سے بردباری ..... ت سے تہائی ..... ان چار لفظوں سے مل کر بنتا ہے محبت۔ اگر ہر بہادر کرنے والا ان لفظوں میں رہ کر محبت کرے تو پھر وہ کبھی دھوکا نہ کرے یا محبت کرنی چھوڑ دے گا۔ (اسلموم)

فرمان رسول اللہ ﷺ

سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کی بیماری کے وقت حاضر ہوا۔ آپ کو سخت بخار تھا، میں نے عرض کیا کہ آپ کو تو بہت ہی سخت بخار ہے (شاید) اس لئے ہوگا کہ آپ کو دوا جرطیں لگے۔ آپ نے فرمایا ہاں مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچ پاتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے عیش گناہ بھانڈ دیتا ہو جس طرح شنگ درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ (بخاری: کتاب المرض)

شہروں کو کیا کہتے ہیں؟

- \* مہر کا شہر تاجپورہ..... بازاروں کا شہر۔  
 \* چپان کا شہر ٹوبہ..... انیس اور کاندھوں کا شہر۔  
 \* ایران کا شہر شیراز..... ٹاہلوں اور پھولوں کا شہر۔  
 \* پاکستان کا شہر حیدر آباد..... ہوائیوں کا شہر۔  
 \* بھارت کا شہر لکھنؤ..... محلات کا شہر۔  
 \* بھارت کا شہر براد..... روٹی کا گھر۔  
 \* سعودی عرب کا شہر مکہ..... اللہ کا گھر۔  
 \* اٹلی کا شہر پیزا فورہ..... لعل پاکستان۔  
 \* پاکستان کا شہر لعل آباد..... پاکستان کا پانچویں نمبر۔  
 \* پاکستان کا شہر سرگودھا..... شاہینوں کا شہر۔  
 \* بھارت کا شہر بھون..... پتھروں کا شہر۔  
 \* عراق کا شہر بصرہ..... خاموشی گزار گاہوں کا شہر۔  
 \* ترکی کا شہر استنبول..... مسجدوں کا شہر۔

مہر قربان علی - حبیب - آباد



## مرد حسین اور الطاف حسین دکنی کے نام

مرد حسین! آپ کی مہربانی آپ نے مجھے ایک فریڈے دوست سے آگاہ کیا اور الطاف آپ نے بھی اس دوست کی کہانی سنا کر مجھے ایک بہت بڑے فریڈے سے بچا دیا ہے۔  
الطاف بھائی! آپ کی بہت مہربانی آپ کی وجہ سے میں ایک فریڈے سے بچ گیا ہوں۔

محمد آصف علی مرہ۔ سوشل سائنس

## آلو بخارہ ہو گئے

ایک دن یہی ٹنگ ہو کر خانہ سے بولی: آپ کچھ کام کیوں نہیں کرتے۔ بچے بھوک کی وجہ سے سوکھ کر چھوڑے ہو گئے ہیں۔ خانہ بولا: کدو کیا کروں، ایک دن ام زہرا تھے اور اب آلو بخارہ ہو گئے ہیں۔

ملک طیب احوان ٹنگن۔ کھیری شریف

## خیرات

ایک مولوی صاحب دعا فرما رہے تھے، موقوف تھا "خیرات" دعا سننے والوں میں ایک کبوتر بھی تھا۔ مولوی نے دعا ختم کیا اور دولت مند شخص سے پوچھا۔ "خیرات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" دولت مند بولا: "سمان اللہ خیرات کی کیا برکات ہیں جی چاہتا ہے اسی وقت جمبولی پھیرا کر مائیک لگوں۔"

ملک طیب احوان ٹنگن۔ کھیری شریف

## کھیلوں کی معلومات

بھلا پاکستان کا قومی کھیل ہاکی ہے۔  
بھلا پاکستان نے 3 بار ہاکی گولڈ میڈل جیتے تھے۔  
بھلا ہاکی کھیل۔ سب سے زیادہ تحصیل گوجر ضلع لوہا ننگ میں شہر اور مغبوط ہے۔

بھلا کھیلوں کا صنعتی شہر سیالکوٹ ہے۔  
بھلا پاکستان میں سب سے زیادہ کھیل اچانے والا کھیل کرکٹ ہے۔

بھلا کرکٹر محمد یوسف نے 2006ء میں دو عالمی ریکارڈ ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز اور نو پندرہاں مائی ٹھیک۔  
دن ڈے کرکٹ میں وہی ہزار سے زیادہ رنز جانے والے

کھلاڑی مکی ٹنڈیکر، راہول ڈر پوڑا، سارو مگلوٹی، انضمام الحق، ہستھ جے سوریہ ہیں۔

☆ دن ڈے کرکٹ میں تیز ترین پٹری جانے والا کھلاڑی شہد خان آفریدی ہے۔

☆ دن ڈے اور ٹیسٹ کرکٹ میں ایک ہزار وکٹیں لینے والا کھلاڑی سرلی دھرن ہے۔

☆ آنس ہاکی کی ابتدا انگلینڈ سے ہوئی۔

☆ اسکواٹش کی ابتدا انگلینڈ سے ہوئی۔

☆ ٹیسٹ کرکٹ میں آٹھ ہزار رنز مکمل کرنے والے پاکستانی کھلاڑی جلالہ میاں داد تھے۔

محمد الطوحید ابرار۔ آواران ٹونڈا

## بتل شخصیت کا آئینہ دار

گال پر بتل: نہایت گہری مستقل مزاج شخصیت کی علامت ہے۔ ایسا شخص ہر معاملے میں میانہ روی کا قائل ہوتا ہے۔ اسے روپے پیسے کا زیادہ ہوش نہیں ہوتی اور ہر حال میں خوشی محسوس کرتا ہے اور مطمئن رہتا ہے۔

ٹھوڑی پر بتل: کسی بھی جانب کیوں نہ ہو اچھی علامت ہے۔ اس بتل کے حامل لوگ قابل رشک شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ انہیں گھومنے پھرنے کا خوب شوق ہوتا ہے، دوسرے لوگوں کی خوبیوں کو اپنانے کا لالچ نہیں خوب آتا ہے۔

ہونٹوں پر بتل: اس بتل کے حامل لوگ فیاض شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ اپنے لوگ آسانی سے مقام بنا لیتے ہیں۔ ہاتھ کے درمیان میں بتل: یہ عمل اعزاز منصب اور دولت اور خوشیوں کا باعث ہوتا ہے۔ ایسے لوگ آسانی سے مقام بنا لیتے ہیں۔

انچ پر بتل: بے حد باصلاحیت شخصیت کی پہچان ہے، ایسے شخص کو دولت، عزت، شہرت سب کچھ میسر آتا ہے۔

ناک پر بتل: اس بتل کے حامل لوگ غلام دوست ہوتے ہیں۔ مگر ان کے مزاج میں تلون بہت ہوتا ہے۔ ایسے لوگ ہر وقت دولت کے پتھر میں رہتے ہیں خواہ منصوبہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو۔

کلائی پر بتل: ایسے لوگ کفایت شعار طبعاً خوش تدبیر اور ایجادات کے ماہر ہوتے ہیں۔

پیروں پر بتل: ایسے افراد کو سخت محنت کر کے بچپن کی دشواریاں پر عبور حاصل کرنا ہوتا ہے۔





دو آتش پر جگا کرے اور اس کو مارے یہ علامت مریضین  
صادقین ہے۔ (6) پہلائی جگہ پر راضی ہو جاتا ہے یہ علامت  
حقانین ہے۔ (7) اس کی جائے رہائش پر کوئی غالب ہو جاتا  
ہے تو اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جگہ چلا جاتا ہے یہ نکالی  
راضین کی ہے۔ (8) اس کو بھریں اور پھر نکلا لیں تو نوما آ  
جاتا ہے مار کا کینہ نہیں رکھتا یہ علامت خاشعین سے ہے۔  
(9) کھانا سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہے تو دور بیٹھا ہوا کھتا ہے یہ  
علامت مساکین سے ہے۔ (10) کسی مکان سے کوئی کر  
جاتا ہے تو پھر اس کی طرف التفات نہیں کرتا یہ علامت  
مخرومین سے ہے۔

اے عزیز قناعت کا سبق کتے سے حاصل کرنے اکثر  
دیکھا ہو گا کہ شکاری کتوں کو دب گئی کوچوں کے کتے دیکھتے  
ہیں تو ان پر بھونکتے ہیں اور کہتے ہیں اے مسکینو! دب تم نے  
مردمرد اور لڑکھانوں کی طرف رغبت کی تو تم زنجیروں کے  
ساتھ قید ہو گئے اگر تم بھی گڑی بڑی اور روکی سوگی چیزوں پر  
قناعت کرتے تو ہماری المرح کھلے اور آزاد زندگی بسر کرتے۔  
محمد عمران بٹ۔ ذحوک ڈل

### معلومات قرآن پاک

- ✽ قرآن پاک میں 700 سے زائد بار نماز کی تلقین کی گئی۔
- ✽ سورہ فاتحہ کو قرآن پاک کا دل کہا جاتا ہے۔
- ✽ قرآن پاک میں 866 آیات ہیں۔
- ✽ سورہ رحمن کو قرآن پاک کی دھن کہا جاتا ہے۔
- ✽ قرآن پاک میں کل چودہ جہدے ہیں۔
- ✽ قرآن پاک مضامین الہدک میں نازل ہوا۔
- ✽ قرآن پاک مضامین الہدک میں نازل ہوا۔
- ✽ قرآن پاک میں کل تیس سپارے ہیں۔
- ✽ قرآن پاک کی سب سے لمبی سورہ البقرہ ہے۔
- ✽ سورہ نوہ ایک ایسی سورہ ہے جس سے پہلے ہم اللہ نہیں  
پڑھی جاتی۔ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورہ کوثر ہے۔
- ✽ قرآن پاک میں کل سات منزلیں ہیں۔
- ✽ قرآن پاک میں کل ایک سو چودہ سو تین جہدے ہیں۔
- ✽ قرآن مجید واحد کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ  
پڑھی جاتی ہے۔

ڈاکٹر سعید اداس۔ ماری

جانتے ہیں کہ اس کی زبان بھی بہت زیادہ لمبی ہوتی ہے  
زرا اللہ کی زبان ایک فٹ سے بھی زیادہ لمبی ہوتی ہے جس کا  
مغضب یہ ہے کہ وہ اپنی زبان سے اپنے کان پاہیں سکتا ہے۔  
16 ویں صدی عیسوی میں انمارک میں پیر کرکسی کے طور  
استعمال ہوتی تھی اور پیر کے بدلے کوئی بھی چیز خریدی جاسکتی  
تھی۔ 1956ء میں ہم جوڑوں کی ایک ٹیم بسب قصبہ جنوبی پنجی  
تو انیسواہاں ایک چیز ملی جو ایچم چیز کاٹن تھا جسے کپٹن اسکاٹ  
اور ان کی ٹیم 1912ء میں وہاں چھوڑ کر واپس آ گئی تھی۔ یہ  
پیر 40 سال سے زیادہ عرصے پہلے ان میں محفوظ کی گئی تھی۔ یہ  
پیر اس وقت بھی کھانے کے قابل تھی۔

فیل احمد ملک۔ شیدائی شریف

### اقوال زریں

- ✽ کھانے کی ابتدا تمک سے کرو، اس سے مزہ چار دیو سے  
قناعت ہوتی ہے۔
- ✽ کمزور پر حملہ کرنا بزدلی کی علامت ہے۔
- ✽ بھولوں کی دوستی سے پہلے کانٹوں سے روکتا کرو۔
- ✽ اس چیز کے لئے آنسو مت بہاؤ جو تمہارے لئے نئی ہی نہ  
ہو۔
- ✽ غم کو زندگی میں شامل نہ کرو کیونکہ وہ ایک ماضی چیز ہے۔
- ✽ ایک نوبھری خوشی کے لئے دوسروں کی خوشیاں مت چھینو۔
- ✽ اگر دکھوں کا سمندر میرا کرتا چاہتے ہو تو آفتوں کو جذب  
کرنے کا حوصلہ پیدا کرو۔
- ✽ وہ شخص غریب ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔

محمد خیر خان۔ موٹا لوی

### اقوال زریں حضرت حسین بصریؒ

- ✽ خانی پیت شیطان کا قید خانہ اور بھرا پیت اس کا اکھاڑہ  
ہے۔ اگر خدا سے ڈرتا ہے تو اس کی تعریفات میں کلام مت کرو۔
- ✽ کہتے ہیں اس ایسی عہدہ خصلتیں ہیں کہ وہ ہر مومن کو  
اختیار کرتی چاہئیں۔ (1) وہ بھوکا رہتا ہے یہ آداب صالحین  
سے اور تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے، یہ علامت مہربان کی  
ہے۔ (2) اس کا مکان نہیں ہوتا یہ علامت حقانین سے ہے۔  
(3) اوقات کو کم سوتا ہے یہ صفات شب بیداروں اور علامات  
مکمنین ہے۔ (4) جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا یہ  
صفات زاہدین کی ہے۔ (5) یہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا گویا

## گلاب کی تاریخ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک سے لہو کے قطرے زمین پر گرنے لگے تو اللہ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کے حبیب کا خون زمین پر گرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے میدان میں غورا ایک گلاب کا پودا لگا دیا خون زمین پر گرنے کے بجائے گلاب پر گرا جس سے گلاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کی خوشبو آگئی۔ ہوں گلاب کا پھول وجود میں آیا۔

☆..... (محمد نعمان - ہر نفس پورا، ص ۱۰۷)

## دولت

طبر کا لونی کراچی شہر کا لہقت مارکیٹ نزد جناح سکوٹر پر واقع منڈ اور ہاؤس میں محمد عاطف حسین مدنی نے اپنے چچا محمد گوہر علی مدنی سے کہا۔ چچا جان آپ آگھیں بند کر لیں۔ گوہر چچا (حیرت سے) کیوں بھئی، کیا بات ہے؟ محمد عاطف حسین مدنی۔ چچا گوہر ادا کی گئی ہیں جب تمہارے چچا محمد گوہر علی مدنی کی آگھیں بند ہو جائیں تو ہمیں بہت ساری دولت حاصل ہوگی۔

☆..... پرو فیسر ڈاکٹر واجد عینی - کراچی

## تمک

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی میرٹو ڈیپارٹمنٹ بنگلوں میں رہائش پذیر تین پرو فیسر ان پرو فیسر سید واجد حسین نقوی سید ساجد حسین نقوی اور پرو فیسر سید واجد حسین نقوی ریلوے گھاٹ نزد میرٹو کے ہوئے تھے جنہوں نے کہا کہ ہمارے تھے کہ تمک کم چ گیا۔ جنہوں پرو فیسر ان لاچ سے کہ بازار سے تمک کہنا لائے گا۔ پرو فیسر سید واجد حسین نقوی نے کہا کہ جو سب سے پہلے بولے گا وہی تمک لائے گا۔ جنہوں خاموش ہو گئے۔ کئی دن گزر گئے لوگ کہے کہ شاید مر گئے لیکن پہانے کے بعد لوگ ان کو دیکھا ہے تھے کہ پرو فیسر سید واجد حسین نقوی بول اللہ۔ میں زندہ ہوں۔ باقی دو پرو فیسر سید واجد حسین نقوی اور پرو فیسر سید ساجد حسین نقوی بھی غورا اٹھ کر بیٹھ گئے اور پرو فیسر سید واجد حسین نقوی سے بولے۔ چائیک۔

☆..... پرو فیسر ڈاکٹر واجد عینی - کراچی

## لٹائف

● چری قبرستان میں جس بیوہ کا تھا۔ پولیس: کیا کر رہے ہو؟ چری: ابو کے لئے دعا۔ پولیس: یہ تو بچے کی قبر ہے۔ چری: ابو بچپن میں ہی مر گیا تھا۔  
● ایک بڑی عورت ایک پکڑ کر رہی تھی جس پر اس کے شوہر نے کہا۔ دلہن! اس عورت میں کون دیکھے گا؟ بڑی عورت شراب کے بول: کوئی دیکھے نہ دیکھے خیر تو ضرور دیکھے گا۔  
● سولی عورت نے چور بکڑ لٹا دیا جس کے نو پر بیٹھ گیا اور کہے: چور پولیس کو بلا لا۔ نوکر: میری چٹل کھو گئی ہے۔ چور چلا۔ بھائی: میری بکٹ لے کر چلی جا۔

☆..... مرحمت ساجن - طبع خوشاب

پانچ وقت کی نماز سے اللہ پاک کے پانچ وعدے

- (۱) رزق کی کئی ددر کروں گا۔ (۲) قبر کا ظاہر دل دوں گا۔ (۳) اللہ رب سید سے (۴) تم میں دوں گا۔ (۵) اپنی مراد سے کئی کی دلاؤں گا۔ (۶) جنت میں بلیر حساب کے داخل کروں گا۔ سبحان اللہ!

☆..... مرحمت ساجن - طبع خوشاب

## بڑھنے اور سوچنے سمجھنے!

● دوست: کئی دوست کو غسل دے کر کہہ دیتے ہیں۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)  
● قنوک: اے لوگو! تم میں دنیا پر فخر کرتے ہو جس کا بہترین مشروب کھن کا قنوک (شہد) ہے اور بہترین کپڑا نیز کھن کا قنوک (ریشم) ہے۔

☆..... محمد فہیمہ انمول - جالندہ

## درنگی نماز

- اکثر ظہر اور عصر میں ہم سے یہ حال ہیں:
- (۱) جلدی جلدی نماز پڑھنا۔
  - (۲) اذان اور اگلیاں قبلے رخ نہ کرنا۔
  - (۳) گھر نماز پڑھنا۔
  - (۴) امام سے پہلے کسی رکعت گنا کرنا۔
  - (۵) کچھ اور دوسرے گنا۔



ترکیب ہوناں دھوکاں میں دال، لہجہ، ثابت صرف پاؤں نہریاں  
 اور پانی کا کروچی آج پر فکر بھاد گھٹنے تک گئے کے لئے رکھ دیں  
 جب ہوناں اور دال ملو ہو جائے تو نمک شامل کر کے پانی غلک کر  
 لیں۔ مازہ تیار آمیزہ سل، ہار یک ہیں لیں۔ بقیہ یہاں کو کھانسی  
 کر کے چھٹی میں دھوکہ ہاتھ سے دبا کر، اس کا نام پانی لال لیں اور  
 اس میں ہر اس سالہ مار کس مار یک سات کر امل و جود۔ پھر اس سالے  
 کو پیے ہوئے آمیزے میں ہاتھ سے اچھی طرح کس کر لیں اور  
 کباب کی شکل دے کر دھکے کے لئے فرقاں میں رکھ دیں۔ بہت  
 ضرورت میں، غیر تھوڑا سا تیل امل کر دیا جائے گا کہ لڑائی کر لیں۔

[illegible]

ترکیب: پائے اور سری اچھی طرح صاف کروا کر دو لیں۔ تمام انگ  
ساختہ کو پانی میں ڈالیں۔ پتلا چوبے پر رکھ کر پے ہوئے  
مسائل کو نکالیں۔ چند منٹ بعد پانی نالی کر کے پکے  
دیں۔ پھر دلی ڈال کر چند منٹ بعد سری پائے والی کر لیں۔ چائے  
گل جائیں تو تیل میں پیاز ڈال کر گھولن لرائیں۔ سری پائے کو  
پیاز میں شامل کر کے خوب ہونیں، جب سلا تیل چھڑوئے تو ہوا  
سلا نکٹ کر ڈال دیں۔ حریر چھ منٹ دم پر رکھنے کے بعد پیاز  
لیں۔ حرے اور سری پائے تھوڑی دلی کے ساتھ گرم گرم  
کر دیں۔

از انہادی و کشت ایک کلو، باستی ماول ایک کلو، چنانچہ ایک پاؤ،  
 لٹرائز ایک پاؤ، دسی ایک پاؤ، پودینہ ایک گونڈی، لیٹوں دو ہون، ہر  
 مرغی چھ ہون، آلو بخارے چھ ہون، گر مسالہ پاؤ اور ایک چائے کا

تنگہ مال سرخ پاڑا ایک کھانے کا کچھ، چھوٹی سی گلی اور پھر دو چائے کی  
چائے کی آدھا پائے کا کچھ، اور پھر وہ کھانے کے کچھ، بہت گرم مسالا  
ایک کھانے کا کچھ، کینڈا کر حسب ضرورت، مٹی ایک پاڑ، بریالی  
بجول پھر دھرت۔

منجی کے لئے: عورت ایک پاؤ بسن، چرخ، اور ک عین ملک کا کلوا،  
 ثابت دھپا، کمانے کے کچھ ہوتے، کمانے کے کچھ ملک حسب  
 (ا) ایک، اخیر مڈ آدھا پانے کا بجی۔

ترکیب: گوشت میں غلٹی کا سلطان اور پانی ڈال کر پیچھے رکھ دیں۔ گوشت گل جائے تو غلٹی مہمان نہیں۔ غلٹی کی صفہ بہت کم ہونی چاہئے۔ چلی بین میں ڈال کر بیچہ فریائی کریں۔ آؤگی چاؤ اگے کر کے رکھ دیں۔ پانی میں گوشت ڈال دیں پھر ہلکا سا بھون کر حوام سائے مثال کر کے حریر بھر دیں۔ غلٹی بھی مثال کر لیں پانی تقریباً خشک ہو جائے تو دوبار لیس اب چاول بھی ایک کئی ڈال لیں پھر ایک چمچ چاول کی جودہ ایک تار سالن کی نکالیں پھر وہ دھارہ چاول کی علیک جس کا نمیں۔ فریائی بیچہ کیونکہ اگر وہ فریوں کا رس ڈال کر دم پر رکھ دیں مرو کرتے وقت کچے ہاتھ سے کھیں کر لیں۔

[illegible]

ترکیب۔ سب سے پہلے گل کرم کر کے اس میں ادویہ لہسن کا  
عستہ ڈال کر ہلکا ہون لکھ پھر لکیر خالی کر دیں اور دوا منہ چھو  
چھاتی رہیں۔ پھر دوا لکھنا پوری اور ہلانی کا ہمسلا ڈال دیں۔ صرف  
ہوا سلا نہ دیں۔ جیسے کافر یا چھوڑا دوا منہ نہ دیں۔ پھر تیل  
کے درمیان میں پھولی سی شکل کی کنواری رکھ کر اس میں ابھی طرح  
سے دھکا دوا کنواری رکھ کر ایک چھوٹا گل ڈال دیں اور دوا اڑھک  
دیجی کہ بھاپ باہر نہ آ سکے۔ میں سے کبھی منہ کے لئے دوا ہالی  
آج پچھے رہی اور جسے میں ابھی طرح چھو پھلتی۔ چھاتیوں کے  
ساتھ دوا کر رہی۔

اسماء بنت عبدالمطلب

☆☆☆

خوش ہو جائیں۔ دوسرے نے کافی سوچ بچار کے بعد انگوٹھی پر ہاتھ رکھا۔  
 "یہ وقت بھی چلا جائے گا۔"  
 "..... عتیقہ حویلیب۔ علی پر رحمہ"

### لفظ لفظ موتی

موتی سے تمہارے دل کا سید ہوتا ہے اس پر لکھا تھا کا سید ہوتا ہے ان کے لئے ہے جو خوش کرتے ہیں۔  
 موتی جو شخص تعلیم کی شعلیں نہیں جھیلتا اسے جوشہ جہالت کی لہریں جھیلنا پڑتی ہیں۔  
 موتی کا سید ہے نہیں، علم اور خدا پر اسرار سے حاصل ہوتی ہے۔  
 موتی حلقہ وہ ہے جو دوسروں سے مہرت حاصل کرے نہ کہ دوسروں کے لئے مہرت کا باعث بنے۔  
 موتی علم کی امتداد اسرار کی عزت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔  
 موتی اپنے سے خوشی اس طرح بخشتی ہے جس طرح زمین میں لپکا ہوا راج لعل بنتا ہے۔  
 موتی انسان کا سب سے بڑا کامنہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل اور زبان کو قابو میں رکھے۔  
 موتی قابلیت اور اسرار رکھتا ہے تو آنکھ دکھانے سے زیادہ کام لواتا رہیں کہ نہ نہ کرے۔  
 موتی قناعت و صبر کا یہ ہے جو کبھی غم نہیں ہوتا۔  
 موتی کسی ایک جگہ نہ رہتا ہے جسے غریب نہیں جاسکتا۔  
 موتی دلوں میں اترنے کے لئے بیڑی کی نہیں اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔  
 موتی کوشش کرے کہ تم دنیا میں رہو، دنیا تم میں نہیں۔ کیوں کہ کبھی جب پانی میں رہتی ہے خوب تیرتی ہے لیکن جب پانی کھینچ لیا آ جاتا ہے تو وہ دلوں میں جاتی ہے۔  
 موتی اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمت ہے۔  
 موتی جو مقرر ہوتا ہے وہ وہی مقرر ہوتا ہے۔  
 موتی زیادہ دیا تمہاری لوگ کرتے ہیں جن کے پاس کئے کو کچھ نہیں ہوتا۔  
 موتی جھوٹ گمراہی کی ماں ہے اور کج سادگی بھاری کا علاج۔  
 موتی زندگی میں دو باتیں بڑی تکلیف دیتی ہیں ایک وہ جس کو چاہے اس کا نہ لے سکا اور دوسرا وہ جس کو نہ چاہے اس کا لے جانا۔  
 موتی اچھا دوست جتنی باریگی دے اسے سنا، اس لئے کہ وہ باریگی باریگی ملتی ہے اس کو پڑنا چاہتا ہے۔  
 موتی جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ سب سے ڈرتا ہے اور جو خدا سے

### شرط

لیبر کا دل ایک سادہ فز و جناح اسکا اڑ کر اپنی قبرستان کے قریب ایک شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھا۔ اس کی ایک آنکھ کچھ اور دوسری مصنوعی (تھرک) تھی۔ فریڈک وہ لکھتا تھا۔ اس نے اپنے ایک رشتے دار سید خیر علی رضا سے شرط لگائی کہ میں تم سے زیادہ دیکھتا ہوں۔ جب شرط منظور ہوئی تو کالے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں جیت گیا ہوں کیونکہ میں تمہاری دلوں آنکھیں دیکھ رہا ہوں جبکہ تم میری صرف ایک ہی آنکھ دیکھ رہے ہو۔

### چکلے

امید: ایک گدھا دوسرے گدھے سے۔ بار میرا مالک مجھے بھگاتا ہے۔ دوسرا گدھا تو بھاگ کیوں نہیں جاتا پہلا گدھا۔ میں بھاگ تو جاؤں لیکن مالک کی خواہش نہ تھی جب کوئی شرارت کرتی ہے تو وہ اسے کہتا ہے کہ میں تیری شادی اس گدھے سے کر لوں گا۔ پس اسی امید پر دھکا ہوا۔  
 قسمت: ایک شخص کو گہری رنگت بہت پرندہ تھی مثنوی قسمت کہ اس کی ہونے والی بیوی کا رنگ بہت کالا تھا۔ مثنوی کے دن قریب آرہے تھے اور اس شخص کی لڑائی ہندو پر قرار تھی بلکہ اس کی لڑائی میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ لڑکوں کو اس کے دوست نے جو اسے پس انداز اور چپ چپ دیکھا تو بولا۔ پھر مجھے تو دہلی میں کچھ کالا لگتا ہے یہ تمہاری لڑائی دیکھ کر کہ اپنی ایسی قسمت کہاں دوست یہاں تو سامی دہلی کی کالی ہے۔ اس شخص نے جل کر کہا۔  
 پیغام اور پیغام رساں: میں نے اپنی محبوبہ کو خط لکھا اور جس میں اس بات پر خاص زور دیا کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جنہیں میں خط میں نہیں لکھ سکتا کیونکہ سسر آئیں خلوت کھول لیتا ہے۔ پھر جیسے دن مجھے سسر آئیں سے خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا۔ ہم خط نہیں کھولا کرتے۔ یہ اترا اٹھلا ہے۔  
 "..... ہاں۔ لیکن

### یہ وقت بھی چلا جائے گا

لیک دلیکا ذکر ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ تم میری انگوٹھی پر کچھ ایسا لکھ کر دو کہ اگر میں خوشی کے وقت اسے دیکھوں تو لیکن ہو جاؤ تو اگر اداسی میں دیکھوں تو

www.paksociety.com

www.paksociety.com



## کہکشاں

☆ سارے آسمان کی اور عظیم پانچ افرات زمین کی رحمت ہیں۔  
☆ نیل دولت کا مالک نہیں ہوتا بلکہ دولت اس کی مالک ہوتی ہے۔

☆ فقیر کا ایک درہم کا صدقہ فقی کے لاکھ درہم سے بہتر ہے۔  
☆ علم کی پذیرائی اور سوچ کی گہرائی ہوتی کوئی چار سو فی صدی کے درجہ تک نہیں ملتی ہو جاتا ہے۔

☆ سڑک چاہے کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو لیکن عیدل پلے والوں کو تھکا دیتی ہے۔

☆ اپنا حق لینے میں بھی کسی نہ کر دہانت دوسروں کے غصہ حق سے بچ۔

☆ گری سے غمزدہ ہوتی ہے۔  
☆ چالی گلاب سے زیادہ اگتی ہے۔

☆ حریف کی آنکھوں کو فقیر کی ملی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔  
☆ آگے بڑھنے کے لئے چلا بہت ضروری ہوتا ہے۔

☆ وقت سے پہلے اور مقدم سے زیادہ نہیں ملتا۔  
☆ دنیا داری انسانیت کی جان ہے۔

☆ آپ انسان سے سب کچھ نہیں سکتے ہیں مگر اس کے جذبہ نہیں۔

☆ انسان کی ہر خواہش کا پورا ہونا ضروری نہیں کیونکہ پھول کی کچھ چٹاں بھر بھی ہلتی ہیں۔

☆ ایس اقتیاز احمد - کراچی

## محبت کیا ہے؟

☆ محبت ایک انوکھا جذبہ اور دھڑبھڑ احساس ہے۔ محبت اگر "بھائی" سے ہو جائے تو اخوت کی دہانہ "بھین" سے ہو جائے تو حیا کی چادر "بھائی" سے ہو جائے تو جنت کی ہوا اور "اپ" سے ہو جائے تو ابدی کی طاقت بن جائے اگر لڑکا یا لڑکی سے ہو جائے تو بھائی بھنوں، "شوہر" سے ہو جائے تو بھو سے کا رجبہ اور اگر "بیوی" سے ہو جائے تو شوہر کے لئے راحت و وقار بن جائے۔ محبت اگر ہمارے "پیارے آقا سرکار" درینہ رحمت للعالین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے تو دنیا و آخرت منور جائے اور اگر یہی محبت "خدا تعالیٰ" سے ہو جائے تو ساری کجیتیں اس میں مٹ جائیں۔

☆ ایس اقتیاز احمد - کراچی

☆ دنیا کا سب سے اونچا ڈیم "ایم دمن" ہے۔  
☆ دنیا کا سب سے بڑا گلاب گھر "نور الدین" میں ہے۔  
☆ دنیا کا سب سے معروف ترین اثر پورٹ "فلکا گز" میں ہے۔  
☆ دنیا کی سب سے بڑی جھیل "میتھر" میں ہے۔  
☆ آبپاشی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک چین ہے۔  
☆ دنیا کا پہلا ایک میزائل (V-1) "جرمنی" نے بنایا۔  
☆ دنیا کا سب سے بڑا ریلوے سٹیشن "سٹریٹ" امریکہ میں ہے۔

☆ غفر حیات - روزہ قتل

## لطیفہ

☆ ایک بھر اپنے پاس سے: ہمارے زمانے میں خون پونا مشکل ہوا کرتا تھا۔ پوتا دو کیسے دلاؤ کیونکہ اس وقت مور نہیں پرے کپڑے پہنا کرتی تھیں۔

☆ محمد فاروق - رحیم یار خان

## قالموشی

☆ میر کاٹلی نود چورم جناح اسکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ کراچی کے گینڈہ محل کے لاؤنج میں مالک سید ساجد حسین نقوی نے اپنے ملازم علی حسن سے کہا: ایک گڑھا کھود کر یہ قالموشی میں ڈال دو۔ تو کر علی حسن: تو پھر اس گڑھے کی ملی کہاں جائے گی۔ مالک سید ساجد حسین نقوی: اسے اٹھ! ایک گڑھا کھود کر اس میں ڈال دینا۔

☆ برادر فیر اکڑا جہ گینوی - کراچی

## تسل

☆ اظہار کے صوبے یوپی کے مشہور ہر بھتی طبع بجنوری کی تفصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پٹواریاں میں ایک پٹواری سید محمد خورشید علی نقوی بیمار ہو گیا اور سردی کے اثر سے اتنا سخت بیمار ہوا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ ڈاکٹر سید واجد حسین نقوی نے اسے دیکھ کر چلے ہوئے تسلی دینے کی غرض سے کہا: ٹھیک ہے میں تمہیں پھر دیکھوں گا۔ پٹواری سید محمد خورشید علی نقوی بولا: آپ تو دیکھیں گے۔ ڈاکٹر صاحب میں بھی آپ کو دیکھ سکوں گا؟

☆ برادر فیر اکڑا جہ گینوی - کراچی

## کلیاں

☆ کسی کو کامیابیت چاہو کہ اس کی جہالتی برداشت نہ کر سکو۔  
☆ ہر گشت و گزارے میں اس کی جگہ ملتی ہے جہاں گم ہوئی ہو سوائے بہت کے۔  
☆ وہ غم اچھا جس کے ہر خوشی میسر ہو۔ وہ خوشی کس کام کی جس کے ہر غم ہو۔  
☆ طاقت سے کسی کو حاصل کرنا آدمی فتح ہے اور بہت سے کسی کو حاصل کرنا کھلنا ہے۔  
☆ زندگی ہمارے بس میں نہیں مگر دوسروں کو خوش رکھنا اختیار میں ہے۔  
☆ کامیاب وہ معاشرہ ہے جس میں بچے سے لڑکھنوں اور بڑے ہیں اور بچے ہی سے حقوق راہ دہتے ہیں۔  
☆ ..... انعام علی۔ جٹ

## غزل

☆ میں جب بھی لکھتا ہوں اپنی داستاں شعروں کی صورت میں  
☆ ابھرتا ہے آنکھوں میں جہاں اپنا شعروں کی صورت میں  
☆ کھڑا ہوں نہ میں ایک دن ہواؤں میں یوں ڈرتا ہوں  
☆ میں اپنے آپ کو رکھوں کہیں شعروں کی صورت میں  
☆ سر ہٹ کر چاہوں تو چہ دینا قرنم سے لڑا  
☆ مجھے بھی ساتھ لے جانا وہاں شعروں کی صورت میں  
☆ میں شاعر ہوں، میں ہوتوں پہ کہانی بن کے جھوں گا  
☆ میں آنکھوں میں ہاؤں گا جو ان شعروں کی صورت میں  
☆ مجھ سے دور گئی سرزد طلسمانی لہروں کا دلی  
☆ حقیقت سے کل آگیاں شعروں کی صورت میں  
☆ وہ جب بھی چاہتا ہے پوچھ لیتا ہے کوئی مصرع  
☆ میرے دل میں ہے ہر زمانہ ان شعروں کی صورت میں  
☆ جنوں کا یہ سہرا کہ اپنی غزل کھٹے واہ  
☆ یوں ناؤں پر لگاؤ وہاں شعروں کی صورت میں  
☆ ..... پرو فیسر ڈاکٹر واہد گینوی۔ کراچی  
☆ طلب کر رہی تو میں اپنی آگیاں بھی ان کو دے دوں تقدس  
☆ مگر یہ کون سی آگیاں آنکھوں کے خواب مانگتے ہیں  
☆ داغ ہمارے تیری پیشانی پہ ہوا تو کیا  
☆ کوئی آگیاں ہم کر کہ زمین پہ نکلتا رہے  
☆ ..... شاہد نواز ایڈیٹر احسان علی

☆ یہ لڑتا ہے وہ کسی سے نہیں لڑتا۔  
☆ سب سے زیادہ متاثر وہ ہے جس نے قیامت نہیں کی۔  
☆ وہ علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔  
☆ خدا ہر طاقت کو خود خدا رک دیتا ہے مگر گھونٹے میں نہیں۔  
☆ ..... منیر عذیب۔ علی پور جٹ

## معلومات پاکستان

☆ انسان کے ہاتھوں سے بڑا ہوا دنیا کا سب سے بڑا جنگل  
☆ "پھانگالگا" پاکستان میں ہے۔  
☆ دنیا کا سب سے بڑا اقلہ رانی کوٹ (سندھ) پاکستان میں ہے۔  
☆ دنیا کا سب سے بڑا انہری نظام پاکستان کا ہے اس کی لمبائی چالیس ہزار میل ہے۔  
☆ دنیا کا سب سے لمبا دریا "سکریراج" پاکستان میں ہے۔ یہ دریا سندھ پر واقع ہے اس کی لمبائی تقریباً ایک میل ہے۔  
☆ دنیا کا سب سے بڑا ایم "تریلا ڈیم" ہے جو پاکستان میں ہے۔  
☆ دنیا کی سب سے بڑی لک کی کان کھنڈہ (جہلم) پاکستان میں ہے۔  
☆ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی "کے 2" (سکریراج) پاکستان میں ہے۔ اس کی بلندی تقریباً 28250 فٹ ہے۔  
☆ ..... منیر عذیب۔ علی پور جٹ

## مشکل سوال

☆ اظہار کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل گنیز ریلے سے روز پر واقع مصلیٰ سید نعل ہائر سیکنڈری اسکول کی کلاس خشم میں استاد سید صاحب حسین نقوی صاحب نے اپنے شاگرد سید واہد حسین نقوی سے پوچھا۔ اگر کسی کی عمر پچیس سال ہے تو پچیس سال کے بعد اس کی عمر کتنی ہوگی؟  
☆ شاگرد سید واہد حسین نقوی۔ یہ بہت مشکل سوال ہے۔ استاد سید صاحب حسین نقوی۔ اس میں مشکل دانی کوئی بات ہے؟  
☆ شاگرد سید واہد حسین نقوی۔ آپ نے یہ بتا دیا کہ کسی کی عمر پچیس سال ہے عورت کی یا مرد کی؟  
☆ ..... پرو فیسر ڈاکٹر واہد گینوی۔ کراچی



☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گیلانی - کراچی

## جنت کی قیمت

صحابہ ستہ میں شامل ایک کتاب میں ابو داؤد کے جامع نام ابو داؤد سلیمان بن احمد مشہور محدث اور بزرگ تھے انہوں نے اپنی کتاب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک بھی ذکر کی ہے کہ جب کسی شخص کو پھینک دئے وہ "یہک اللہ" کہے اس کے پاس والے "یہک اللہ" کہیں اور پھر ان کو "یہک اللہ و یطیع ملککم" جواب میں کہے ایک بار امام ابو داؤد سلیمان بن احمد ایک شخص میں سطر کر رہے تھے وہ دیکھ کے کہار سے ایک آدمی کو پھینکے کے بعد الحمد للہ کہتے ہوئے ملے اب اس صاحب کی شخصیت کا آگے لکھ چکی تھی تو آپ نے ایک چھوٹی سی کھٹی کر لئے برلی اور ایک درہم شیشی والے گدیا اور پھینکے والے کے پاس آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق "یہک اللہ" کہا۔ اس (پھینکے والے) شخص نے جواب میں "یہک اللہ و یطیع اللہ" کے الفاظ کہے ہیں امام صاحب نے ایک درہم دیا کہ سنت کی تعمیل کی اور واپس آگئے ساتھیوں نے اس شخص کی وجہ پوچھی تو آپ فرماتے گئے مجھے خیال ہوا کہ ہو سکتا ہے یہ شخص مستجاب اللہ عزت ہو اور اللہ کے یہاں اس کی دعا بھی قبول ہوتی ہوں اور پھر سے حق میں جب "یہک اللہ" کہے تو اس کی یہ دعا میرے حق میں بھی قبول ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ جب سطر کرتے ہوئے رات کو سب مسافر سو گئے تو سب نے ہاتھ نہیں کی یہ آواز سنی۔ کھٹی دلو ابو داؤد نے ایک درہم کے عوض اللہ تعالیٰ سے جنت خرید لی؟

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گیلانی

## شناخت

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سید یحییٰ کالج کے پروفیسر سید زاہد حسین نقوی صاحب نے لوگوں سے پوچھا تھا تو انسانی کھوپڑی خرد کی ہے یا عورت کی؟ ایک ایم بی بی ایس کے طالب علم سید زاہد حسین نقوی نے جواب دیا۔ عورت کی۔ پروفیسر سید زاہد حسین نقوی نے غریبی لہجے میں کہا۔ شاباش لیکن آپ نے اتنی جلدی کیسے معلوم کر لیا؟ طالب علم سید زاہد حسین نقوی ہر اس کو پانی کے گھسے ہوئے جڑے سے۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گیلانی - کراچی

☆ اس دماغ کا جو ایسے کاموں کی ترتیب دے۔

☆ ان کانوں کا جو چٹکی سنیں۔

☆ اس علم کا جو اپنے تک محدود ہے۔

☆ اس دل کا جو دنیا کی رنگینوں میں گھو جائے۔

☆..... العام علی - چٹ

## امول موتی

☆ اپنا رت ہمیشہ پیشہ عی رکھو کیونکہ انسان کے گناہ کی روپ ہیں۔

☆ والدین کی نافرمانی جہنم میں جگہ بنانے کے مترادف ہے۔

☆ اپنے آپ کو حسن اخلاق اور علم کے ذریعہ سے آراستہ کرنے کی ہمیشہ کوشش کرو۔

☆ سچائی سے کام لینے والے کسی دلیل نہیں ہوتے۔

☆ اس نظم کا کوئی فائدہ نہیں جس پر عمل نہ کیا جائے۔

☆ آسان پر نظر ضرور دلو مگر سبے پاؤں زمین پر ہی رکھو۔

☆ اپنا نظم اسے مت دکھاؤ جس کے پاس حرام نہ ہو۔

☆ خاموشی نصیحت کا بہترین علاج ہے۔

☆ کسی کو پانے کی تمنا مت کرو بلکہ خود اس قابل بننا چاہو کہ لوگ تمہیں پانے کی تمنا کریں۔

☆..... محمد رفیع مظہر سی - جلیاں

## قصیدہ

انڈیا کے صوبہ ہریانہ کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کی بڑی سٹیشن پر کے محلے پڑاواں میں ایک دلہا امیر شہر عکرم ان خواب آف حسین پر سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے اپنا کھانا قصیدہ ملا انھیں کو شاد اور دائے طلب کی۔ ملا انھیں نے ہر قسم کی کا اظہار کیا۔ کچھ اچھا نہیں۔ امیر شہر عکرم ان خواب آف حسین پر سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے ملا انھیں کو قید خانے میں ڈال دیا۔ ملا انھیں دو دن بعد قید سے رہا ہو کر واپس آ گئے۔ ایک دفعہ امیر شہر عکرم ان خواب آف حسین پر صاحب بہادر نے قصیدہ کھانا اور ملا انھیں سے دائے طلب کی۔ پہلے تو ملا انھیں کا موش رہے پھر اٹھ کر جل دیئے۔ امیر شہر عکرم ان خواب آف حسین پر سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے پوچھا۔ ملا انھیں جی اکھر جارہے ہو؟ ملا انھیں برا سامنا بناتے ہوئے بگڑے موڑ میں اچانک بولے۔ قید خانے میں۔

شوق

انڈیا کے صوبے بھوپالی کے مشہور ہندوئی خلیع بجنوری  
تحصیل عیند کے محلے ہارہ دی سنگاں کے رہائشی عیند ش  
چترمن سید محمد بطنین زیدی ایچو اے ایل ایل بی (ایک) کے  
صاحبزادے سید محمد اقبال بطنین مسلم لوہوں کلاں کی پرنسپل  
مصطفیٰ پرنسپل کالج سید زید حسین فتویٰ صاحب نے شکایت  
کی۔ آپ کے جیسے سید محمد اقبال بطنین کو پڑھنے گئے کا بالکل  
شوق نہیں ہے۔ باپ چترمن سید محمد بطنین زیدی صاحب نے  
جواب دیا۔ مصطفیٰ یہ بات نہیں ہے اگر میرے جیسے کو پڑھنے کا  
شوق نہ ہوتا تو ہر کلاس میں تین تین سال کیوں لگا ۲۲

## 10 محرم الحرام کے اہم واقعات

اللہ تعالیٰ نے اسی روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی کشتی اسی روز جوڑی گئی۔ پیرائے پٹھری بھی۔ اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مکمل طاق اور اسی روز فردوس سے محفوظ رکھا۔ اسی روز حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکمت و دانائی ملی۔ عاشورہ کے روز نبی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سنائی سے مستعد بنادیا اور فرعون کو غرق کیا۔ اسی دن حضرت داؤد علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کی۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو چھلی کے پیٹ سے نجات فرمائی۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اسی روز سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام قید سے آزاد ہوئے۔ اسی روز حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصالی دلیلی لوٹ آئی۔ اسی روز سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام جادو گروں پر غالب آئے۔

☆ خطر حیات - روزہ نقل

## آئینہ معلومات

پاکستان کے شہر فیصل آباد کا پرانا نام "گڑل پور" ہے۔  
 پاکستان کے شہر ڈوب کا پرانا نام فورٹ "سنڈھین" تھا۔  
 پاکستان کے شہر پشاور کا پرانا نام "پرش پور" تھا۔  
 پاکستان کے شہر کوئٹہ کا پرانا نام "گورنا اس" تھا۔  
 پاکستان کے شہر جھنگ کا پرانا نام "جھنگ سیال" تھا۔



# مجھے یہ شعر پسند ہے

اس میں قسمت کی فضا ہے نہ زمانے کا تصور  
 تم تو انسان کے پیچھے کی مڑا ہوتے ہیں  
 فیصل شہزاد۔ فتح جنگ

وہ بھول ہے نہ دل میں اجڑتا ہے مجھے  
 ایسا بار محبت کی بارش ہے مجھے  
 فیصل شہزاد۔ فتح جنگ

جو ہل سکو تو کوئی ایسی چال میں جانا  
 مجھے کماں بھی نہ ہو اور تم ہلنا جانا  
 فیصل شہزاد۔ فتح جنگ

ہوتا ہے میرے دل کا ہر دھپ اٹکا  
 آتی ہے تیری یاد بڑے جیسے ہل کر  
 سائل شہزاد۔ گوجرہ

مجھے چھوڑنے کا فیصلہ تو ہر روز کرتا وہ نفسِ ہند  
 لیکن اس کا بس نہیں چتا میری دعا کے سامنے  
 اسد ایڈز صاف۔ گوجرہ

کبھی ہمت تو بھی وصل سے ہا، مجھے  
 ہم دلیپ تھے جو ہر کسی سے ہا، مجھے  
 جب کبھل کے میدان میں رہ دیا ہند  
 ہم بیت پکے تھے اسی بار مجھے  
 اسد شہزاد۔ گوجرہ

وہ اس دن سے میرے پیچھے لگ گیا ٹوکالے کر  
 جس دن سے کہا دل چیر کے دیکھ تیرا نام ہو گا  
 رضوان علی۔ گوجرہ

آج کی شام بھی قیامت کی طرح گزری سائل  
 نبھانے کیا بات تھی کہ ہر بات پہ میں تم یاد آئے  
 دیکھی صدام حسین سائل۔ سٹی خان بلہ

اکیلا رات بھر ٹھٹھا رہا مریمیں شام طر مکاں سائل  
 نہ تم آئے نہ نیند آئی نہ صبح آیا اور نہ موت آئی  
 دیکھی صدام حسین سائل۔ سٹی خان بلہ

کلی تم نہ چھٹک جائے میری آنکھوں سے کہیں  
 سکراتا ہوں بھی راز چھپانے کے لئے  
 اسد ایڈز رضوان۔ گوجرہ

” تو تم سے بہت دور مٹی ہونے لاری  
 ہم وہ خود سر ہیں جنہیں اپنی بھی تمنا نہیں  
 دھامس ماکرم۔ گوجرہ

سانسوں کے سلیٹے کو وہ زندگی کا نام لاری  
 پیچھے کے ہا جود بھی کچھ لوگ سر جاتے ہیں  
 عواد ایڈز عامر۔ گوجرہ

چوت اگر لگ جائے تو کیا ہوتی ہے دل کی حالت عواد  
 ایک آہنے کو چتر پرگرا کر تو دیکھو  
 اسمن ہاشم۔ کاند آباد

میرے دوستوں کی پہچان اتنی مشکل نہیں ہے فرد  
 وہ کھانا بھول جاتے ہیں مجھے ہول میں دیکھ کر  
 راجہ مریم۔ قلعہ خیل

آج لوٹ کر اس کی یاد آئی تو احساس ہوا ساگر  
 سوال فون مانگ کر جو بھاگ جائیں وہ بھلائے نہیں جاتے  
 راجہ مریم۔ قلعہ خیل

کیوں دانتے ہو اس کی یاد میں عامر  
 آنسوؤں سے قدم ہلتی تو آج وہ بھرا ہوتا  
 عواد ایڈز ہاشم۔ گوجرہ

ابھی جیتو میں ہوں اس کی تو اسے احساس نہیں ہے عواد  
 وہ رو کے پکارتے گا زما نہیں سر تو جانے ”  
 ہاشم ایڈز عامر۔ گوجرہ

جو مجھے مرضی ہو کہنا سافر  
 مگر یہ مت کہنا چلا مجھے تم سے چار نہیں  
 عواد ایڈز عامر۔ گوجرہ

صرف اتنا اسے بتا دینا مجھے آتا نہیں بھلا دینا  
 میری باتیں صرف باتیں ہیں، یاد آئیں کبھی تو مسکرا دینا  
 عواد ایڈز عامر۔ گوجرہ

بہدائی بھی محبت کا امتحان لیتی ہے اکثر  
 کوئی ہستا ہے اپنی دقاؤں پہ کوئی روہ ہے اپنی اداسی پہ  
 عامر شہزاد۔ گوجرہ

جس پھول کی حفاظت میں سر بھر کرنا رہا فراق  
 جب خوشبو کے قابل ہوا تو فیروں نے توڑ لیا  
 نامعلوم

جب دن کے سائے اٹھتے ہیں، جب شام بے چارہ آتی ہے  
 ہر دل چپے چپے روتا ہے جب یاد تمہاری آتی ہے  
 محمد سلطان احمد کی شاعری - اسٹوڈنٹس  
 نہ "کس کو اپنی زندگی کا اتنا حق دے  
 کہ اپنی جگہ نہ رہے اس کے روتے جانے سے  
 محمد عمر کھٹکے رشتہ  
 ہم تو وہ انا پرست ہیں جو ہر کے بھی کہتے ہیں ہادی  
 "مخلوق ہی کم بخت تھی جو ہمیں نہ پا سکی  
 حماد ہیدر ہاشمی - گوجرانو  
 ہمیں تو انہوں نے قاتل غیروں میں کیا دم تھا  
 ہماری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی بھی کم تھا  
 محمد علی حسن ایسے آباد  
 "نکلیں جان نہ لے ریت کا ٹیلہ اہل میں  
 میرے کاموں پہ ہے تعمیرات اس کی  
 محمد اسحاق اعظم - گلشن پور  
 مسکراتے ہوئے چہروں کو ٹھوس سے آواز نہ سمجھو انعام  
 ہزاروں تم چپے ہوتے ہیں کسی کی ہلکی سی مسکراہٹ میں  
 انعام علی - چتر  
 ہم نے خود میں تم کو پودا ہے اک تسبیح کی طرح انعام  
 اگر ہم ٹوٹے تو کھر تم بھی ہاڑ گئے  
 انعام علی - چتر  
 برسوں بعد بھی اس کی عادت نہ بدلی خدیجہ کی حسن  
 کاش میں دوست نہیں اس کی عادت ہوتا  
 عطا اللہ شاہ - جرنیل  
 میں نے عشق کے سمندر میں جب غوطہ کھا  
 پانی بہت غلط تھا این باہر لکل آ  
 بدلیصیب خورشید احمد - شیرپور خواجگان  
 مگرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں  
 " طفل کیا کرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے  
 حیدر علی - چوکی  
 شہیدوں کے لبہ سے جود میں سیراب ہوتی ہے  
 بڑی زرخیز ہوتی ہے بہت شاداب ہوتی ہے  
 حیدر علی - چوکی  
 تینویں میری چرا کے لہہ مسکرائے والے  
 دودیا کر کے تم بھی مجھ کو ملائے والے  
 جنید ب - ساگر - ماسکو

دندہ نہ میری قبر کو اس میں دلی ہیں جسری  
 رکنا قدم سنبھال کر دیکھو گلی نہ جانے دلی  
 عاشق نامراد کی قبر پہ تھا لکھا ہوا  
 جس کو بھی ہو زندگی عزیز " نہ کہیں لگائے دلی  
 جنید ب - ساگر - ماسکو  
 غضب کیا تیری یاد نے آ سٹا مجھے لہڑ  
 میرے وہ جودے بھی تھا بڑے جودے کے لہڑ میں  
 جنید ب - ساگر - ماسکو  
 اک بار بے اپنی لگاؤں سے گرا دیا  
 اس شخص کو پھر دل میں ہایا نہیں کرتے  
 کبیل محبت کا ہے پھر سوئی تو رات  
 نکو دیتے ہیں سب جگہ یہاں پایا نہیں کرتے  
 رانی خان - چٹا  
 عادت ہی ایسے ہیں کہ اب بار ہی میری  
 پہلے تو ملا دیتی تھی اب کچھ نہیں ہوتا  
 عتبت پہ یقین رکھ کر اس بات کو مت بھول  
 چاہے گا نہ جب تک مرا رب کچھ نہیں ہوتا  
 رانی خان - چٹا  
 اللہ سے مانگے والے کبھی ماہی نہیں ہوتے  
 بندوں سے مانگنے والے کبھی سیر نہیں ہوتے  
 حسن علی - مدد پٹری  
 نہیں وہ شخص سحر میں پھر بھی اسے مانگتے ہیں غالب  
 بنا پر لطف جا لگتا ہے سحر کو سزا دینا  
 وارث آصف خان نیازی - وال بکریں  
 طبیعوں سے کیا پوچھوں علاج درد دل کا حسن  
 مرض جب زندگی ہو تو دوا پھر کیسی  
 وارث آصف خان نیازی - سوانی بکریاں  
 جس شخص نے آنکھوں سے میری نیندیں اڑا دی ہادی  
 آرام سے سویا تو کبھی وہ بھی نہ ہو گا  
 ہشیر علی گوندل - گوجرانو  
 کتنے حسین لوگ تھے جوں کے ایک بار ہادی  
 آنکھوں میں جذب ہو گئے دل میں سا گئے  
 عامر نیوز - ملک گوجرانو  
 آنکھیں ہی میں کرتی ہیں سب دل کے پیچھے راز ہادی  
 کیوں یقین تھے میری لگاؤں پہ آتا نہیں  
 ہشیر علی گوندل - گوجرانو



①.....جنید سیف۔ ڈری  
 بھرنی پھول کی ابتدا ہی تم سے ہوئی ہے  
 پھر بھی کہتے ہو مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا  
 ②.....احسان سحر۔ میٹروپولی  
 جب دل جھڑکتا ہے تو ذرا انا گناہ ہے ہادی  
 کہ کوئی دل کی جھڑکن سے تمہارا نام نہ منے  
 ③.....عامر شہزاد۔ گوہرہ  
 جناب سے رہتے ہیں تیرے یہ میں اکثر  
 شب بھر سو پتے نہیں تیری یاد میں اکثر  
 بے درد زمانے کا بھانا بسا بنا کے ہادی  
 ساری رات روتے ہیں نہ تیری یاد میں اکثر  
 ④.....بشری ٹوڈل۔ گوہرہ  
 جو گہری نیند سوتے ہیں وہ محبت کر نہیں سکتے ہادی  
 سکون اٹا کہاں ہیں ہے محبت کہنے والوں کو  
 ⑤.....مولانا عامر۔ گوہرہ  
 نہ جانتے کیا تیرے وہ گہروں سے اُسے دانے لے  
 کہ انا کر تھرا رہی ہیں ہادی  
 ⑥.....بروفیسر ڈاکٹر احسان علی۔ کراچی  
 پیسے دے مائی ابھی رات ہادی ہے  
 میرے لئے کی ابھی شراب ہادی ہے  
 جاہ ہے سب کچھ بھلا کر چلے  
 نکالنے میں رہے دے ابھی دل میں کسی کی یاد ہادی ہے  
 ⑦.....مہاں محمد عرف۔ محی۔ گاؤں نوشہرہ  
 توڑی دی شمع اس کی طیال سے اعوام  
 کیا کسی کے نام ہے اس کا جاوے مساب رہا ہے  
 ⑧.....احمد علی۔ ہند  
 جہنم بندے ہ شہر میں کسی کی وہ سے انوم  
 اس شخص کو نہ سنے بھی جی میرے دیکھا بھی نہیں  
 ⑨.....احمد علی۔ ہند  
 دادوں نے دوسروں کو دلی ماماش ہادی  
 میرا منی کا گھر تو وہیں ہادی ہادی  
 ⑩.....شہباز احمد۔ ساہیوال  
 ایک یہ بھی حادثہ ہے میری زندگی نے ساتھ  
 میں ہوں کسی کے ساتھ، میرا دل کسی نے ساتھ  
 ⑪.....شاہد ذوالابدہ۔ احسان علی  
 من لئے تمہارے میں تیری پہچان ہادی

نو مجھے دیکھ نہ سکے میں تجھے دیکھا ہادی  
 ②.....مہمان ملک  
 شہر جب بھی آتا، جب زمین کو پرکھ لیں  
 ہر اک من کی خطرات میں اٹاواہی اٹیں ہادی  
 ③.....فرید علی۔ عریض  
 صبح ہوئی تو وہ مجھ سے لڑنے آئے نہیں  
 کہ تم ہوتے کوئی ہو میرے قریبوں میں آئے وہ  
 ④.....فرید علی۔ عریض  
 شہر بھر میں ایک ہی راتیں گھر آنا مجھے  
 وہ تم گھر بھی مرا صدیوں پہلے وہ تو  
 ⑤.....معلوم  
 آج آ چکے ہیں زندگی کی لکھنوی سے ہادی  
 ٹھکرا نہ دیں جہاں کو کہیں ہے دل سے ہم  
 ⑥.....رکشی ارشد۔ سنی خان۔ پلا  
 ہادی کی نگہوں نے ابھی اٹھا کر لیا  
 جہاں وہ تو وہوں کو پہنچا کر لیا  
 کھنکھاتا تو انیسویں کا کھیل ہے  
 بس دل سے جو چاہا، دے اس سے پھر ان لیا  
 ⑦.....A.H.C. Seel pur  
 زندگی نے بھی آج مجھ سے یہ کہا ہادی  
 کہ کہاں ہیں وہ شخص یا تجھے مجھ سے بھی دور کر لیا  
 ⑧.....مہر شہزاد۔ گوہرہ  
 اس کو بھی دیکھا محبت میں رہتے ہوئے دیکھا ہادی  
 محبت تو مجھے کسی اقدار کی جودما مئی ہے  
 ⑨.....مہر شہزاد۔ گوہرہ  
 شہر والوں کا کہاں وہ ہے کہ وہ لوہے فریق  
 بچتے رہتے تھا ہر گھنٹے میں کہاں سے لے کر  
 خند ہاں صرف وہاں خستہ سستی میں کہار  
 اب ہر ذرا جیہ تو کچھ دلی سوسائے نے  
 ⑩.....ایمان عباس  
 میرا تجھے جی بھول گیا یاد نے کر  
 لکھوں جو رہی ہے لب کاٹانی مجھے  
 دیکھا ظلوں موت کا تو وہ آ گیا  
 کئے قریب دلی دلی زندگی مجھے  
 ⑪.....پیلہ ٹوڈل

www.paksociety.com

تھپے کہا زبا سی ریش پہ نہ پھوڑو دقا کا دامن  
 قمریں بیت چلی ہیں دل کا ریشو پٹائے میں  
 محمد عرفان - لکھنؤ صاحب

اک اجنبی شخص تھا جو پل بھر میں پھوڑ گیا  
 عمر بھر کی رفاقت کا اچھا صلہ دیا  
 محمد راضی - واہ کینٹ

تقسیم کی بات کے کیا کہنے تھی کے چار دن ملے  
 آدھا جیون بچے جتا آدھا راکھ اڑانے میں  
 محمد فیصل - تلنگ

تھے دوستی میں دھوکا تو ہم بھی دے سکتے ہیں اسے دوست  
 مگر ہم ذات کے ظل کیانی ہیں ہمارے خون میں ہے وہاں نہیں  
 محمد بن عاشق - گوجران

ہوں دقا کے سلسلے مسلسل نہ رکھ کسی سے اسد  
 لوگ اک خطا کے بدلے ساری دنیا میں بھول جاتے ہیں  
 عدنان عاشق پریم - گوجران

کچھ مجھ ہیں تقدیر کے ہاتھوں نہیں  
 نہ اسے ہانے کی لڑات دیکھتے ہیں نہ اسے کونے کا دھول  
 فیاض احمد چاڑی - مظفر گڑھ

وہ تھا ان کا رات کو آئیں گے غلب میں خیر  
 اور ہم تھے کہ رات بھر خوشی سے سو نہ سکے  
 خیر احمد خان جرنیہ - ملتان آباد

مشتق والے تو آنکھوں کی زبان کچھ لیتے ہیں  
 ملتے ہیں پہلوں میں تو حالات کچھ لیتے ہیں  
 اسے دقا ہے آسمان بھی اپنے چار کے لئے  
 جانے کیوں لوگ اسے برسات کچھ لیتے ہیں  
 راضی علی آغا - بھراہوڑ

ملاں کرنا تھے اسے دل ان میں نہ ہے کئی خطا میری  
 بے گنت تھی میں تنگی میں کے لی " مجھے سزا میری  
 عابدہ ربانی - گوجرانوالہ

سند ہاتھ مہری زلفیں کوئی تو ان کو چھوڑا ہو گا  
 پھول سے ہونٹ جب نکلتے ہوں  
 کے قسمت والا سنا ہو گا  
 عابد علی آذرہ - سانگلہ

جب وہ میری آئے تو ستاروں پہ نظر کرنا  
 ٹوٹ کے ستاروں کے دامن میں میرے دل کی

نہ آتا " میرے مرنے کی خبر سن کر بھی میرا دل پوچھے اگلا  
 کہ شاید یہ گئی لئے کا ایک نیا بہانہ ہے  
 ریاست خان - ساہوال

یار جھوٹ سہی دنیا کو دکھانے آ جا  
 تو کسی اور سے لئے کے بہانے آ جا  
 سلیمان - آمان کوٹ

جب لوگ جذبات کی توقیر نہیں کرتے  
 ہم بھی کوئی دنیا دکھ توہم نہیں کرتے  
 دل چھوڑا ہے اس کا روکا ہوا  
 کرتی ہے وہاں وہ کچھ جو تیر نہیں کرتے  
 محمد شہباز مجید - گوجرانوالہ

نکلتا دل میں مگر وہاں ہر ایک سے نہیں کرتی  
 بھی تو لیں ہے جو آتا ہے بہت کچھ کھ جانے کے بعد  
 محمد عبیر مظہری - منکھیاں

پانچوں کی کیمروں میں قسمت نہیں سولی  
 اسے پانچوں کی بھی خدا تقدیر لکھتا ہے  
 ساجد حسن - مظفر گڑھ

یہ دنیا تھے اس سوز پہ لے آئے گی دلیہ  
 ہنسنا تو بڑی بات ہے تم وہ بھی نہ سکو کے  
 ایم زید اے گہول - کراچی

کاش میں کوئی بھول ہوتا تو تیرے ہاتھوں میں دقا  
 تو میری خوشبو سونگتی میں تیرے ہونٹوں کو چوسنا  
 کاو پر دیکھی تھی - کراچی

دقا کہو میں کا آگ آفتاب سے  
 گرا گئی میری تھر کسی کے غلب سے  
 سید عارف شاہ - جہلم

مت سمجھا کہ سو کر تھے بھول جاتے ہیں  
 ہم تو سوتے ہیں صرف نہیں دیکھنے کے لئے  
 عبدالصام - ایک

ان کے لئے جب بھگتا چھوڑ دیا  
 یاد میں ان کی جب ترپنا چھوڑ دیا  
 " روئے بہت آ کر تب لڑانے پاس  
 جب اُدے دل نے دھڑکا چھوڑ دیا  
 شہباز مجید - میرپور قلعہ

◆◆◆



نیو یارک کے پبلک اسکولوں میں لڑکوں کی تعلیم کے لیے

وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے لیے کچھ نہیں چاہا۔

**f PAKSOCIETY**

میری زندگی میں تیری ضرورت بہت تھی۔  
 تیرے لئے اس دل میں چاہت بہت تھی۔  
 تو چند لمحے اپنی حیات سے دے دے مجھ کو  
 تو میرے لئے تیری یہ رفاقت بہت ہے۔  
 فرزانہ یا سہیں۔ لون ڈالر  
 غور میں ہو گیا ان کو اپنی محبت پہ اتنا سائل  
 کہ وہ اپنی قدر کی سوچ میں ہماری قیمت بھول گئے  
 رنجس صدام حسین سائل۔ خان بیلہ  
 اس دل لگی کی آگ میں جتا ہے کوئی کوئی  
 ہر غم کو سنبھالے والا ہے کوئی کوئی  
 مرنا تو بھی نے ہے ایک دن کاوش  
 لیکن کسی کی خاطر مرنا ہے کوئی کوئی  
 رنجس ساجد کاوش۔ خان بیلہ  
 نہیں وہ شخص مقدس میں بھر بھی اس سے ملے ہیں فرزا  
 ہوا پر لطف تھا ہے مقدس کو سزا دیا  
 ایمر احمد۔ مگلوستانی  
 کوئی بکھر ہے اس کا کتنی شدت سے ارشد  
 وہ جانتا ہے مگر انجان ہوتا رہتا ہے  
 رنجس ارشد۔ خان بیلہ  
 دہاں لہوؤں کا نہ کوئی بال رکھتا  
 طوفان میں بھی اپنا وجود سنبھال رکھتا  
 کسی کے لئے شرط زندگی وہ تم کو دے  
 کسی کی خاطر ہی اپنا خیال رکھتا  
 رنجس ارشد۔ خان بیلہ  
 کسی کے نہ یاد کرنے سے سزا زندگی کس کو جاتا ہے  
 مگر انہوں کا یوں بھلا دیا ہے کہ تم نہیں دوتا  
 رنجس ساجد کاوش۔ خان بیلہ  
 اپنے دل کی مجبوری کو التزام نہ دے  
 مجھے وہ دکھ ہے شک میرا نام نہ لے  
 تیرا وہم ہے کہ میں بھلا اوس کا تجھے  
 میری کوئی مانس ایسی نہیں جو جرات نہ لے  
 رنجس ساجد کاوش۔ خان بیلہ  
 آیت پانی کی نہیں چپاں کی ہوتی ہے  
 قیمت موت کی نہیں مانس کی ہوتی ہے  
 دوست تو بہت سے دیا میں ہیں نہیں  
 قیمت دوستی کی نہیں اعتبار کی ہوتی ہے  
 لعل شاہ رخاں۔ کربک

لوں کہ چھوٹے سے نعر جانوں کا  
 اب اگر اور آزماؤ گے تو سر جانوں کا  
 باتو بکڑا گے تو سایہ ہی کے ساتھ رہوں گا  
 یہ شعر پڑھ کر بھی یاد نہ کیا بیٹھ کے لئے چمکڑ جانوں کا  
 لعل شاہ رخاں۔ کربک  
 نہ کر کسی کو مجھ کو وہ فوت جائے نہ ہو بڑا  
 کسی کو کورو خود کو بھول جائے  
 حسن رضا۔ شاہ رخاں  
 یاخذا میں تجھ سے ملتا ہوں کسی معافی جس کے بعد  
 گلا نہ ہو ایسی ہدایت نہیں کے بعد سرائی نہ ہو  
 حسن رضا۔ شاہ رخاں  
 وہ ہے کرتے ہیں قسمیں کھاتے ہیں  
 پھر بھی بچانے کیوں لوگ ہدف بھونچ جاتے ہیں  
 ہمیں تو تکلیف ہوتی ہے بھول توڑنے میں بھی  
 نہ جانے دل لوگ کہے توڑ جاتے ہیں  
 مگان ڈاکٹر۔ مگان پور  
 شاید یہ ان کا آخری قسم ہو مگر  
 سوئی کر ہم پر قسم یہ ہے  
 محمد عمر۔ میاں پٹوں  
 نہ شمع بولی نہ پھولے بدلتے  
 نہ غم انکھوں آتی نہ ہم تیرے دیااتے بدلتے  
 سائرہ گوہر۔ گوہر  
 است کہنہ اسی ہے میرے جانے سے  
 ہو سکے تو کوٹ آتا کسی بھانے سے  
 تو ہاکھ فٹا کسی ہم سے مگر لوگ ہار  
 دیکھ کوئی نوٹ لکھا ہے تیرے جانے سے  
 لعل شاہ رخاں۔ کربک  
 محبت کہہ تیرے بس کی بات نہیں  
 جو دل محبت لہتا ہے وہ دل تیرے پاس نہیں  
 قمر آبادی۔ گوہر  
 مجھے انہوں سے نہ ملے تھی اقبال  
 اگر وہ شخص ہے وفا نہ ہوتا تو  
 آفتاب احمد۔ اقبال  
 حسن دلوں کی آواز پہ نہ مروت ہوا  
 عشق ہو کر ہے حق نہ کہتا ہوا  
 مہر داس۔ شاہ رخاں



[illegible]

مہاراشٹر کی - کی آئی خان

f PAKSOCIETY

# غزل

میرا دل کیا جس میں خوشبو نہیں  
اس زندگی کا کیا فائدہ مقدس جس میں تو نہیں  
اے گلشنِ وفا کے نام پر ہونے واسطی  
ہر بھی کھینچے محبت دلی آبِ دم کی طریا  
محبت کرنا جرم ہے اس زمانے کی لگاؤں میں  
محبت میں یہ عادت ہے خدا کی یادگاروں میں  
محبت نام ہے خوشی کا خوشی سے تم اٹھا لینا  
مجھے محبت ہے مقدس تم سے کسی دن آدھا لینا  
دور رہ کر بھی میری یادوں کو پوچھا میں نے  
تو نے کیا کہ مجھے آداب دلا دیا نہیں  
محبت اک دیا ہے اگر کوئی دہلیز رکھے  
تو ایک شہزادہاں ہے خدا تجھے جوں رکھے

# غزل

کسی سے ملو یا تو ہم جدا نہیں کرتے  
ہمیں چھو تو پھر مر مر پھوڑا نہیں کرتے  
اگر ہم پہلو کر لیں منم نہیں کوئی کرنے کا  
تو پھر دہلیز مہاروں کو منم بھی سوزا نہیں کرتے  
ہمیں تو معلوم ہی ہے کہ ہر جیت بالآخر ہار لی ہے  
جسکے ہم دن دن فتنوں پر دل توڑا نہیں کرتے  
محبت کر کے والے لگو منم خود کو توڑ لیتے ہیں  
محبت کر کے والے منم دل توڑا نہیں کرتے  
چپکے چپکے رات دن آنسو پتے رہتے ہیں منم  
دیا دلوں نے کر دی ہے مقام کی اٹھا  
اور ہم تجھے یاد کر کے روئے رہتے ہیں منم  
زاہد اعظم، سورتھی

## اتنا معلوم ہے!

لپٹے ہنر پہ بہت دور سے میں نیم دراز  
سوئی تھی کہ وہ اس رات کہاں پر اٹھا  
میں یہاں ہوں مگر اس کوچہ رنگ و بو میں

ہر مل تھا مای نام رہتا ہے  
تم

میری ماں آنکھوں کا اعتبار کرو

جو ہر مل  
ہر مل نہیں دیکھنے کیلئے بہ چین رہتی ہیں  
تم میری دین سانسوں کا اعتبار کرو  
جن میں ہر مل تمہاری ہی خوشبو مگھتی ہے  
تم میرے اس دل کا اعتبار کرو

جو  
تمہارے بغیر نہیں بھی نہیں لگا  
تم میری اس دھڑکن کا اعتبار کرو  
جو تمہارے ہی نام پر دھڑکتی ہے  
تم میرا اعتبار کرو  
جو تم کو اپنی زندگی بناتا ہے

اور جانتا ہے اور تم سے بھی اور پاکیزہ محبت  
کرنا ہے ایس

نوشان احمد، آزاد کشمیر

# غزل

چاہت کا یہ دور ہے  
لٹے کا یہ دور ہے  
ملنے کے محرم سے چاہے شہی سزا دے  
انا کہ حسین اوستم  
انتظار دے  
کیوں اور ساقی ہواب چار سوا دے  
انفاق سے ہوتا ہے گناہ  
اس حسن کی سزا دے  
چاہت کا یہ دور ہے  
لٹے کا یہ دور ہے  
ملنے کے مقدس تم سے چاہے شہی سزا دے  
☆☆☆



اس ہنسی میں تو وہ گئی تھی کہ اس سے آگے  
کیا کہا اس نے مجھے یاد نہیں ..... لیکن  
اتنا معلوم ہے ..... خوابوں کا بھرم ٹوٹ گیا  
ارم الطاف خان، ملتان

## غزل

کچھ کھلے تو سبھی موسم کی یہ سازش کیا ہے  
زندگی سر پر میرے دھوپ ہے یا سایہ ہے  
کوئی لوٹے ہوئے خوابوں کے لئے روتا ہے؟  
اے بستی آنکھ کھیں کیا سوچا ہے  
تم نے دیکھا ہے کسی کو اٹھاتے غم عشق  
اب جو مجھ سے نہ اٹھا تو تعجب کیا ہے  
میں نے جانا تھا تیرا وہ بھی ہے رات کی رات  
بکٹ گئی رات مگر وہ ٹھہرا وہیں ہے  
لاڈ پھر چڑ کے دیکھوں تو یہ کلوے دل کے  
میری جانب گھراں اب بھی کوئی چہرہ ہے  
تالہ سر کا ٹھہرا تھا جہاں پہلے پہل  
آج تک دل میں اس دشت کا منہ ہے  
ارم الطاف خان، ملتان

## غزل

آج میں کے ہوا کا جھوٹا اک صدا آیا  
احوطا ہے بہت اس کو لیکن وہ سارا دن نہ آیا  
تو پے تھے بہت تیرے پیار کی اک اک بو کو  
شاخ ہوا کی قسمت میں نہ تھا جو تیرے پیار کا پیغام نہ  
آیا

بدلتے تو ہوں بھی موسموں کی طرح اکثر  
قسم سوچ کر آج تم پر سراو کیوں نیا اٹھام آیا  
بار میرا دکاڑہ  
چلی ہاڈھراں ایسی  
گل رہا نہ بلبل را  
کوئی اور رو کر کہہ رہا تھا

روز کی طرب سے وہ آج بھی آیا ہوگا  
اور جب اس نے وہاں مجھ کو نہ پایا ہوگا  
آپ کو معلوم ہے وہ آج نہیں آئی ہے  
میری ہر دست سے اس نے یہی پوچھا ہوگا  
کیوں نہیں آئی وہ کیا بات ہوئی ہے آخر  
خود سے اس بات پر سو بار وہ ابھا ہوگا  
کل وہ آئے گی تو میں اس سے نہیں ہلوں گا  
آپ عی آپ کئی بار وہ روتا ہوگا  
وہ نہیں ہے تو بلندی کا سڑکتا کٹھن  
سڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے یہ سوچا ہوگا  
دلہادی میں ہرے کان میں پھولوں کے قریب  
اس نے ہر سمت مجھے آن کے احوڑا ہوگا  
نام بھولے سے جو میرا کہیں آیا ہوگا  
غیر غصوں طریقے سے وہ چولا ہوگا  
ایک نسلے کوئی بار غلیا ہوگا  
بات کرتے ہوئے سو بار وہ بھولا ہوگا  
یہ جو ٹوکی ٹی آئی ہے کہیں وہ تو نہیں  
اس نے ہر چہرہ بچا سوچ کر دیکھا ہوگا  
جان نہیں ہے مگر آج لفظ میرے بغیر  
لئے کسی وہی دم میں تھا ہوگا  
کبھی خالوں سے دشت ہوئی ہوگی اسے  
اس نے بے ساختہ پھر مجھے نکارا ہوگا  
چلے چلے کوئی مانوس سی آہٹ پا کر  
دستوں کو بھی کسی قہر سے روکا ہوگا  
یاد کر کے مجھے غم ہوئی ہوں گی کلکس  
آنکھ میں پڑ گیا کچھ کہہ کے یہ نکلا ہوگا  
وہ ٹھہرا کے کتلاں میں جڑی ہوگی پناہ  
ہر سطر میں میرا چہرہ ابھر آیا ہوگا  
جب ملی ہوگی اسے میری حالات کی خبر  
اس نے آہستہ سے دیوہ کو تھا ہوگا  
سوچ کر یہ کہ بھل جائے پریشان دل  
پوچھی ہے وہ کسی شخص کو روکا ہوگا  
اتفاقا مجھے اس شام میری دست ملی  
میں نے پوچھا کہ سنو آئے تھے وہ کیسے تھے؟  
مجھ کو پوچھا تھا؟ مجھے احوڑا تھا چاروں جانب؟  
اس نے آگ لے کر دیکھا مجھے اور پھر نہیں دی

یہاں گل تھا یہاں گل تھا

بابر سمیر، اوکڑہ

۱۹۹۱ء میں تھے کہ ہمیں انکار نہ کرنا آیا

آرہاجی غلام حسین خواجہ،

ملتان

## غزل

جب سر شام اس نے راتوں کو سنوڑا ہوگا  
ہاتھ میں کنگن آنکھ میں کاجل آدرہ ہوگا  
اس کے جڑے پہ سنا وہ سنیہ گلاب  
رات سوتے میں کسی لے تو اتارا ہوگا  
عالم تنہائی میں شب بھر کروٹیں لے کر  
کونکی تو ہوگا جس نے نکالا ہوگا  
ہے وہ نیند میں ادنی ہوئی غمور آنکھیں  
جس لے دیکھا وہ حل رہی پہ لہا ہوگا  
اس کے بے تاب لڑتے ہوئے ہونٹوں پہ نواز  
ہمیں یقین ہے چلتا ہوا وہ نام اٹھا ہوگا  
دلکش عرفان حسن خانہ وال

## غزل

بجا کہ آنکھ میں نیندوں کے سلسلے بھی نہیں  
نکست خواب کے لب بھ میں حوصلے بھی نہیں  
نہیں نہیں یہ خیر دشمنوں نے دی ہوگی  
وہ آئے! آئے! آئے! چلے بھی گئے لے بھی نہیں  
یہ کون لوگ اندھیروں کی بات کرتے ہیں  
ابھی تو چاند تیری یاد کے اگلے بھی نہیں  
ابھی سے میرے روکر کے ہاتھ جھٹے گئے  
ابھی تو چاک میرے دھم کے سلسلے بھی نہیں  
خفا اگرچہ پیش ہوئے مگر لب کے  
وہ برہا ہے کہ ہم سے انہما گئے بھی نہیں  
زاہد الباقی شعر، مسندری

## غزل

ہاں ہر گرجے میں برسا نہیں کرتے  
مانی بھی احسان کا بچہ نہیں کرتے  
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روئے ہوئے سطر  
جاتے ہوئے لوگوں کو پھرا نہیں کرتے  
کہتے ہیں کہ چپ چاپ سے رہتے ہیں اکثر  
دشمن بھی سنا ہے کہ سنوڑا نہیں کرتے  
ہم گوشت تنہائی میں رو لیتے ہیں ہی ہر کے  
ہم شعر کی نگینوں میں لٹا نہیں کرتے  
آرہاجی غلام حسین خواجہ،  
ملتان

## غزل

چھوٹے سے قل دھک کے پکر پھل گئے  
علی میں آنہ پائے کہ بجو قل گئے  
پہلے ہوئے تھے جاتی نیندوں کے سلسلے  
آنکھیں کللیں تو روت کے سحر دل گئے  
کب مت گلاب پہ حرف آنے پائے آ  
تکلی کے پر اڑان کی گری سے جل گئے  
آگے تو رف بیت کے دریا دکھائی دیں  
کن بستیوں کی ست مسافر لگ گئے  
ہر ہادی کے دھام میں آنے کو تھے گلاب  
مد نظر نیند کھونٹے سے پہلے سنبھل گئے  
زاہد الباقی شعر، مسندری

## غزل

اسے جانا بھی تو انکار نہ کرنا آیا  
مر بیت گئی ہمیں یاد کرنا نہ آیا  
اس نے مانگی بھی تو ہم سے ہدیٰ مانگی

## غزل

اپنی رسولی نرے نام کا چھپا دیکھوں  
اک ذرا شعر کیوں دور میں کیا کیا دیکھوں



دیکھتے ہی سترائے گی  
مجھے چھو کر تیری ہر بات پالے گی  
تجھے مجھ سے ہمالے گی  
زمانے بھر سے کہہ دے گی، میں تجھ سے مل  
سکتی ہوں  
ہوا کی شوشیاں یہ  
اور میرا پچھپایا  
کسا ہے آپ سے بھی میں  
تری خوشبو چھپائی پھر رہی ہوں  
زاہد نقبال سحر، سمندری

## غزل

قریب ہاں میں کئی پھول کھلے آئے  
وہ میرے دل پہ نازم لگائے آئے  
میرے دیوانوں اور کئی میں بھی خوشبو جاگے  
وہ میرے گھر کے دھام سہانے آئے  
اس سے اک بار تو دلوں میں اسی کی مانند  
اور میری طرح سے وہ مجھ کو مٹانے آئے  
اسی کوسے میں کئی اس کے شامسا بھی تو ہیں  
وہ کسی اور کے لئے کے پھانے آئے  
لب نہ پہنوں گی میں کھوئے ہوئے خواہوں کا پد  
وہ اگر آئے تو کچھ بھی نہ بتائے آئے  
زاہد نقبال سحر، سمندری

## نظم

ہرے لان میں  
سرخ پھولوں کی چھاؤں میں بیٹھی ہوئی  
میں تجھے سوچتی ہوں  
میری انگلیاں  
سبز چوں کی چھوٹی ہوئی  
تیرے حرا گزرنے ہوئے موسموں کی تھک  
نہن رہی ہیں

خند آہٹے تو کیا منٹیں رہا دیکھوں  
آگ کل جائے تو تھائی کا حرا دیکھوں  
شام بھی ہو گی وحشت انگیز آنکھیں بھی میری  
بھولنے والے میں کب تک تیرا رستا دیکھوں  
ایک اک کر کے مجھے چھوڑ گئیں سب سکھیاں  
آج میں خود کو تیری یاد میں تنہا دیکھوں  
کاش حافل سے میری مانگ اٹالے آ کر  
لے لیروں میں وہاں ہاتھ جو اپنا دیکھوں  
زاہد نقبال سحر، سمندری

## غزل

ہوا سے جگ میں ہوا ہے اسی ہوں  
فلک کشتیوں پہ بادیاں ہوں  
میں سورج کی طرح ہوں دھوپ اور سے  
اور اپنے آپ پہ خود ساتیاں ہوں  
مجھے ہاروں کی چاہت نے ڈھلیا  
میں پتہ شہر کا کیا سناں ہوں  
خود اپنی چال اپنی چلتا چاہوں  
میں اپنے واسطے خود آساں ہوں  
دعا میں دے وہی ہوں دشمنوں کو  
اور اک اور پہ بھریاں ہوں  
پرندوں کو سکھلا رہی ہوں  
میں ہستی چھوڑ، جلی کی لہاں ہوں  
بھی قصور میری کیا ہے گ  
ابھی تو کیڑوں پہ اک نگاہ ہوں  
زاہد نقبال سحر، سمندری

## نظم

کھنچ پ ہے  
ہرے فاسوں ہے  
گالوں پر دیکھی تھماہٹ بھی نہیں، لیکن  
میں گھر سے کیسے نکلوں گی  
ہوا چٹیل نکلی کی طرح باہر کھڑی ہے

# اپنے پیاروں کے نام شعر

کسی بے سہارا کا یہاں سہارا کون بنتا ہے  
خلیل احمد ملک - شیدائی شریف

ندیم عباس ڈھکے نام  
تیری وفا کو ہم نے بھلایا کب تھا  
درد جدائی کا دل سے مٹایا کب تھا  
لگا کر بھول جانا تیری عادت تھی  
ہم نے تیرے سوا کسی اور کو دوست بنایا کب تھا  
محمد وقاص ساگر - فیروزہ

قاریین کے نام  
زندگی میں جو چاہو حاصل کر لو گھر  
انتاہیل رکنا کہ آپ کی منزل کا راستہ کبھی  
لوگوں کو توڑنا ہوا  
دقاریونس ساگر - چیچو ملنی

صدائیں صدا کے نام  
رابطے ضروری ہیں اگر رشتے بچانے ہیں  
لگا کر بھول جانے سے یہ پودے سوکھ جاتے ہیں  
ایس باز آزلو کشمیر

ایس کراچی کے نام  
تم کو جان سے پیارا بنالیا  
دل کو سکون آنکھوں کا تار بنالیا  
اب تم ساتھ دو بانہ در تہاری مرضی  
ہم نے تمہیں زندگی کا سہارا بنالیا  
غلام عباس ساغر - بیل آباد

سب کے نام  
زندگی میں اتنی غلطیاں نہ کرو  
کہ پھل سے پہلے روڑہ لقم ہو جائے  
تزیلہ خلیف - ملہ جوگیاں

سلمان سندھو کے نام  
پھول درخشندہ تو ہے دیکھنے میں مگر  
سلمان بہت دکھ ہوا اسے برگ گل کی جدائی کا  
ڈیشان علی سمندری

غلام عباس ساغر کے نام  
اے ذرا میری ایک امانت رکھنا  
اگر میں مر گیا تو میرے دوست کو سلامت رکھنا  
سکھیل جبار سرسراٹے

فاطمہ عقیل طونی کے نام  
خدا سے سب کچھ مانگ لیا تجھ کو مانگ کر  
اب اٹھتے نہیں تجھ اس دعا کی بعد  
حکیم عقیل طونی - الکویت

کائنات کے نام  
چلو دیکھتے ہیں خود کو برباد کر کے بھی  
کہ برباد ہوں میں کون ہارا بنتا ہے  
ہا پھل کے درختوں کو کاٹ دیا جاتا ہے

خونداک ڈائجسٹ 201



جمشید پشاور کے نام

تجھ کو پانے کی تمنا سدا ہی ہم نے  
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی  
فنکار شیر زمان پشاور

کسی اپنے کے نام

لفظوں کی بناوٹ ہم کو نہیں آتی  
کثرت سے یاد آتے ہو سیدھی کی بات ہے  
تزیلہ حنیف۔ ملہ جوگیاں

اشفاق بٹ کے نام

ذہر سے زیادہ خطرناک ہے یہ محبت  
کہ اس میں انسان مرے کے بیٹے ہے  
رانا باہر علی ناز۔ لاہور

صدائیں صدائے نام

وہ جو روٹھا ہوا ہے مدت سے  
کاش وہ آن لے عید کے دن  
عمران شہزاد لاہور

ایس کے نام

یہ ٹھیک ہے نہیں مرے کوئی جدائی میں  
خدا کسی کو مگر کسی سے جدا نہ کرے  
پرنس عبدالرحمن۔ عین راجھا

کسی اپنے کے نام

بے چین رہی ہے ہر دم میری نظر  
ڈھونڈتی ہے تجھے ہر جگہ لہر لہر  
نظر آئے تھے ہر گھڑی تو ہی تو  
دیکھتی ہوں میں جدھر بھی جدھر  
عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ

دوست کے نام

ہجر لازم ہے تو پھر وصل کا وعدہ کیا  
خزاں رت پہ بہادری کا لبادہ کیا  
زخم دے کر نہ تم درد کی شدت پوچھو  
درد تو درد ہے کم کیا زیادہ کیا  
آمنہ شہزادی۔ جہانیاں

حماد ظفر کے نام

خدا نہ کرے آپ کو غم ملے  
ہمیشہ خوش رہیں آپ کو ہر دم ملے  
جب بھی آئے کوئی بھی غم آپ کی طرف  
دعا ہے کہ اس کو راستے میں ہم ملیں  
آغا مجاہد میر پشاور۔ ملکہ

سویتا اے کے نام

نہ میری دعا نے سفر کیا  
نہ میرے آنسوؤں نے اثر کیا  
تجھے مانگ مانگ کے تھک گئے  
میرے ہونٹ بھی میرے ہاتھ بھی  
رائے اطہر مسعود اکاش

ایس کے نام

بھلاؤں گا کہیں بھی ذرا صبر کرو  
رگ رگ میں ہے ہو کچھ وقت تو گئے گا  
رانا نذر عباس۔ منڈی بہاؤ اللہ بن

مجید کے نام

بعد مرنے کے بھی اس نے نہ چھوڑا دل جلا نا محسن  
اور ساتھ والی قبر پہ پھول پھینک جاتا ہے  
محسن علی طالب ساہیوال

# آپ کے خطوط

تمام قارئین کو اسلام میں بھی آہستہ آہستہ خوفناک میں داخل ہوں اور ذرا بھی ٹھکے کوئی جن یا چیزیں مجھے اپنے جاوے سے کوئی اور چیز ہی نہ بنادیں خیر میں بھی چیزیں سے کم نہیں ہوں وہ مجھ سے معافی نہ مانگے تو کہنا لیکن ایک بات ہے میں نے ریاض احمد کی کہانیاں پڑھ پڑھ کے ڈرنا چھوڑ دیا ہے ذروں بھی کیوں موت تو ایک دن ہی آتی ہے اگر کسی چیز میں نے مجھے زیادہ تنگ کیا تو میں بھی اپنے ابو کے ابو کے ابو کی چڑیلیں بلا لوں گی وہ بہت ہی زیادہ ہیں جو بچپن میں ہماری دوست تھیں مگر اب کبھی کبھار آتی ہیں آپ یہ جان کر حیران ہو گئے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے مگر میں سچ کہہ رہی ہوں اور وہ ہمارے گھروں کی رکھوالی بھی کرتی ہیں انہوں نے آج تک کسی کو کوئی بھی تکلیف نہیں پہنچائی بس جس کو جی چاہا تھوڑا تنگ کیا اور مٹی گئیں خیر میں ان ساری چیزوں سے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں لو آگئی ہوں خوفناک میں اگر ہمت ہے تو نکال کر دکھاؤ گئیں نے بھی پیچھے ہٹنا نہیں سیکھا جو ایک بار کہہ دوں وہ کر کے رہتی ہوں چاہے کچھ بھی ہو اور ہاں میں نے اس بار خوفناک نہیں لیا اس لیے میں کسی کی کہانی کی کیا تعریف کروں اگر کچھ غلط کہہ دیا تو آپ بہن بھائی ناراض ہو جائیں گے پہلے ہی بہت بہن بھائی خوفناک سے منہ موڑ گئے ہیں لیکن ان سے گزارش ہے کہ وہ واپس آ جائیں اور انارمان رکھ لیں ہر خط میں اسی کہتی ہوں جو چھوڑ گئے ہیں واپس آ جائیں جتنا کرایا گئے کار ریاض صاحب اپنا گھر کیوں کہ ہم سب ان کی جزم میں ہی تو جمع ہوں گے اور پھر وہ بے شک ہمیں پانی کا نہ پوچھیں سسکا کر دیکھیں ہم نے کرایہ بھی معاف کیا کیوں جی اگر برا لگے تو سوری باقی چوکی والے میوانی گرد پ بہن بھائیوں کو بھی سلام اور ان کا شکریہ جو یاد کیا مگر میوانی میں نہیں خیر اللہ سب کو لکھنے اور خوش رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین آخر میں تمام شاف کو سلام خدا اس مٹھری کو ہمیشہ قائم رکھے۔

مشہور کرن چوکی

اسلام علیکم۔ امید ہے خوفناک ڈائجسٹ کے شاف قارئین خیریت سے ہوں گے خوفناک کا دو سال سے خاموش قاری ہوں اس بار کچھ تحریریں ارسال کیں ہیں امید ہے کہ خوفناک کے شاف کو پسند آئیں گی اور امید ہے کہ خوفناک والے میری تحریروں کو ضرور چکھ دیں گے خوفناک ایک معیاری رسالہ ہے اور اس میں سب تحریریں مزے کی ہوتی ہیں لیکن ناٹل پر بڑا تصویر والا روائع قسم کر دیں اس کے بجائے خوفناک لوہ بد صورت کی تصویر شائع کیا کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کو خریدیں اور اس میں لکھیں امید ہے شاف والے میری باتوں کو سمجھ گئے ہوں گے اب اگر میری کہانی خوفناک میں شائع ہوتی ہے تو میں ایک اور قسط وار کہانی لکھوں گا اب اجازت دیں اللہ حافظ...

کاشف عبید کاوش جہ موڑی بھگرا م

اسلام علیکم۔ مٹی کا شمار ملا اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے مگر ہمارے پاس بھی پڑھنے کے لیے نام نہیں



ہر کیوں کہ ان گزرام جو منہ کھولے دودھ سے چلے آ رہے ہیں پھر بھی نہ بردستی کئی سنواریاں پڑھ لیتے ہیں جن میں سے ایک ہر دودھ جادوگر دوسری شیطانی دیتا جو کہ بہت ہی پسند آئی انگل ریاض صاحب لگتا ہے دوسرے کو کہتے کہتے اپنی سنواری لکھتا بھول ہی گئے ہیں شاید ہو سکتا ہے وہ دوسرے رائٹر کو جگہ سے ہٹا دیں تو اچھا گمان ہی کرتے ہیں، بھائی خالد شاہان اگر گریٹ لگتا ہے آپ کی بات بھی سنی گئی آجی جال لگتا ہے سب کو قی جال میں پھنسا رہی ہے یہاں تک کہ انگل ریاض بھی ان کے چکر میں پھنس کر ہار ہار شائع کر رہے ہیں، سیاہی بولہ یہ تو کسی کی پسند ہے تو ہم کیا کہیں مصباح جو ہے اس کے بارے میں کہتے کہ وہ انجان مسافر، قاتل حسینہ رتقرار دماغ، اور باقی شمار بھی فائن ہے انگل جان کیا بات ہے ہم جب بھی آپ کو اپنی سنواری کے بارے میں کہتے ہیں آپ کہتے ہیں اگلے بار آ رہی ہے مگر جب شمارہ لیتے ہیں تو اس میں نام و نشان بھی نہیں ہوتا پلیز آپ ایسا مت کیا کریں بے شک نہیں شائع ہوئی تو نہ سنی مگر اس طرح لایق تو نہ دیں ہم اپنے تمام دوستوں کو بتا دیتے ہیں مگر شمارے میں سنواری نہ پا کر دوستوں میں شرمندہ ہوتے ہیں ہم نے ایک بار بھاکال پہ نہیں کہا کہ شائع کریں بس پوچھتے ہیں کہ کیا بنا ٹھیک بھی ہے کہ نہیں آخر میں سلام

محمد ندیم عباس میاں اپنی تہذیبی

اسلام علیکم۔ خوفناک میں میرا پہلا خط ہے اگر حوصلہ افزائی ہوئی تو ضرور بغیر ورت آپ کی غفلت میں حاضر ہوتا رہوں گا مجھے خوفناک میں متعارف کروانے والے میرے بھائی ابو ہریرہ ہیں میں ان کا بہت ہی شکر گزار ہوں انہوں نے مجھے اتنے اچھے رسالے سے متعارف کروایا ہے اب انشاء اللہ ہولہ پڑھا کروں گا انشاء اللہ خوفناک ڈائجسٹ بہت اچھا جا رہا ہے اس میں شامل بہترین اور عمدہ کہانیاں اس کی عمدگی کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور دعا ہے کہ یہ ہمیشہ ایسے ہی ترقی کرتا رہے اور خدا سے نظر بد سے بچائے آمین۔ ڈائجسٹ میں تمام رائٹر اچھا لکھ رہے ہیں خاص کر کے انگل ریاض احمد ان کی تو کیا ہی بات ہے پڑھ کر حیرت آ جاتا خدا ان کی عمر دوا کرے آمین آخر میں تمام رائٹرز اور شائق کو میری طرف سے سلام پلیز انگل میرا خط ضرور شائع کر دینا میں نے دل سے لکھا ہے۔ میری طرف سے سب کو سلام

محمد ابوذر غفاری بلوچ بہادر نگر

مئی کا رسالہ سنا نہیں اپریل کو ہی مل گیا سرورق بہت ہی بھیا تک تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا اس کے بعد خطوط کی طرف گئے تو اپنا خط دیکھ کر دل ہار ہار ہو گیا خط شائع کرنے کا بہت بہت شکر یہ انگل ریاض علی کی سنواری نہ پا کر دل کو بہت دکھ ہوا پتہ نہیں ان کی کہانی کیوں شائع نہیں ہوئی پلیز انگل جی کہانیاں لکھتے رہا کریں آپ کی کہانی کے بغیر یہ ڈائجسٹ بیکا بیکا سا لگتا ہے اس کے بعد بھائی خالد شاہان کی مجدد قسط نمبر ۳ پسند آئی اگل قسط کا بے صبری سے انتظار ہے، پھر تم نکلا صا جی کہانی سیاہی بولہ قسط نمبر ۲ پڑھی پڑھ کر حیرت آ یا اس کے بعد اسد شہزاد صاحب کی آجی جال پسند آئی، جادوگر اور قاتل حسینہ بھی اچھی تھی لیکن انگل جی رائٹر کا نام نہیں لکھا فری لیس اور اشعار بھی اچھے تھے پلیز انگل جی ہمارے خط بھی شائع کر دیا کریں ہم بڑے دل سے لکھتے ہیں تمام کارکن کو میری طرف سے سلام۔

انہوں کی چاہتوں سے ملے اس قدر فریب۔ مدتے رہے پٹ کے ہر انجی کے ساتھ

محمد ابو ہریرہ بلوچ، بہادر نگر

اسلام علیکم۔ ہم سب خیریت سے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ سب بھی اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوں

میں اپنی فزول اور خط و کچھ کر خوشی ہوئی باتی ان رائٹرز کا بہت شکریہ جو ہادی بر محمد سے پر تشریف لائے اور ان کا بھی شکریہ جو خود تو نہ آئے مگر ان کے گفٹ ہمیں مل گئے ہیں جو نہیں آئے ان سے شکوہ نہیں ہے سوائے ایک شخص کے وہ کون ہے میرا خط پڑھ کر جان گیا ہو گا مگر کا شمار میرے ہاتھوں میں ہے اس حال میں کہ پڑھنے کا وقت میرے پاس نہیں ہے کیوں کہ بھائی جان کراچی چلے گئے ہیں اور لیکچری کا سارا کام مجھے سنبھالنا پڑتا ہے اور پھر انیس مئی کو انگریز ام بھا آ رہے ہیں یہ کیا انگل جان آئی جاں تیسری بار شائع ہو گئی ہے کیا اور شور یاں ختم ہو گئی ہیں جو بار بار ایک ہی ستوری آ رہی ہے جبکہ ہادی ستوری یاں ایک بار بھی آپ نے شائع نہیں کیں اور دوسری بات اسد بھائی واہ کیا بات ہے ہم لوگ آپ کو راز پر مبارکباد دیتے ہیں آپ نے وہ ستوری کہیں سے چھوٹی کر کے لگائی ہے پر شرم کی کمی ہے لوگوں میں جو دیا کرتے ہیں، سیاہ بولہ آلی قم لٹاؤ گریٹ قسط نمبر ۳ کیوں انگل ریاض صاحب آپ کی قسط تلاش عشق کہاں غائب ہو گئی پلیز جلدی اگلی قسط روانہ کریں سب قارئین اور رائٹرز کو سلام اور ایڈوانس میں رمضان المبارک انگل جان آپ نے ہمارے خط کے بارے میں کچھ بھی نہیں جو ہم نے آپ کو لکھا تھا ویسے آپ کی مرضی کی بات ہے مگر آپ ایک بار کال کر دو تو کیا حرج ہے

مصباح کریم میوانی چٹوکی  
اسلام علیکم۔ امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہو گئے فردوسی کا شمار میری سالگرہ والے دن اٹھارہ فروری کو ملا دونوں خوشیاں، کتنی ملیں سارا شمار بہت ہی زبردست تھا کہانیوں میں جو کہ میں ابھی پڑھی ہیں دبیر قم نشاد، فتح جنگ، ہراسر اور کوبرا قیصر جمیل پر اواند باموں کا لہجہ، ایک عظیمی صداقت عالم بخاری مصوب شاہ۔ اور راز اسد شہزاد گوچرہ سب سے بہتر کہانیاں تھیں مبارک قبولی کیجئے باتی ابھی پیچہ کی مصروفیت کی وجہ سے نہیں پڑھ سکی مگر خالد شاہان اور شہاب شیخ کی کہانیاں پڑھے بغیر علی میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ زبردست ہوئی اسد شہزاد کا راز جاننے کے لیے تو مجھے اب بھی بے چینی ہو رہی ہے اور قم نشاد آپ کے مدبہر نے تو مجھے ٹھہرا دیا دوستوں کی جدائی پہ مجھے بہت دکھ ہوا اشعار میں عثمان دہلی کلن پور، سر فراز خوشاب، عاشر رحمن کیر والا، لقمان حسن، عابدہ رانی، عدنان عاشق، وقاص اور اسد شہزاد کے شعر بہترین تھے غزلوں میں مجھے فکیل احمد کراچی، اور زاہد اقبال، سحر سندری، میڈم فضا، آلہ آبادی، مکی فزلیں بہت پسند آئیں غلطو کی محفل میں کافی امن رہا خود کو روکنے کے باوجود بھی میں نے تقریباً سارا شمار پڑھ لیا تمین ماریج کو میرا پہلا پیچہ ہے امید ہے کہ سب دعا کریں گے کیوں کہ دعا تو میں خود بھی کر رہی ہوں میں نے ایک کہانی محفل کر کے رکھی ہے پیچہ کے بعد بھیجوں گی اپنے اشعار کچھ کر خوشی ہوئی انشا اللہ پھر ملیں گے فرصت سے ابھی آپ سے اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی رکھو رابطہ جب تک ہم زندہ ہیں اسے دوست۔ مہرمت کہنا چلے گئے دل میں باذیں بسا کر

داعباد شہزاد الی۔ منڈی بہاؤ الدین  
مئی کا ڈائجسٹ ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اقراء آلی کا انتظار ہے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ ڈائجسٹ میں پرانے سا مٹی دا جس آر ہے جس قم نشاد کی قسط وار کہانی بہت اچھی تھی میں خط کے امراء ایک کہانی بھی بھیج رہا ہوں امید ہے ضرور شائع کریں گے آسبھی کھوپڑی، اور ایک بھی ناگن آپ کے پاس ہیں ان پر نظر پڑائی کریں آخر میں دعا ہے خوفناک ڈائجسٹ دن دکن رات چوٹی ترقی کرے آمین۔

محمد قاسم رحمان۔ جری پور  
اسام علیکم کہتے ہیں آپ سب جی میں بھی آپ کی دعاؤں سے خوش ہوں ایک مشکل پیش آگئی ہے قارئین



مارچ 2014 کا شمار نہیں مل رہا پورا ہری پور میں نے چھان مارا ہے مگر مجھے نہیں ملا اگر آپ میں سے کسی کے پاس ہو تو برائے کرم اس پتہ پر بھیج دیں ڈاکخانہ خاص گاؤں ڈھوک سہارن تحصیل و ضلع منڈی بہاؤ الدین میں پڑھنے کے بعد واپس کر دوں گی اپنا جوابی پتہ بھی لکھ دیجئے گا پلیز اگر آپ کے پاس مارچ کا خوفناک ہو تو مجھے جواب دیں میں چند دنوں میں واپس کر دوں گی ضروری کا پڑھ لیا ہے مگر اپریل کا ابھی ویسے کا ویسا ہی پڑا ہے جب تک مارچ کا نہیں ملا میں کوئی بھی نہیں پڑھوں گی اس لیے برائے کرم یہ خط طے ہی مجھے مارچ کا رسالہ بھیج دیں میں آپ کی بے حد مشکور رہوں گی اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

دیکھ زندگی اس طرح نہ رہا مجھے۔ ہم خفا ہو گئے تو چھوڑ جائیں گے تجھے

..... راجہ ارشد۔ منڈی بہاؤ الدین

اسلام علیکم۔ میں بالکل خیریت سے ہوں امید کرتی ہوں کہ آدھی خیریت سے ہو گئے ماہ اپریل کا خوفناک انٹرنیس مارچ کو ہی مل گیا ناگل بہت اچھا تھا سب سے پہلے حسب معمول مظلوم کی طرف گئی اس کے بعد اسی صفحہ پڑھا جو بہت ہ پسند آیا اس ماہ جو سنوریاں اچھی تھیں ان میں خوبی ریگستان، ہندوکان کا راز شفقت علی سمندری، بھیا تک تعبیر پر بس کریم پشاور، چریل کا انجام محمد بلاول حافظ آباد، خائش پاگل بھائی ملک زاہد صاحب کی، اور سیا نیولہ آبی لم کم نشاد صاحبہ کی شامل ہیں باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں غزنی اور اشعار بھی اچھے تھے آخر میں خوفناک ڈائجسٹ کے لیے دعا گو ہوں کہ یہ دن دلی رات چوٹی ترتی کرے آمین اور رسالے کے تمام راتروں کو میرا سلام۔

..... فرخندہ حبیب، بہاولپور

اسلام علیکم۔ میں خوفناک اور جواب عرض کی پوری ٹیم کی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری تحریر شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کی اور مجھ میں حریذ است پیدا کی کہ میں لکھوں اور میں لکھنے بھی لگی پسند جواب عرض میں پھر خوفناک میں پھر دہی کہانیوں میں شہزادہ آتش اور بھائی ریاض احمد آج آپ کی وجہ سے میں دوسرے رسالوں میں بھی لکھ رہی ہوں ایک آپ ہی تھے اور قارئین جنہوں نے میری کہانیوں کو پسند کیا اور نہ میرے اپنے سے تو میرا مذاق بنایا اور مجھے پابن غلبائی اور جانے کیا کیا لقب دیتے رہے ایک طرف میں اپنی تحریروں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہوں تو دوسری طرف میرے اپنے میز مذاق بناتے ہیں اور میری خوشی غم میں بدل جاتی ہے اور پھر مجھ میں ہمت پیدا ہوتی ہے ریاض بھائی آپ کی وجہ سے میری مایوسی امید میں تبدیل ہو جاتی ہے میں آپ کی تہ دل سے شکر گزار ہوں بھائی اگر کوئی بات بری لگی تو تو حاف کرنا خدا حافظ۔

..... ریحان محمود قریشی، میرپور

اسلام علیکم۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میری عمر نو یا اس سال کی تھی تو میں نے خوفناک پڑھنا شروع کیا چونکہ میں ایک ڈرپوک لڑکی تو اسی وجہ سے شروع شروع میں بہت ڈر لی تھی جب انسٹ پیلی جاتی تو میں بستر میں ہی دیک جاتی مجھے ہر طرف کھوپڑیاں ہی نظر آتی جو اس وقت کی کہانیوں کی ہیرو ہوتی تھیں جی ہاں کھوپڑی ہی ہیرو تھی خیر ایسی کہانیاں جو مجھے اب بھی یاد ہیں جیسے خولی کیگزانا زمین، وغیرہ وغیرہ ان کے قلم میں بھی ایک عجبوتا تھا جو اس وقت کہانیاں لکھتے تھے اور میری دیوانگی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ میں رات کے آٹھ یا نو بجے ڈائجسٹ سے کر بیٹھ جاتی تھی اور زمین یا چار بجے تک پڑھتے رہتی تھی وقت کا احساس صبح اذان سے ہوتا تھا اب ویسی کہانیاں باتو خالد شاہان صاحب لکھ رہے ہیں یا انگل ریاض شاہان بھائی آپ کو بہت بہت سلام اور انگل ریاض جی آپ کو بھی

بہت ساری دعاؤں کے ساتھ سلام قبول ہوا آج میں میٹرک بھی دو سال سے کر چکی ہوں اور جبکہ میں ڈائجسٹ  
نیمری کلاس سے پڑھ رہی ہوں مجھے یہیں علم یہ خط شائع ہو گا یا نہیں مگر یہ تو علم ہے کہ میرا کسی بھی ڈائجسٹ میں  
بملاحظہ ہے اس لئے علاوہ میں خواتین اور شعاع اور سسٹمز بھی پڑھتی ہوں مگر لکھنے کی جرات آج کی ہے بہت  
کم ہو گئی آخر میں قارئین کو بہت بہت سلام قارئین اشعار لکھنے سے پہلے غور کر لیا کریں کہ ہم جو اشعار لکھ رہے  
ہیں وہ کہیں کفر یا کلمات کے ساتھ تو نہیں ہیں کیوں کہ میں نے ایک شعر نہیں بلکہ کئی شعر پڑھے خوفناک میں میری  
ت پر غور کیجئے گا اللہ تمام قارئین کو ایمان اور صحت کی بہترین حالت میں رکھے آمین۔

فاطمہ کوئل۔ صادق آباد

میری طرف سے تمام قارئین خوفناک کو سلام امید ہے سب خیریت سے ہونگے میں نے مارچ کا شمارہ  
ہا پڑا کہ بہت حرد آیا بھائی ریاض احمد کی کہانی تلاش عشق مجھ سے چھوٹ گئی ہے امید ہے وہ بہت ہی اچھی ہو  
یا کیوں کہ آپ خوفناک کے کنگ ہیں آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگا مجھے آپ بہت اچھے انسان ہیں، مانو کھا  
اور قیس خان آپ کی کہانی اچھی تھی، منووس لکھے عثمان ٹی آپ کی کہانی بھی اچھی تھی ایسے ہی مزید لکھتے رہیں  
شاہد اللہ کامیاب ہیں عیس میں میری دعائیں آپ کے ساتھ میں ڈریم کرل ساڑہ اہم آپ کی کہانی بالکل بے معنی  
اور بچوں جیسی تھی آپ کو بہت ہی محنت کرتا ہوگی سریلی بانسری ردائیں آپ کی کہانی پڑھ کر میں نے خوفناک خرید  
لیا تھا اسد شہزاد آپ کی کہانی کا آخری حصہ تھا اس لیے پڑھ نہ سکی کیوں کہ میں نے خوفناک دوسری بار خریدی ہے  
پہلی بار نو مہر میں خریدی تھا خوف تم تم نشا آپ کی کہانی اچھی تھی باطل کی برستار بالکل چمکانے لگی محمد قاسم آپ کو محنت  
کی ضرورت ہے خونی چتر ساحل دعا بخاری آپ کی کہانی کی پہلی قسط اچھی تھی عید خالد شایان آپ کی کہانی قسط  
دار بھی نہ پڑھ میں کی اسد شہزاد آپ کی کہانی ایم اے راحت کی کہانی چلی ہوئی بہت سی ٹکڑیاں آپریل کا شمارہ جلد ہی  
مل گیا اس بار آپریل کا شمارہ بہت ہی مزیدار تھا تلاش عشق مجھ تو ایک طرف سیاہ پولم تم نشا کہانی کی قسطیں پری  
کر کے پڑھوں گا خونی چتر ساحل دعا بخاری ان کی دوسری قسط نہیں ملے گا روحوں کا دس محمد قاسم رحمان آپ  
کی کہانی زبردست تھی آپریل کے شمارے میں میری بھی کہانی تھی ان کے بارے میں دوسرے لوگ بہتر جانتے  
ہیں جاوگر اور معصوم مخلوق ریٹا محمود آپ کی کہانی بھی اچھی تھی شیطان پیچہ حسن علی بخاری زبردست کہانی تھی خونی  
ریکستان محمد نادر شاہ آپ نے بارہ سال کی عمر میں ہی اتنی اچھی کہانی لکھ کر کمال کر دیا آپ مجھ سے تین سال  
چھوٹے ہو یعنی میرے چھوٹے بیٹائی ہوئے اسی طرح لکھتے رہیں گے تو کامیاب ہو جائیں گے چریل کا انجام محمد  
بلال آپ کی کہانی بھی زبردست تھی چند مکان کا راز شفقت علی، ہمایہ تبیر پر س کریم آپ دونوں کی کہانیاں  
پڑھ کر تو جان ہی نکل گئی خوف کے بارے میں رات کو خند ہی اڑ گئی آپ دونوں کی تحریریں واقعات آنکھوں کے سامنے  
گھومنے لگتے ہیں ریاض انکل بہت شکر یہ میری کہانی شائع کرنے کا میں آپ کی شکر گزار ہوں بہت چند ایک نئی  
کہانی عجیب کھیل کے حاضر ہوگی پلیز جب دل چاہے شائع کرو دیجئے گا شکر گزار ہوں گی۔

فلک زبیر۔ لاہور

اسلام علیکم۔ میں بھی سب کی طرح ہی خوفناک ڈائجسٹ کا دلچسپ ہوں میں بھی ہر ماہ نئے رسالے کی امید  
میں ہوتا ہوں کہ جیسے ہی ڈائجسٹ آئے دوسرے دوستوں سے پہلے ہوں اور ان کو بتاؤں کہ میں نے خرید لیا ہے  
اور میں کافی دیر بعد خط لکھ رہا ہوں کہ بھائی ندیم عباس میوا نے مجھے مخاطب کر کہا ہے کہ طالب حسین یہ کہانی تو  
بھائی صاحب میں میوہی نہیں ہوں ہم چٹائی ہیں اور اور آج کل میں بھی انگریزوں کی فلی تیاری میں رہ رہا ہوں



سب کو کامیاب کرے آپ نے یاد کیا آپ کا بہت ہی شکریہ میں ہر بار آپ کا خط پڑھتا ہوں مگر لکھنے کا نام نہیں لیتا  
آخر میں ساری نیہم کو سلام

حافظ طالب حسین۔ چوکی

اسلام علیکم۔ امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہو گئے فروری کا شمار ملا سارہ شمار بہت ہی  
زبردست تھا کہانیوں میں جو کہ میں ابھی پڑھی ہیں دسمبر تم نظام، فتح جنگ، پراسرار کوبرا ایصر جیل پراولنہ  
یاموں کا نجن، طلسمی میکس صداقت عالم بخاری محبوب شاہ۔ اور از اسد شہزاد کو جو سب سے بہترین کہانیاں  
تھیں مبارک قبول کیجئے باقی ابھی بہرے کی مصروفیت کی وجہ سے نہیں پڑھ سکی مگر خالد شاہان اور شہاب شیخ کی کہانیاں  
پڑھے بغیر ہی میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ زبردست ہو گئی اسد شہزاد کا راز جاننے کے لیے تو مجھے اب بھی بے چینی ہو رہی  
ہے اور تم تم نشا و آپ کے دسمبر نے تو مجھے ٹھنڈا یاد دہشتوں کی جدائی پہ مجھے بہت دکھ ہوا شعاع میں عثمان دھکی لنگن  
پور، مرفراز خوشاب، عائشہ رحمن کیر والا، اتمان حسن، عابدہ رانی، عدنان عاشق، وقاص اور اسد شہزاد کے شعر  
بہترین تھے غزلوں میں مجھے ٹھیکیل احمد کراچی، اور زہد اقبال، بحر سندری، میثم نفاذ، آباوی، کی غزلیں بہت  
پسند آئیں مخطوط کی محفل میں کافی امن رہا خود کو روکنے کے باوجود بھی میں نے تقریباً سارا شمارہ پڑھ لیا ہے۔ میں  
جلد اپنی قسط کا دوسرا حصہ روانہ کر دوں گی آپ خوفناک کی طرف دھیان دیں ہمیں خوفناک بہت ہی پسند ہے  
اور امید ہے کہ آپ ہماری رائے کو ضرور شامل کریں گے۔ مجھے ریاض بھائی سے شکوہ ہے کہ انہیں جو میں کہتی  
ہوں وہ کرتے ہیں میں نے ان کو کہتی ہوں کہ خوفناک میں ہر چیز فریض شائع کیا کریں لیکن اس کے باوجود بھی  
کچھ چیزیں دہی ہوتی ہیں جو ہم پہلے سے پڑھ چکے ہیں امید ہے کہ اب کی بار ایسا نہیں ہوگا۔ باقی میری طرف  
سے سب کو خلوص بھرا سلام۔

ساحل دعا بخاری۔ بمبئی پور۔

خوفناک میں ایک بار پھر انٹری دے رہا ہوں امید ہے کہ آپ پہلے کی طرح میری تحریروں پر توجہ دیں گے  
میں خوفناک سے بہت ہی پیار کرتا ہوں اس کی وجہ سے میرا خوف بہت ہی کم ہو کر رہ گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ  
اس کو پونہ شائع کرتے رہیں گے اور اس میں سب رائٹر حضرات بہت ہی اچھا لکھتے ہیں مجھے سب رائٹروں کی  
تحریروں ہی بہت پسند ہیں امید ہے کہ وہ لکھتے ہی رہیں گے۔ اور ہم اس کو پڑھتے ہی رہیں گے۔ میری طرف  
سے سب کو خلوص بھرا سلام۔

محمد شاہد، چوکی۔

میرا حال دل سن کر تم کیا کر دے	چہرے کی زردی لہاں یہ تہیں
میری آگ میں تم بھی جلتی جاؤ گے	یہ الزام کسی دھڑکنے
میں کہتا ہوں اب بھی تمہیں لوٹ جاؤ	میں جہاں ہوں جس آگ آج تنہا
میرے ساتھ آخر کہاں تک چلو گے	اس آگ میں تم تنہا چلو گے
جو لوہا ہے تم نے اداؤں سے	جب یاد آئیں گی تم تصور کی دہائیں
مبت کی بازی میں اک دن ہو	ایکے میں مہپ چپ کے رہا کرو گے

سید تصور شاہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ



# خون کا گہلا سہاگہ

J



ایسا ہے جیسے تیرے میں پاتا ہوں  
آج بھی اسی سے نورِ لاکھ دیریں